فتاویٰ امن پوری

Part 401-425

مصنف
شیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری
حفظہ اللہ

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۰۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: بعض ملحدین کہتے ہیں کہ انسان کو کسی مخلوق پر کوئی فوقیت حاصل نہیں، ایک ادنی اور معمولی مخلوق بھی اعلیٰ سے اعلیٰ انسان کے برابر ہے، اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو بعض مخلوقات پر افضلیت دی ہے، اسے عزت وشرف بخشا ہے، جو کسی دوسری مخلوق کے حصے میں نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے کئی مخلوقات کو انسان کی خدمت گار بنایا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾ (بني إسرائيل : ٧٠)

”یقیناً ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی ہے۔“

زمینی مخلوقات میں سب سے مکرم ومعزز مخلوق انسان ہیں، انہیں میں سے اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کو مبعوث فرمایا۔ افضل المخلوقات سیدنا محمد کریم ﷺ بھی انسان تھے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ انسانوں کی باہم افضلیت کا معیار نیکی وتقویٰ ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ (الحُجرات : ١٣)

”اور ہم نے تمہارے خاندان اور قبیلے بنائے، تاکہ تم باہم جان پہچان کر سکو، البتہ تم میں اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہی ہے، جو زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا ہو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور خبردار ہے۔“

❁ ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ، وَلَا أَحْمَرَ عَلٰى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوٰى .

”لوگو! یقیناً آپ سب کا رب ایک ہے، سب کا باپ (آدم علیہ السلام) ایک ہے۔ خبردار! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ کو کسی سیاہ پر اور کسی سیاہ کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، البتہ تقویٰ کی بنیاد پر فضیلت حاصل ہے۔“

(مسند الإمام أحمد : 411/5، وسندهٗ صحيحٌ)

لہٰذا بعض ملحدین کا مطلق طور پر انسان کی افضلیت کا انکار کرنا کئی نصوص شرعیہ کے خلاف ہے، جو کفر تک پہنچ جاتا ہے۔

سوال: بعض ملحدین کہتے ہیں کہ تمام اشیا کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے نہیں کی، اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: تمام مخلوقات کا خالق حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ جو ملحدین اللہ تعالیٰ کے وجود کے انکاری ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ کائنات خود بخود وجود میں آگئی۔ یہ قرآن، حدیث، تمام آسمانی صحائف اور فطرت کے خلاف ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلِ انْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ﴾(يونُس : ١٠١)

''(اے نبی!) کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اسے غور سے دیکھو، ہماری نشانیاں اور (عذاب الٰہی سے) ڈرانے والے (رسول) بے ایمان قوم کو کچھ فائدہ نہیں دیتے۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ﴾(الأعراف : ١٨٥)

''کیا انہوں نے آسمانوں وزمین کی بادشاہی اور اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ مخلوقات میں غور وفکر نہیں کیا۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ﴾

(فُصِّلت : ٥٣)

''عنقریب ہم انہیں آفاق اور ان کی اپنی جانوں میں نشانیاں دکھائیں گے، یہاں تک کہ وہ جان لیں کہ یہ (قرآن) حق ہے۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ﴾

(الفُرقان : ٥٩)

''جس نے آسمانوں، زمین اوران میں موجوداشیا کو چھ دنوں میں تخلیق کیا۔''
دوسری جگہ اس تخلیق کی تفصیل بھی بیان کی گئی ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِلسَّائِلِينَ ثُمَّ اسْتَوٰى إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ، فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحٰى فِى كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَحِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ﴾(فُصِّلت : ۹۔۱۲)

''(اے نبی!) کہہ دیجئے کہ کیا تم اس ذات کے ساتھ کفر کرتے ہو، جس نے زمین کو دو دنوں میں تخلیق کیا، تم اس ذات کے شریک بناتے ہو، وہ تو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اس نے زمین کے اوپر پہاڑ بنائے، زمین میں برکت ڈالی اور اس میں زمین (والوں) کی خوراک پیدا کی۔ یہ سب کچھ چار دنوں میں ہوا، سوال کرنے والوں کے لیے برابر (یہی جواب) ہے۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا، تو وہ دھواں تھا، تو اس نے آسمان اور زمین سے کہا، تم چاہتے ہوئے یا نا چاہتے ہوئے آؤ، دونوں نے کہا کہ ہم خوشی خوشی حاضر ہوتے ہیں، تو اللہ نے انہیں دو دن میں سات آسمان بنا دیا، پھر ہر آسمان کو اس

کا کام بتا دیا اور ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں سے مزین کر دیا اور خوب محفوظ بنا دیا، یہ غالب اور علم والے کا اندازہ ہے۔''

کائنات کا خالق اور مدبر فقط اللہ تعالیٰ ہے، اس کا انکار کرنے والا کافر اور زندیق ہے۔

سوال: روایت حدیث میں کسی صحابی پر جھوٹ کی تہمت لگانے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: صحابہ کرام ثقہ اور عادل ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی تعدیل کی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے توثیق کی ہے، اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص کہے کہ فلاں صحابی نے شریعت کو نقل کرنے میں جھوٹ بولا، تو وہ کافر اور مرتد ہے، کیونکہ اس نے شریعت کو مشکوک بنایا ہے۔

❀ علامہ ابو عبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ نَسَبَهُ أَوْ وَاحِدًا مِّنَ الصَّحَابَةِ إِلٰى كَذِبٍ فَهُوَ خَارِجٌ عَنِ الشَّرِيعَةِ، مُبْطِلٌ لِلْقُرْآنِ طَاعِنٌ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''جس نے سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ یا کسی بھی صحابی کو جھوٹ کی طرف منسوب کیا، وہ (مرتد) ملت اسلامیہ سے خارج، قرآن کو جھٹلانے والا اور رسول اللہ ﷺ پر طعن کرنے والا ہے۔''

(تفسير القرطبي : 298/16)

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۵۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى نَزَّهَ أَقْدَارَ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَلْبٍ قَادِحٍ، وَصَانَ أَقْدَارَهُمْ عَنْ وَقِيعَةٍ مُنْتَقِصٍ، وَجَعَلَهُمْ كَالنُّجُومِ يُقْتَدٰى بِهِمْ، وَقَدْ قَالَ تَبَارَكَ

وَتَعَالٰى : ﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ثُمَّ قَالَ : ﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهٗ﴾ فَمَنْ أَخْبَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنَّهٗ لَا يُخْزِيهِ فِي الْقِيَامَةِ، وَقَدْ شَهِدَ لَهٗ بِاتِّبَاعِهٖ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا، لَا يَجُوزُ أَنْ يُجَرَّحَ بِالْكَذِبِ، لِأَنَّهٗ يَسْتَحِيلُ أَنْ يَقُولَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى : ﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهٗ﴾ ثُمَّ يَقُولُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ، فَيُطْلِقُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيجَابَ النَّارِ لِمَنْ أَخْبَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنَّهٗ لَا يُخْزِيهِ فِي الْقِيَامَةِ، بَلِ الْخِطَابُ فِي الْخَبَرِ وَقَعَ عَلٰى مَنْ بَعْدَ الصَّحَابَةِ، وَأَمَّا مَنْ شَهِدَ التَّنْزِيلَ وَصَحِبَ الرَّسُولَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَالثَّلْبُ لَهُمْ غَيْرُ حَلَالٍ، وَالْقَدْحُ فِيهِمْ ضِدُّ الْإِيمَانِ، وَالتَّنَقُّصُ لِأَحَدِهِمْ نَفْسُ النِّفَاقِ، لِأَنَّهُمْ خَيْرُ النَّاسِ قَرْنًا بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحُكْمِ مَنْ : ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى، إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى﴾

”بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اصحاب رسول ﷺ سے ایسے عیب کی تنزیہ کردی ہے، جو عدالت میں قدح کا باعث ہو، ان کی شخصیات کو ایسے گناہ سے محفوظ

رکھا ہے، جو ان کی شان میں تنقیص کا سبب ہو اور انہیں ایسے ستاروں کی مانند بنایا ہے، جن کی پیروی کی جاتی ہے، باری تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ''ابراہیم کے قریبی وہ ہیں، جنھوں نے ان کا اتباع کیا اور یہ نبی اور ان پر ایمان لانے والے، اللہ تعالیٰ مؤمنوں کا ولی ہے۔'' نیز فرمان الٰہی ہے: ﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ﴾ ''روز قیامت اللہ تعالیٰ نبی اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا۔'' پس جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ انہیں روز قیامت رسوا نہیں کرے گا اور ان کے متعلق یہ بھی گواہی دی ہو کہ وہ موحد ابراہیم علیہ السلام (کی ملت) کا اتباع کرنے والے ہیں، تو ایسی شخصیت پر جھوٹ کی جرح کرنا جائز نہیں، کیونکہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ خبر دے کہ ﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ﴾ ''روز قیامت اللہ تعالیٰ نبی اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا۔'' پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں: ''جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔'' تو اس کے بارے میں ایسا محال ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے جہنم واجب ہونے کی وعید سنائیں، باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں روز قیامت رسوا نہ کرنے کی خبر دی ہے۔ بلکہ حدیث میں خطاب صحابہ کرام کے بعد والے مسلمانوں کو ہے۔ رہے وہ لوگ، جو نزول قرآن کے شاہد اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں

رہنے والے ہیں، تو ان کے حق میں جرح وقدح حلال نہیں، ان پر قدح دراصل ایمان کی ضد ہے، ان میں سے کسی کی تنقیص عین نفاق ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ان کا زمانہ سب سے بہترین ہے، اس کی خبر اس شخصیت نے دی ہے، جس کے متعلق اللہ نے فرمایا: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى، إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى﴾ ''وہ (نبی کریم ﷺ اپنی) خواہش سے نہیں بولتے، بلکہ وہی بات کرتے ہیں، جو انہیں وحی کی جاتی ہے۔''

(كتاب المَجروحين: 36/1)

سوال: کیا صحابہ کی تکفیر کرنا کفر ہے؟

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امت کے پہلی مؤمن اور مسلمان جماعت ہیں، اللہ تعالیٰ نے جن مؤمنوں کو خطاب کیا، ان کے اول مصداق صحابہ ہی تھے، لہٰذا جماعت صحابہ کی تکفیر کرنا یا ایسا جملہ بولنا، جس سے صحابہ کی تکفیر لازم آتی ہے، صریح کفر اور ارتداد ہے۔

❀ امام ابو نعیم اصبہانی رحمہ اللہ (۴۳۰ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ سَبَّهُمْ وَأَبْغَضَهُمْ وَحَمَلَ مَا كَانَ مِنْ تَأْوِيلِهِمْ وَحُرُوبِهِمْ عَلٰى غَيْرِ الْجَمِيلِ الْحَسَنِ، فَهُوَ الْعَادِلُ عَنْ أَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَتَأْدِيبِهٖ وَوَصِيَّتِهٖ فِيهِمْ، لَا يَبْسُطُ لِسَانَهٗ فِيهِمْ إِلَّا مِنْ سُوْءِ طَوِيَّتِهٖ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَحَابَتِهٖ وَالْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ .

''جس نے صحابہ کرام کو برا کہا، ان سے بغض رکھا اور ان کی تاویلات اور جنگوں کو بطورِ مذمت پیش کیا، تو وہ ان کے بارے میں اللہ کے حکم اور اس کے بیان کردہ ادب و وصیت سے عدول کر رہا ہے۔ صحابہ کے متعلق زبان درازی کرنے

والا ایسا اس لیے کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام، اسلام اور اہل اسلام کے بارے میں اس کا دل برا ہو چکا ہے۔''

(الإمامة والرّد على الرّافضة، ص 376)

✿ علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری حنفی رحمہ اللہ (۵۴۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلرَّافِضِيُّ إِنْ كَانَ يَسُبُّ الشَّيْخَيْنِ، وَيَلْعَنُهُمَا، فَهُوَ كَافِرٌ.

''اگر کوئی رافضی شیخین (سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما) کو برا بھلا کہے اور ان پر لعنت کرے، تو وہ کافر ہے۔''

(خلاصة الفتاوىٰ: 381/4)

✿ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ أَنْوَاعِ الْكُفْرِ ...... أَوْ تَكْفِيرِ الصَّحَابَةِ.

''کفر کی اقسام میں سے ایک قسم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرنا بھی ہے۔''

(الزّواجر: 47/1)

✿ علامہ زکریا انصاری رحمہ اللہ (۹۲۶ھ) فرماتے ہیں:

...... أَوْ كَفَّرَ الصَّحَابَةَ ...... كَفَرَ.

''......جو صحابہ کی تکفیر کرے، وہ بھی کافر ہے۔''

(أسنى المطالب: 119/4)

سوال: خلافت صدیق رضی اللہ عنہ کے منکر کا کیا حکم ہے؟

جواب: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحابہ اور اہل بیت کا اجماع ہے، اس کا انکار کفر ہے۔ جو یہ کہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ راشد نہیں تھے، وہ کافر ہے۔

✿ علمائے احناف نے کہا ہے:

إِنْ أَنْكَرَ خِلَافَةَ الصِّدِّيقِ فَهُوَ كَافِرٌ .

''اگر کوئی خلافت صدیق رضی اللہ عنہ کا انکار کرے، تو وہ کافر ہے۔''

(مَجمع الأنهر لشَيخي زاده : 108/1، البحر الرّائق لابن نُجَيم : 370/1، حاشية الشِّلبي : 135/1، فتاویٰ شامی :561/1، حاشية الطّحطاوي على مراقي الفلاح، ص 303، فتاویٰ عالمگیری:264/2)

✿ علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ (۷۵۶ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الرَّافِضِيُّ فَإِنَّهُ يُبْغِضُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لِمَا اسْتَقَرَّ فِي ذِهْنِهِ بِجَهْلِهِ وَمَا نَشَأَ عَلَيْهِ مِنَ الْفَسَادِ عَنْ اعْتِقَادِهِ ظُلْمَهُمَا لِعَلِيٍّ، وَلَيْسَ كَذٰلِكَ وَلَا عَلِيٌّ يَعْتَقِدُ ذٰلِكَ فَاعْتِقَادُ الرَّافِضِيِّ ذٰلِكَ يَعُودُ عَلَى الدِّينِ بِنَقْصٍ؛ لِأَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ هُمَا أَصْلٌ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهٰذَا مَأْخَذُ التَّكْفِيرِ بِبُغْضِ الرَّافِضَةِ لَهُمَا وَسَبِّهِمْ لَهُمَا وَقَدْ رَأَيْتُ فِي الْفَتَاوَى الْبَدِيعِيَّةِ مِنْ كُتُبِ الْحَنَفِيَّةِ قَسَّمَ الرَّافِضَةَ إِلٰى كُفَّارٍ وَغَيْرِهِمْ وَذَكَرَ الْخِلَافَ فِي بَعْضِ طَوَائِفِهِمْ وَفِيمَنْ أَنْكَرَ إِمَامَةَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ أَنَّ الصَّحِيحَ أَنَّهُ يُكَفَّرُ وَلَا شَكَّ أَنَّهُ إِنْكَارُ الْإِمَامَةِ دُونَ السَّبِّ .

''رافضی سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے بغض رکھتا ہے، کیونکہ اپنی جہالت اور

برے اعتقاد کی وجہ سے اس کے ذہن میں یہ بات مضبوط ہو چکی ہے کہ ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر ظلم کیا ہے، جبکہ ایسا بالکل بھی نہیں ہے، نہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ایسا کچھ سمجھتے تھے، لہٰذا رافضی کے اس (برے) نظریے سے لازم آتا ہے کہ دین میں نقص واقع ہو گیا ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما ہی اصل تھے۔ روافض کی تکفیر کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ وہ سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے بغض رکھتے ہیں اور انہیں برا بھلا کہتے ہیں۔ میں نے فقہ حنفی کے فتاویٰ بدیعیہ میں دیکھا ہے کہ انہوں نے تکفیر اور عدم تکفیر کے حوالہ سے روافض کی تقسیم کی ہے، انہوں نے روافض کے بعض گروہوں کی تکفیر میں اختلاف ذکر کیا ہے، نیز ذکر کیا ہے کہ سیدنا ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انکار کرنے والے رافضی کے متعلق صحیح بات یہی ہے کہ اس کی تکفیر کی جائے گی۔ بے شک یہ اختلاف فقط خلافت کا انکار کرنے والے کے متعلق ہے، نہ کہ اس کے متعلق، جو (خلافت کا انکار کرنے کے ساتھ ساتھ) انہیں برا بھلا بھی کہے۔''

(فتاوى السُّبكي : 576/2)

سوال: جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والا کافر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں کئی آیات نازل فرمائی ہیں، لہٰذا ان آیات کے نزول کے بعد سیدہ پر تہمت زنا لگانا قرآنی آیات کا انکار ہے، جو کہ بالاتفاق کفر وارتداد ہے۔

ازواج مطہرات کا احترام واکرام نہ صرف ضروری ہے، بلکہ جزو ایمان ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾(الأحزاب : ٦)

''نبی (ﷺ) کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بالاتفاق اُم المومنین ہیں، لہٰذا آپ رضی اللہ عنہا کا احترام واجب ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾(النّور : ٢٣)

''جو لوگ پاک دامن، بھولی بھالی مومن خواتین پر تہمت لگاتے ہیں، وہ دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں، نیز ان کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔''

❁ عالم اہل بیت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

نَزَلَتْ فِي عَائِشَةَ خَاصَّةً .

''یہ آیت خاص سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی۔''

(تفسير ابن أبي حاتم : 2556/8، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ بَيَّنَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ إِنَّمَا نَزَلَتْ فِيمَنْ يَقْذِفُ عَائِشَةَ وَأُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ لِمَا فِي قَذْفِهِنَّ مِنَ الطَّعْنِ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَيْبِهٖ فَإِنَّ قَذْفَ الْمَرْأَةِ أَذًى لِزَوْجِهَا كَمَا هُوَ أَذًى لِابْنِهَا لِأَنَّهٗ نِسْبَةٌ لَهٗ إِلَى الدِّيَاثَةِ وَإِظْهَارٌ لِفَسَادِ فِرَاشِهٖ فَإِنَّ زِنَاءَ امْرَأَتِهٖ يُؤْذِيهِ أَذًى عَظِيمًا، وَلَعَلَّ مَا

يَلْحَقُ بَعْضَ النَّاسِ مِنَ الْعَارِ وَالْخِزْيِ بِقَذْفِ أَهْلِهِ أَعْظَمُ مِمَّا يَلْحَقُهُ لَوْ كَانَ هُوَ الْمَقْذُوفُ .

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے واضح کر دیا ہے کہ یہ آیت (النور:۲۳) سیدہ عائشہ اور دوسری امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن پر تہمت لگانے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، کیوں کہ یہ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن ہے۔ بیوی پر تہمت شوہر کے لیے تکلیف دہ ہوتی ہے، جیسا کہ بیٹے کے لیے ہوتی ہے، کیونکہ یہ اس کے گھٹیا پن اور بدنسل ہونے کی دلیل ہے۔ بیوی زنا کی مرتکب ہو، تو خاوند کے لیے رسوائی ہے۔ عین ممکن ہے کہ خود آدمی پر تہمت لگے، تو اسے اتنی رسوائی نہ ہو، جتنی اس کی بیوی پر تہمت لگنے سے ہوتی ہے۔''

(الصّارم المَسلول على شاتِم الرَّسول: 45/1)

❀ علامہ ابواسحاق شیرازی رحمہ اللہ (۴۷۶ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى عُمُومِ آيَةِ الْقَذْفِ وَإِنْ كَانَتْ نَزَلَتْ فِي شَأْنِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا خَاصَّةً .

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ تہمت والی آیت عام ہے، گو کہ خصوصی طور پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ہی نازل ہوئی ہے۔''

(التّبصرة في أصول الفقه، ص 146)

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ : الشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا

بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ .

''سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچیں، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ گناہ کون سے ہیں؟ فرمایا:

۱۔اللہ کے ساتھ شرک

۲۔جادو

۳۔اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ جان کو ناحق قتل کرنا

۴۔سود کھانا

۵۔یتیم کا مال کھانا

۶۔لڑائی میں پیٹھ دکھا کر بھاگ جانا

۷۔پاکدامن بھولی بھالی مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔''

(صحيح البخاري : 2766، صحيح مسلم : 2874)

عام مسلمان پاک دامن عورت پر تہمت لگانا ہلاکت خیزی ہے، تو مؤمنوں کی ماں اور رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ پر تہمت لگانے والا کتنا بڑا مجرم ہوگا؟

❁ سیدنا معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِلْزَمْهَا، فَإِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ رِجْلَيْهَا .

''ماں کی خدمت کیجیے، اس کے قدموں تلے جنت ہے۔''

(سنن النّسائي : 3104، وسندہٗ حسنٌ)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مؤمنوں کی ماں ہیں، لہٰذا آپ رضی اللہ عنہا کے قدم تلے جنت ہے، آپ رضی اللہ عنہا

کا احترام و تعظیم واجب ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا، وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾

(بني إسرائيل : ٢٤_٢٥)

”آپ کا رب فیصلہ کرتا ہے کہ اس کے سوا کسی کو معبود نہ بناؤ، والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، اگر تمہارے والدین یا ان میں سے کوئی بڑھاپے میں پہنچ جائیں، تو انہیں اُف بھی نہیں کہنا، بلکہ بڑی عمدہ بات کرنی ہے۔ عجز و نیاز سے اُن کے آگے جھکے رہو اور اُن کے حق میں دعا کرو کہ اے اللہ! جیسے انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے، تو بھی اُن پر رحمت فرما۔“

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: اللہ کے رسول! لوگوں میں سے میرے عمدہ برتاؤ کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: آپ کی ماں، پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: آپ کی ماں، پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: آپ کی ماں، پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: پھر آپ کے والد گرامی۔“

(صحيح البخاري : 5971، صحيح مسلم : 2548)

کتاب و سنت میں ماں کے ساتھ حسن سلوک اور عمدہ برتاؤ کا حکم دیا گیا ہے، سیدہ

عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس کی مستحق ہیں، لہٰذا ان پر تہمت لگانا کتاب وسنت کی احکامات کی خلاف ورزی ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قِيلَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ : يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ أَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ .

''سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت بھیجے، پوچھا گیا: یارسول اللہ! کوئی اپنے والدین پر کیسے لعنت بھیجے گا؟ فرمایا: وہ کسی کے باپ کو برا بھلا کہے گا، تو وہ بھی اس کے باپ اور اس کی ماں کو برا بھلا کہے گا۔''

(صحيح البخاري : 5973، صحيح مسلم : 90)

❀ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

لَوْ كَانَ يَقْذِفُ السَّيِّدَةَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَلَا شَكَّ فِي كُفْرِهِ .

''اگر کوئی عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتا ہے، تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں۔''

(فتاویٰ شامی : 70/4)

❀ نیز فرماتے ہیں:

لَا شَكَّ فِي تَكْفِيرِ مَنْ قَذَفَ السَّيِّدَةَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا .

''اس شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں، جو عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتا ہے۔''

(فتاویٰ شامی : 237/4)

❀ علمائے احناف کا متفقہ فتویٰ ہے:

لَوْ قَذَفَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا بِالزِّنَا كَفَرَ بِاللّٰهِ .

’’جس نے عائشہ رضی اللہ عنہا پر زنا کا الزام لگایا، اس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا۔‘‘

(فتاویٰ عالمگیری:264/2)

❁ فقہ حنفی کے معتبر فتاویٰ میں ہے:

يَجِبُ إِكْفَارُهُمْ بِإِكْفَارِ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ وَعَائِشَةَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ .

’’خوارج کی تکفیر کرنا واجب ہے، کیونکہ انہوں نے سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم کی تکفیر کی ہے۔‘‘

(فتاویٰ بزازیہ:318/6)

❁ علامہ زکریا انصاری رحمہ اللہ (۹۲۶ھ) فرماتے ہیں:

...... أَوْ قَذَفَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا؛ لِأَنَّ الْقُرْآنَ نَزَلَ بِبَرَاءَتِهَا .

’’سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے سے کافر ہو جائے گا، کیونکہ قرآن کریم نے سیدہ کی برأت بیان کی ہے۔‘‘

(أسنى المَطالب : 117/4)

❁ علامہ طحطاوی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۳۱ھ) فرماتے ہیں:

...... أَوْ يَقْذِفُ الصِّدِّيقَةَ .

’’سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والا کافر ہو جاتا ہے۔‘‘

(حاشية الطّحطاوي، ص 303)

سوال: کیا اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں کوئی

حدیث مروی ہے؟

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل بھی مروی ہیں۔ ایک تو یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دیانت وامانت اور پاکیزہ قلبی کی دلیل ہے، دوسرا ان لوگوں کے دعویٰ کی تردید ہے، جو کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے محبت نہ تھی۔ حالانکہ سیدہ فاطمہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما میں ماں بیٹی والا رشتہ تھا، دونوں ایک دوسرے کی فضیلت کی معترف تھیں، محبت و پیار قائم تھا، کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پیاری بیوی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سب سے محبوب اور لاڈلی بیٹی تھیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

اِجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تُغَادِرْ مِنْهُنَّ امْرَأَةٌ قَالَتْ : فَجَاءَ تْ فَاطِمَةُ تَمْشِي كَأَنَّ مِشْيَتَهَا مِشْيَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَرْحَبًا بِابْنَتِي، ثُمَّ أَجْلَسَهَا، فَأَسَرَّ إِلَيْهَا حَدِيثًا فَبَكَتْ فَقُلْتُ حِينَ بَكَتْ : خَصَّكِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِيثِهِ دُونَنَا، ثُمَّ تَبْكِينَ، ثُمَّ أَسَرَّ إِلَيْهَا حَدِيثًا فَضَحِكَتْ فَقُلْتُ : مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ فَرَحًا قَطُّ أَقْرَبَ مِنْ حُزْنٍ، فَسَأَلْتُهَا عَمَّا قَالَ لَهَا فَقَالَتْ : مَا كُنْتُ لِأُفْشِي سِرَّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِذَا قُبِضَ سَأَلْتُهَا فَقَالَتْ : إِنَّهٗ كَانَ حَدَّثَنِي قَالَ : كَانَ جِبْرِيلُ يُعَارِضُنِي كُلَّ عَامٍ

مَرَّةً، وَإِنَّهُ عَارَضَنِي الْعَامَ مَرَّتَيْنِ، وَلَا أُرَانِي إِلَّا وَقَدْ حَضَرَ أَجَلِي، وَإِنَّكِ أَوَّلُ أَهْلِي بِي لُحُوقًا، وَنِعْمَ السَّلَفُ أَنَا لَكِ، فَبَكَيْتُ، ثُمَّ إِنَّهُ سَارَّنِي أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ، أَوْ نِسَاءِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ قَالَتْ: فَضَحِكْتُ لِذٰلِكَ.

''نبی کریم ﷺ کی تمام ازواج آپ ﷺ کے پاس جمع تھیں، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں، آپ کی چال بالکل رسول اللہ ﷺ جیسی تھی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مرحبا! خوش آمدید، میری بیٹی۔ پھر آپ ﷺ انہیں اپنے قریب بٹھا لیا، ان سے کوئی بات کہی اور وہ رونے لگیں، میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے خصوصا آپ سے بات کی ہے، پھر وہ ہنسنے لگیں، حزن بھرے لمحات کے فوری بعد اتنی خوشی میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ پوچھا: رسول اللہ ﷺ کیا فرماتے ہیں؟ کہنے لگیں: میں رسول اللہ ﷺ کا راز فاش نہیں کرسکتی۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد دوبارہ پوچھا، تو کہنے لگیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: جبریل ہر سال ایک دفعہ قرآن کا دور کیا کرتے تھے، اب کی بار انہوں نے دو دفعہ دور کیا ہے، لگتا ہے کہ میری وفات کا وقت آ گیا ہے، اہل بیت میں سے آپ سب سے پہلے مجھے آملو گی اور میں آپ کا بہت بہترین پیش رو ہوں گا۔ یہ سن کر میں رونے لگی، پھر فرمایا: خوش ہو جایئے، آپ خواتین جنت کی سردار ہیں، یا اس امت کی خواتین کی سردار ہیں؟ میں یہ سن کر ہنس دی۔''

(صحيح البخاري: 6285، صحيح مسلم: 2450، الكبرىٰ للنسائي: 8310)

سوال: کیا ارتداد سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: اگر کوئی مسلمان کافر ہو کر مرتد ہو جائے، تو اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور میاں بیوی کے درمیان جدائی واقع ہو جائے گی۔

❁ فقہ حنفی میں ہے:

أَجْمَعَ أَصْحَابُنَا عَلٰى أَنَّ الرِّدَّةَ تُبْطِلُ عِصْمَةَ النِّكَاحِ وَتَقَعُ الْفُرْقَةُ بَيْنَهُمَا بِنَفْسِ الرِّدَّةِ.

”ہمارے حنفی علما کا اجماع ہے کہ ارتداد سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور مرتد ہوتے ہی میاں بیوی کے درمیان جدائی واقع ہو جاتی ہے۔“

(الفتاوى الخانية : 581/3، حاشية الشِّلبي على تبيين الحقائق : 287/3)

سوال: بعض ملحدین کہتے ہیں کہ اصل مذہب انسانیت ہے، باقی سب مذاہب انسانوں کے اپنے بنائے ہوئے ہیں، اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: یہ کہنا کہ اصل مذہب انسانیت ہے، انتہائی خطرناک اور بری بات ہے، جس سے تمام انبیا، ان کی شریعتوں اور ان کی کتابوں کا انکار لازم آتا ہے، یہ واضح کفر، ارتداد اور الحاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو مکمل کر دیا، اس میں انسانوں سے لے کر جانوروں تک ہر شے کے حقوق بیان ہوئے ہیں، بھلا مذہب اسلام سے بڑھ کر بھی کوئی انسانیت کے حقوق بیان کر سکتا ہے۔

دراصل مذہب انسانیت کا نعرہ لگانے والے اسلام سے بغاوت کرنا چاہتے ہیں اور اپنی روشن خیالی اور ”فلاسفی“ کے ذریعے اسلام مخالف کرنا چاہتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۰۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: کسی صحابی سے بغض رکھتے ہوئے اس پر زبان طعن دراز کفر ہے، کیونکہ اس نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہے۔

❀ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ گرامی ہے:

لَا تَسُبُّوا أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِي .

''میرے کسی صحابی کو برا نہ کہو۔''

(صحیح مسلم: 2541)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو شرف صحابیت کے ساتھ ساتھ کئی فضائل حاصل ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سسرالی رشتہ رکھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی دعاؤں کے حق دار ہیں اور وحی الٰہی کے کاتب اور امین ہیں۔

لہٰذا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی امانت و دیانت پر شک کرنا یا ان پر طعن کرنا دراصل وحی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرنا ہے، جو کہ بالاتفاق کفر ہے۔

❀ امام حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کچھ لوگ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتے ہیں اور ان پر لعنت کرتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا:

عَلٰى أُولٰئِكَ الَّذِينَ يَلْعَنُونَ، لَعْنَةُ اللّٰهِ .

''ان لعنت کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔''

(تاریخ دِمَشق لابن عساکر : 206/59، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ لَّعَنَهُمْ، فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ.

''جس نے صحابہ پر لعنت کی، وہ اللہ اوراس کے رسول کا نافرمان ہے۔''

(مجموع الفتاوٰی : 66/35)

❁ نیز فرماتے ہیں:

مَنْ لَّعَنَ أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ، كَمُعَاوِيَةَ ابْنِ أَبِي سُفْيَانَ، وَعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، وَنَحْوِهِمَا، فَإِنَّهٗ مُسْتَحِقٌّ لِّلْعُقُوبَةِ الْبَلِيغَةِ بِاتِّفَاقِ أَئِمَّةِ الدِّينِ.

''جو سیدنا معاویہ اور عمرو بن عاص وغیرہما صحابہ پر لعنت کرتا ہے، وہ باتفاقِ ائمہ دین سخت سزا کا مستحق ہے۔''

(مجموع الفتاوٰی : 58/35)

❁ فقہ حنفی میں ہے:

لَا يَجُوزُ اللَّعْنُ عَلٰى مُعَاوِيَةَ، لِأَنَّهٗ خَالُ الْمُؤْمِنِينَ، وَكَاتِبُ الْوَحْيِ، وَذُوا السَّابِقَةِ وَالْفُتُوحِ الْكَثِيرَةِ، وَعَامِلُ الْفَارُوقِ، وَذِي النُّورَيْنِ، لٰكِنَّهٗ أَخْطَأَ فِي اجْتِهَادِهٖ، فَتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُ بِبَرْكَةِ صُحْبَةِ سَيِّدِنَا عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَيُكَفُّ اللِّسَانُ

عَنْهُ تَعْظِيمًا لِّمَتْبُوعِهِ وَصَاحِبِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن جائز نہیں، کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ مؤمنوں کے ماموں، کاتب وحی، بڑی بڑی نیکیوں اور کثیر فتوحات والے اور سیدنا عمر فاروق وذو النورین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کے عامل ہیں، البتہ ان سے اجتہادی خطا ہوگئی، جسے اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے معاف کر دیا، لہٰذا معاویہ رضی اللہ عنہ کے متبوع اور صاحب (محمد کریم) صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے پیش نظر ان کے متعلق زبان بند رکھی جائے گی۔''

(الفتاوی البزّازیۃ : 344/6)

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کا عرش وزنی مخلوق ہے؟

جواب: عرش اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی مخلوق ہے، اس کی جسامت اور وزن ہے، بعض اس کے ثقیل ہونے کا انکار کرتے ہیں، یہ بے ثبوت مؤقف ہے۔ کئی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عرش الٰہی بہت بڑی اور بھاری مخلوق ہے۔

❁ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح سویرے میرے پاس سے گزرے، تو میں مصلیٰ پر بیٹھی تھی، چاشت کے وقت دوبارہ تشریف لائے، تو میں اسی جگہ بیٹھی تھی، فرمایا: تب سے بیٹھی ہیں؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: میں نے یہاں سے جانے کے بعد چار کلمات تین تین بار کہے ہیں، ان کلمات کا وزن آپ کے اس سارے ذکر سے کیا جائے، تو یقیناً وہ چار کلمات وزنی ہوں گے، یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دہرائی، فرمایا: وہ کلمات یہ ہیں:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ

وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ .

”اللہ پاک ہے اور تمام تعریفیں اس کے لئے ہیں، اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر اور اس کے نفس کی رضا، اس کے عرش کے وزن اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر۔“

(صحیح مسلم : 2726)

❁ دوسری روایت میں یہ کلمات اس طرح ہیں:

سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ .

”اللہ تعالیٰ پاک ہے اور ساری تعریفیں اس کے لئے ہیں، اتنی تعریفیں کہ جتنی اس کی مخلوقات ہیں، جتنی اس کے نفس کی رضا ہے، جتنا اس کے عرش کا وزن ہے اور جتنی اس کے کلمات کی سیاہی ہے۔“

(صحیح مسلم : 79/2726)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ أَثْقَلُ الْمَخْلُوقَاتِ عَلَى الْإِطْلَاقِ إِذْ لَوْ كَانَ شَيْءٌ أَثْقَلُ مِنْهُ لَوُزِنَ بِهِ التَّسْبِيحُ وَهٰذَا يَرُدُّ عَلٰى مَنْ يَّقُولُ : إِنَّ الْعَرْشَ لَيْسَ بِثَقِيلٍ وَلَا خَفِيفٍ وَهٰذَا لَمْ يَعْرِفُ الْعَرْشَ وَلَا قَدَّرَهٗ حَقَّ قَدْرِهٖ .

”(یہ حدیث دلیل ہے کہ) عرش مطلق طور پر سب سے بھاری مخلوق ہے، کیونکہ اگر کوئی دوسری مخلوق اس سے بھاری ہوتی، تو تسبیح کا اس کے ساتھ وزن بیان ہوتا۔ نیز یہ حدیث اس شخص کا بھی رد کرتی ہے، جو کہتا ہے کہ عرش نہ ثقیل

شے ہے نہ خفیف۔ ایسا شخص نہ عرش کو جانتا ہے اور نہ اس کا صحیح اندازہ لگا سکتا ہے۔“

(المَنار المنيف، ص 37)

❁ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے، میں اس وقت جائے نماز پر تھی، پھر دوپہر کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوبارہ گزر ہوا، تو فرمایا: ابھی تک یہیں بیٹھی ہیں؟ عرض کیا: جی ہاں! تو فرمایا، میں آپ کو چند کلمات سکھلاتا ہوں، وہ پڑھ لیا کریں:

سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ.

”اللہ اپنی مخلوق کی تعداد کی برابر پاک ہے، اللہ اپنی مخلوق کی تعداد کے برابر پاک ہے، اللہ اپنی مخلوق کی تعداد کے برابر پاک ہے، اللہ اپنے نفس کی رضا کے برابر پاک ہے، اللہ اپنے نفس کی رضا کے برابر پاک ہے، اللہ اپنے نفس کی رضا کے برابر پاک ہے، اللہ اپنے عرش کے وزن کے برابر پاک ہے، اللہ اپنے عرش کے وزن کے برابر پاک ہے، اللہ اپنے عرش کے وزن کے برابر پاک ہے، اللہ اپنے کلمات کی سیاہی کے برابر پاک ہے، اللہ اپنے کلمات کی سیاہی کے برابر پاک ہے، اللہ اپنے کلمات کی سیاہی کے برابر پاک ہے۔“

(مسند الإمام أحمد : 429/6؛ سنن النّسائي : 1352؛ سنن التّرمذي : 3555؛

وسندہٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

سوال: بعض ملحدین کہتے ہیں کہ کسی اجنبی عورت کی طرف مسلسل دیکھنا گناہ نہیں، گناہ اس صورت میں ہوگا، جب اسے ہاتھ لگائے یا اس سے زنا کرے۔ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: اسلام نے ہر اس عمل سے روکا ہے، جو دل کو پراگندہ کرتا ہے۔ بدنظری سے بھی دل میلا ہوتا ہے۔

کسی اجنبی عورت پر اچانک نظر پڑ جائے، تو اس پر گناہ نہیں، لیکن اگر ارادہ کر کے اس کی طرف دیکھے یا اچانک نظر پڑنے کے بعد ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہے، تو یہ گناہ ہے۔ اسے آنکھ کا زنا قرار دیا گیا ہے۔

اجنبی عورت کو ارادۃً یا مسلسل دیکھنا زنا تک پہنچنے کا ذریعہ بن سکتا ہے، لہٰذا اسے منع کر دیا گیا، پس اجنبی کی طرف دیکھنا بھی گناہ ہے۔ دینی و دنیاوی اعتبار سے اس کے برے اثرات کئی کبیرہ گناہوں سے زیادہ ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذٰلِكَ أَزْكٰى لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ﴾(النّور: ۳۰)

''(اے نبی!) مؤمن مردوں سے فرما دیجئے کہ وہ (اجنبی عورتوں کے سامنے) نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی محفوظ رکھیں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکی کا باعث ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بخوبی واقف ہے۔''

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ .

”آنکھ کا زنا (اجنبی عورت یا اجنبی مرد کی طرف) دیکھنا ہے۔“

(صحيح البخاري : 6243، صحيح مسلم : 2657)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ رَدٌّ عَلٰى مَنْ أَبَاحَ النَّظْرَ مُطْلَقًا .

”یہ حدیث اس شخص کا رد کرتی ہے، جو مطلق طور پر (اجنبی مرد یا عورت کی طرف) دیکھنے کو جائز قرار دیتا ہے۔“

(رَوضة المُحِبين، ص 93)

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعُوا أَنَّ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْكَافِرَاتِ فِي تَحْرِيمِ الزِّنَا بِهِنَّ سَوَاءٌ فَكَذٰلِكَ فِي تَحْرِيمِ النَّظْرِ إِلَيْهِنَّ مُتَجَرِّدَاتٍ، فَهُنَّ سَوَاءٌ فِيمَا أُبِيحَ مِنَ النَّظْرِ إِلَيْهِنَّ فِي حَقِّ الشَّهَادَةِ أَوْ إِقَامَةِ الْحَدِّ عَلَيْهِنَّ، وَهٰذَا كُلُّهُ مِنَ الضُّرُورَاتِ الَّتِي تُبِيحُ الْمَحْظُورَاتِ .

”اہل علم کا اجماع ہے کہ عورتیں مؤمن ہوں یا کافرہ، دونوں سے زنا حرام ہے، اسی طرح ان کو برہنہ حالت میں دیکھنا بھی حرام ہے، نیز بعض جائز اُمور میں دونوں کی طرف دیکھا جا سکتا ہے، مثلاً شہادت دیتے وقت یا ان پر حد قائم کرتے وقت۔ یہ سب کچھ ان مجبوریوں میں سے ہے، جن کی وجہ سے کئی ناجائز کام جائز ہو جاتے ہیں۔“

(شرح صحيح البخاري : 240/5)

سوال: رقص کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: رقص بے دین صوفیا کی ایجاد ہے۔ یہ بالا جماع ممنوع اور حرام ہے، سلف صالحین وائمہ دین میں سے کوئی بھی اس کا قائل وفاعل نہیں رہا، البتہ اہل علم سے اس کی مذمت اور ممانعت ثابت ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الرَّقْصُ، فَلَمْ يَأْمُرِ اللّٰهُ بِهٖ وَلَا رَسُولُهٗ وَلَا أَحَدٌ مِنَ الْأَئِمَّةِ .

”رقص کرنے کا حکم نہ اللہ تعالیٰ نے دیا، نہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نہ کسی امام نے کہا۔“

(مَجموع الفتاویٰ :599/11)

❁ علمائے احناف کہتے ہیں:

اَلسَّمَاعُ وَالْقَوْلُ وَالرَّقْصُ الَّذِي يَفْعَلُهُ الْمُتَصَوِّفَةُ فِي زَمَانِنَا حَرَامٌ لَا يَجُوزُ الْقَصْدُ إِلَيْهِ وَالْجُلُوسُ عَلَيْهِ وَهُوَ وَالْغِنَاءُ وَالْمَزَامِيرُ سَوَاءٌ .

”سماع، قوالی اور رقص، جو ہمارے زمانے کے صوفیا کرتے ہیں، حرام ہیں، ان مجلسوں اور محفلوں میں جانا اور ان میں بیٹھنا جائز نہیں۔ قوالی، گانا اور موسیقی کا حکم ایک ہے۔“

(فتاویٰ عالمگیری:352/5، فتاویٰ شامی:349/6)

رقص غیر شرعی رسم ہے، جو دین کے نام پر جاری کر دی گئی ہے، لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کے

تقرب کا ذریعہ نہیں ہوسکتی۔

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ انْعَقَدَ إِجْمَاعُ الْعُلَمَاءِ أَنَّ مَنِ ادَّعَى الرَّقْصَ قُرْبَةٌ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى كَفَرَ .

”علما کا اجماع ہے کہ جو شخص رقص کو قرب الٰہی کا ذریعہ قرار دے، کافر ہے۔“

(صيد الخاطر، ص 154)

❁ علامہ حصکفی حنفی رحمہ اللہ (۱۰۸۸ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ يَّسْتَحِلُّ الرَّقْصَ قَالُوا بِكُفْرِهٖ ...... وَلَا سِيَّمَا بِالدُّفِّ يَلْهُو وَيَزْمُرُ .

”جو رقص کو حلال سمجھتا ہے، وہ بقول علما کافر ہے۔......خصوصاً جو ساتھ ساتھ کھیل تماشا کرتا اور ساز بجاتا ہے۔“

(الدّر المختار : 446/4)

❁ فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

اَلرَّقْصُ حَرَامٌ بِالْإِجْمَاعِ عِنْدَ مَالِكٍ وَأَبِي حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ فِي مَوَاضِعَ مِنْ كِتَابِهٖ، وَسَيِّدُ الطَّائِفَةِ شَيْخُ أَحْمَدْ يَسْوِيْ صَرَّحَ بِحُرْمَتِهٖ، وَرَأَيْتَ فَتْوٰى شَيْخِ الْإِسْلَامِ سَيِّدِ جَلَالِ الْمِلَّةِ وَالدِّينِ الْكِيْلَانِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَنَّ مُسْتَحِلَّ هٰذَا الرَّقْصِ كَافِرٌ، وَلَمَّا عُلِمَ أَنَّ حُرْمَتَهٗ بِالْإِجْمَاعِ، لَزِمَ أَنْ

يُكَفَّرَ مُسْتَحِلُّهُ، وَلِلشَّيْخِ الزَّمَخْشَرِيِّ فِي كَشَّافِهِ كَلِمَاتٌ فِيهِمْ يَقُومُ بِهَا عَلَيْهِمُ الطَّامَّةُ، وَصَاحِبُ النِّهَايَةِ وَالْإِمَامُ الْمَحْبُوبِيُّ أَيْضًا أَشَدُّ مِنْ ذٰلِكَ .

''امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک رقص بالا جماع حرام ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں کئی مقامات پر اسے حرام قرار دیا ہے۔ سید الطائفہ شیخ احمد یسوی نے رقص کی حرمت کی صراحت کی ہے۔ میں نے شیخ الاسلام سید جلال الملۃ والدین کیلانی رضی اللہ عنہم کا ایک فتویٰ دیکھا کہ رقص کو حلال قرار دینے والا کافر ہے، چونکہ رقص کی حرمت اجماع سے ثابت ہے، جس سے لازم یہ آتا ہے کہ اسے حلال قرار دینے والے کی تکفیر کی جائے۔ شیخ زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف میں رقص کو حلال کہنے والوں کے متعلق ایسا کلام ہے، جو ان کے لیے کسی مصیبت سے کم نہیں، صاحب نہایہ اور امام محبوبی نے اس سے بھی زیادہ سختی کی ہے۔''

(الفتاوی البزّازیة : 349/6)

سوال: کیا کسی صورت میں سلام کا جواب نہ دینا جائز ہے؟

جواب: دین میں بدعات ایجاد کرنے والے اور اہل بدعت کے سرغنہ کو سلام کرنا درست نہیں۔ اسی طرح جس شخص نے کسی بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہو اور اس سے تائب نہ ہوا ہو، تو تادیباً اسے سلام نہ کہا جائے۔

❀ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے دو ساتھی (سیدنا ہلال بن امیہ اور سیدنا مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہما) غزوۂ تبوک میں شرکت سے قاصر رہے تھے، سیدنا کعب رضی اللہ عنہ بیان

کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ہم سے بات کرنے سے منع کر دیا تھا، مزید بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کو سلام عرض کرتا، میں دل میں خیال کرتا کہ نبی کریم ﷺ میرے سلام کا جواب دینے کے لیے اپنے مبارک ہونٹوں کو جنبش دی ہے یا نہیں؟

(صحيح البخاري : 4418؛ صحيح مسلم : 2769)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الرَّدَّ عَلٰى مَنْ يَسْتَحِقُّ الْهَجْرَ غَيْرُ وَاجِبٍ، إِذْ لَوْ وَجَبَ الرَّدُّ لَمْ يَكُنْ بُدٌّ مِّنْ إِسْمَاعِهٖ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ جو شخص ناراضی کا مستحق ہو، اسے سلام کا جواب دینا واجب نہیں، کیونکہ اگر اسے جواب دینا واجب ہوتا، تو نبی کریم ﷺ اسے ضرور سلام کا جواب سناتے۔''

(زاد المَعاد : 508/3)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنِ اضْطُرَّ إِلَى السَّلَامِ عَلَى الظَّلَمَةِ، بِأَنْ دَخَلَ عَلَيْهِمْ وَخَافَ تَرَتُّبَ مَفْسَدَةٍ فِي دِينِهٖ أَوْ دُنْيَاهُ أَوْ غَيْرِهِمَا إِنْ لَّمْ يُسَلِّمْ، سَلَّمَ عَلَيْهِمْ .

''میں کہتا ہوں کہ اگر ظالموں کو بدرجہ مجبوری سلام کرنا پڑ جائے، بایں طور پر کہ اس کے پاس آنے کے بعد سلام نہ کرنے کی وجہ سے اس کی طرف سے اپنے دین یا دنیا وغیرہ میں کسی فساد وفتنہ کے مرتب ہونے کا خدشہ ہو، تو اسے سلام کیا جا سکتا ہے۔''

(الأذكار، ص 255)

سوال: بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی اہل توحید کو لمحہ بھر کے لیے جہنم میں نہیں ڈالے گا، اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کسی اہل توحید کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم رسید نہیں کرے گا، البتہ جو مؤحدین گناہ گار ہوں گے، ان میں سے جس کو چاہے گا معاف کر دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے کر جنت میں داخل کر دے گا۔

یہ کہنا کہ اہل توحید اپنے گناہوں کی وجہ سے لمحہ بھر کے لیے جہنم داخل نہیں ہو گے، باطل نظریہ ہے، قرآن واحادیث میں اس نظریے کا رد ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَفِي قَلْبِهٖ وَزْنُ شَعِيرَةٍ مِّنْ خَيْرٍ، وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَفِي قَلْبِهٖ وَزْنُ بُرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ، وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَفِي قَلْبِهٖ وَزْنُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ .

”(میری شفاعت سے) لا الہ الا اللہ پڑھنے والا ہر وہ شخص جہنم سے نکل آئے گا، جس کے دل میں جو کے برابر خیر ہوگی، کلمہ پڑھنے والے وہ لوگ بھی آگ سے نکل جائیں گے، جن کے دل میں گندم کے دانے کے برابر خیر موجود ہوگی اور جہنم سے وہ کلمہ گو بھی نکل جائے گا، جس کے دل میں ذرہ برابر بھی خیر ہوگی۔“

(صحيح البخاري : 44، صحيح مسلم : 193)

حدیث میں خیر سے مراد ایمان ہے۔

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو متواتر کہا ہے۔

(سِيَر أعلام النُّبلاء: 363/11، الشّفاعة للذّهبي، ص 20)

۞ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا رَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ نَجَوْا فِي إِخْوَانِهِمْ، يَقُولُونَ: رَبَّنَا إِخْوَانُنَا، كَانُوا يُصَلُّونَ مَعَنَا، وَيَصُومُونَ مَعَنَا، وَيَعْمَلُونَ مَعَنَا، فَيَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى: اذْهَبُوا، فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالَ دِينَارٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجُوهُ، وَيُحَرِّمُ اللّٰهُ صُوَرَهُمْ عَلَى النَّارِ، فَيَأْتُونَهُمْ وَبَعْضُهُمْ قَدْ غَابَ فِي النَّارِ إِلٰى قَدَمِهٖ، وَإِلٰى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ، فَيُخْرِجُونَ مَنْ عَرَفُوا، ثُمَّ يَعُودُونَ، فَيَقُولُ: اذْهَبُوا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالَ نِصْفِ دِينَارٍ فَأَخْرِجُوهُ، فَيُخْرِجُونَ مَنْ عَرَفُوا، ثُمَّ يَعُودُونَ، فَيَقُولُ: اذْهَبُوا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجُوهُ، فَيُخْرِجُونَ مَنْ عَرَفُوا قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَإِنْ لَمْ تُصَدِّقُونِي فَاقْرَؤُوا: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَّإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضَاعِفْهَا﴾(النّساء: ٤٠)، فَيَشْفَعُ النَّبِيُّونَ وَالْمَلَائِكَةُ وَالْمُؤْمِنُونَ، فَيَقُولُ الْجَبَّارُ: بَقِيَتْ شَفَاعَتِي، فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِّنَ النَّارِ، فَيُخْرِجُ أَقْوَامًا قَدِ امْتُحِشُوا، فَيُلْقَوْنَ فِي نَهَرٍ بِأَفْوَاهِ الْجَنَّةِ، يُقَالُ لَهٗ: مَاءُ الْحَيَاةِ، فَيَنْبُتُونَ فِي حَافَتَيْهِ كَمَا تَنْبُتُ

الْحِبَّةُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ .

”جب مؤمن لوگ دیکھیں گے کہ وہ کامیاب ہو گئے ہیں، تو اپنے بھائیوں کے بارے میں عرض کریں گے: ہمارے رب! یہ ہمارے بھائی، ہمارے ساتھ نماز روزہ کرتے تھے، ہمارے ساتھ مل کر اعمال کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ اور ہر اس شخص کو جہنم سے نکال لو، جس کے دل میں دینار برابر ایمان موجود ہو، اللہ تعالیٰ ان کے چہروں کو جہنم پر حرام کر دے گا، تو مؤمن جہنمیوں کے پاس آئیں گے، ان میں بعض جہنم میں پاؤں تک داخل ہوں گے اور بعض نصف پنڈلی تک، مؤمن ان میں سے جن جن کو پہچانتے ہوں گے، نکال لیں گے، پھر واپس آئیں گے، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ اور جن کے دل میں نصف دینار کے برابر بھی ایمان ہے، انہیں جہنم سے نکال لو، تو وہ جن کو پہچانتے ہوں گے ان کو وہاں سے نکال لائیں گے۔ پھر جب واپس آئیں گے، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ، جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو، اسے بھی نکال لاؤ۔ وہ جنہیں پہچانیں گے، انہیں وہاں سے نکال لائیں گے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اگر آپ کو یقین نہ آئے، تو یہ آیت کریمہ پڑھ لیں: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَّإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضَاعِفْهَا﴾ ”بے شک اللہ تعالیٰ ذرہ برابر (بھی) ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی ہو، تو وہ اسے دگنا کر دے گا۔“ پھر انبیائے کرام، اہل ایمان اور فرشتے شفاعت کریں گے۔ اس کے بعد اللہ جبار فرمائے گا: اب خاص میری شفاعت باقی رہ گئی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ دوزخ سے ایک مٹھی بھرے گا اور ایسے لوگوں کو نکالے گا، جو جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں

گے۔ پھر انہیں جنت کے ایک کنارے پر واقع نہر میں ڈال دیا جائے گا، جسے آب حیاب کہا جاتا ہے، وہ نہر کے کنارے پر ایسے اُگیں گے، جس طرح دانہ سیلاب کے خس وخاشاک میں اُگتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 7439، صحيح مسلم : 183)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ النُّصُوصَ الْمُتَوَاتِرَةَ تَقْتَضِي دُخُولَ بَعْضِ أَهْلِ التَّوْحِيدِ وَخُرُوجِهِمْ.

''متواتر نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض اہل توحید جہنم میں داخل ہوں گے، پھر نکال لیے جائیں گے۔''

(مَجموع الفتاویٰ : 196/16)

سوال: قرآنِ کریم نے اصحاب کہف کا قصہ بیان کیا ہے:

﴿قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلٰى أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا﴾.

(الكهف : ٢١)

''وہ بولے، جو اس کام میں غالب رہے کہ ہم تو ان اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے۔'' (جاءالحق از نعیمی، 283/1)

بعض لوگوں نے مذکورہ آیت سے قبروں پر قبے اور گنبد بنانے کا جواز کشید کیا ہے، اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: اس سے قطع نظر کہ اصحاب کہف کی غار پر قبر بنانے والے لوگ مسلمان تھے یا مشرک، ان کے مسجد بنانے کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أَكْرِمُوْا إِخْوَانَكُمْ قَالَ : فَنَظَرُوْا فِي أَمْرِهِمْ فَقَالُوا : ﴿لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا﴾(الكهف : ٢١)، فَجَعَلُوْا يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لَهُم وَيَدْعُوْنَ لَهُمْ .

"(ان لوگوں نے کہا) اپنے بھائیوں کی عزت کرو۔ انہوں نے غور وفکر کے بعد کہا کہ ہم ان پر مسجد بنائیں گے۔ پھر وہ ان پر نماز جنازہ پڑھنے لگے، ان کے لیے استغفار کرنے لگے اور ان کے حق میں دعا مانگنے لگے۔"

(تغليق التّعليق لابن حجر : 246/4، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو "صحیح" کہا ہے۔

بس بات اتنی تھی، اس سے قبروں پر بڑے بڑے قبوں کا جواز کیسے؟

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ بِنَاءَ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُورِ لَيْسَ مِنْ دِينِ الْمُسْلِمِينَ، بَلْ هُوَ مَنْهِيٌّ عَنْهُ بِالنُّصُوصِ الثَّابِتَةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاتِّفَاقِ أَئِمَّةِ الدِّينِ، بَلْ لَا يَجُوزُ اتِّخَاذُ الْقُبُورِ مَسَاجِدَ سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ عَلَيْهَا أَوْ بِقَصْدِ الصَّلَاةِ عِنْدَهَا بَلْ أَئِمَّةُ الدِّينِ مُتَّفِقُونَ عَلَى النَّهْيِ عَنْ ذٰلِكَ .

"قبروں پر مسجدیں بنانے کا تعلق مسلمانوں کے دین سے نہیں ہوسکتا، بلکہ نبی اکرم ﷺ سے ثابت شدہ نصوص اور ائمہ دین کے اجماع میں اس کی ممانعت موجود ہے۔ قبروں کو مسجدیں بنانا جائز ہی نہیں، خواہ ان پر مسجدیں بنا کر یہ کام

کیا جائے یا ان کے نزدیک نماز پڑھ کر۔ تمام ائمہ دین اس سے روکنے پر متفق ہیں۔'' (مجموع الفتاوٰی: 488/27)

۞ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ دَلَّ الْقُرْآنُ عَلٰى مِثْلِ مَا دَلَّ عَلَيْهِ هٰذَا الْحَدِيْثُ، وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي قِصَّةِ أَصْحَابِ الْكَهْفِ: ﴿قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلٰى أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا﴾ (الكهف: ٢١) فَجَعَلَ اتِّخَاذَ الْقُبُوْرِ عَلَى الْمَسَاجِدِ مِنْ فِعْلَ أَهْلِ الْغَلَبَةِ عَلَى الْأُمُوْرِ، وَذٰلِكَ يُشْعِرُ بِأَنَّ مُسْتَنَدَ الْقَهْرِ وَالْغَلَبَةِ وَاتِّبَاعِ الْهَوٰى، وَأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ فِعْلَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ الْمُتَّبِعِيْنَ لِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رُسُلِهٖ مِنَ الْهُدٰى.

''قرآنِ کریم نے بھی وہی بات بیان کی ہے، جو حدیثِ نبوی نے بیان کی ہے۔ اصحاب کہف کے قصے کے بارے میں فرمان ہے: ﴿قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلٰى أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا﴾ (الكهف: ١٢) ''ان کے حکمرانوں نے کہا کہ ہم ضرور ان پر مسجد بنائیں گے۔'' قبروں پر مساجد بنانے کا کام حکمرانوں کا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اعتماد غلبے، تسلط اور خواہش نفس پر تھا، نیز یہ ان اہل علم وفضل کا کام نہیں، جو رسولوں پر اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہدایت کی پیروی کرتے ہیں۔''

(فتح الباري لابن رجب: 397/2)

❀ علامہ ابو قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

ذَهَبَ الْجُمْهُورُ إِلٰى أَنَّ هٰذَا الْاِرْتِفَاعَ الْمَأْمُورَ بِإِزَالَتِهٖ هُوَ مَا زَادَ عَلَى التَّسْنِيمِ، وَيَبْقٰى لِلْقَبْرِ مَا يُعْرَفُ بِهٖ وَيُحْتَرَمُ، وَذٰلِكَ صِفَةُ قَبْرِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَبْرِ صَاحِبَيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

''جمہور کا مذہب ہے کہ قبر اتنی اونچائی ہوگی، جو اسے کوہان نما بنا دے، جو اس سے زائد ہو اسے گرا دیا جائے گا۔ اتنی قبر باقی رکھی جائے گی کہ اس کی پہچان رہے اور اس کا احترام رہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں (سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کی قبروں کا یہی حال ہے۔''

(تفسير القرطبي : 10/380)

❀ علامہ آلوسی رحمہ اللہ (۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں:

اُسْتُدِلَّ بِالْآيَةِ عَلٰى جَوَازِ الْبِنَاءِ عَلٰى قُبُوْرِ الصُّلَحَاءِ وَاتِّخَاذِ مَسْجِدٍ عَلَيْهَا وَجَوَازِ الصَّلَاةِ فِي ذٰلِكَ، وَمِمَّنْ ذَكَرَ ذٰلِكَ الشَّهَابُ الْخَفَاجِيُّ فِي حَوَاشِيْهِ عَلَى الْبَيْضَاوِيِّ وَهُوَ قَوْلٌ بَاطِلٌ عَاطِلٌ فَاسِدٌ كَاسِدٌ.

''اس آیت کریمہ سے استدلال کیا گیا ہے کہ صلحا کی قبروں پر عمارت ومسجد بنانا اور اس میں نماز ادا کرنا جائز ہے۔ شہاب خفاجی نے بیضاوی پر اپنے حاشیوں میں یہ بات کی ہے۔ یہ قول باطل، فاسد اور بودا ہے۔''

(روح المَعاني : 237/15)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ تَشْكُو إِلَيْهِ الْحَاجَةَ، فَقَالَ : أَدُلُّكَ عَلٰى خَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكَ، تُهَلِّلِينَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِينَ عِنْدَ مَنَامِكَ، وَتُسَبِّحِينَهُ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِينَ، وَتَحْمَدِينَهُ أَرْبَعًا وَّثَلَاثِينَ، قَالَ : تِلْكَ مِائَةُ مَرَّةٍ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا .

''ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی حاجت مندی کا شکوہ کرنے لگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آپ کو اس سے بہتر کی راہنمائی نہ کروں، وہ یہ کہ آپ سوتے وقت تینتیس مرتبہ لا الہ الا اللہ، تینتیس مرتبہ سبحان اللہ اور چونتیس مرتبہ الحمد للہ پڑھ لیا کریں۔ یہ سو کی تعداد آپ کے لیے دنیا اور اس میں موجود ہر شے سے بہتر ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 427/10، الأدب المفرد للبخاري : 635)

جواب: سند ضعیف ہے۔ سلمہ بن وردان ضعیف و متروک ہے۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''غیر محفوظ'' قرار دیا ہے۔

(الكامل في ضعفاء الرجال : 360/4)

البتہ اس معنی کی ایک حدیث ثابت ہے۔

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چکی پیسنے کی وجہ سے ہاتھ درد کی شکایت ہوئی، تو وہ نبی

کریم ﷺ کے ہاں خادم کا مطالبہ کرنے کے لیے آئیں، لیکن نبی کریم ﷺ اس وقت گھر نہیں تھے، تو آپ رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مدعا کہا اور واپس چلی آئیں، نبی کریم ﷺ گھر تشریف لائے، تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بات کا تذکرہ کیا، آپ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے، ہم استراحت کے لیے بستروں میں دراز ہو چکے تھے، میں نے اٹھنا چاہا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹھ جایئے اور ہمارے درمیان آ کر بیٹھ گئے، تب آپ ﷺ کے قدموں کی ٹھنڈک میں اپنے سینے میں محسوس کر رہا تھا۔ فرمایا: ایک عمل بتاؤں، جو آپ کے لئے خادم سے بہتر ہو گا، بستر پر دراز ہونے لگیں، تو 33 بار اللہ اکبر، 33 بار سبحان اللہ اور 33 الحمد للہ پڑھ لیا کریں، یہ آپ کے لیے خادم سے بہتر ہے، ابن سیرین رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ سبحان اللہ 34 بار کہنا ہے۔''

(صحيح البخاري : 6318؛ صحيح مسلم : 2727)

❁ ایک روایت میں اللہ اکبر 34 بار کا ذکر ہے۔

(صحيح البخاري : 5362)

سوال: بلی کو قتل کرنا کیسا ہے؟

جواب: ہر ضرر رساں چیز کو تلف کرنا جائز ہے، بلی اگر نقصان کرتی ہے، تو اسے تلف کیا جا سکتا ہے، علمائے احناف کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

(المُحيط البُرهاني لابن مازة : 381/5، الفتاوى البزّازية : 370/6)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۰۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: جماعت اسلامی کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جواب: جماعت اسلامی گمراہ اور حزبی جماعت ہے، اس کی افکار و نظریات نقصان دہ ہیں، کئی معاصر علما نے اس جماعت پر نقد کیا ہے۔

❁ علامہ نجم الدین اصلاحی صاحب لکھتے ہیں:

''جماعت اسلامی کے بنیادی عقائد، خیالات اور افراد کی زندگیاں، تحریریں موجود ہیں، جن پر علمائے حق کے سوادِ اعظم نے گمراہی، بے راہ روی اور اُمت میں تفریق وغیرہ اُمور سے تعبیر کیا ہے اور بیسیوں مسائل کی غلطی جو عوام کے لیے معصیت، بدعت سیئہ وغیرہ ہو سکتی ہے اور ہوئی، ثابت کر کے رکھ دیا، مگر ان لوگوں کو جو انبیا کے مقام سے بولنے اور اقامت فی الدین کے مدعی ہیں، یہ نہ ہو سکا کہ کسی ایک دو بنیادی غلطیوں کو مان کر سلف صالحین کی سنت کو زندہ کرتے...... میں اس نتیجے پر پہنچ چکا ہوں کہ یہ جماعت (اسلامی) بھی سابق کی گمراہ جماعتوں کی طرح صریح گمراہی میں مبتلا ہے، اللہ ہی چاہے تو راہِ راست پر آ سکتی ہے، ورنہ نہیں۔''

(حاشیہ مکتوبات شیخ الاسلام، جلد سوم، صفحہ 94)

❁ مزید کہتے ہیں:

’’بہر کیف مودودی صاحب کی یہ آخری تحریر کہ عصمت انبیاء کے لوازم ذاتیہ سے نہیں ہے نہایت ہی گمراہ کن اور قصر نبوت کی ایک ایک اینٹ کو پراگندہ کرنے والی اور برباد کرنے والی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ حضرت (حسین احمد مدنی دیوبندی صاحب) رحمۃ اللہ علیہ نے اس فرقہ کے خلاف جس طرح زبان اور قلم کو حرکت دے کر سواد اُمت کو بروقت متنبہ فرمایا اور مودودی جماعت کی تلبیسات کی نشان دہی کر کے اصولی گرفت فرمائی۔ ...... مودودی دستور اور عقائد پر حضرت رحمہ اللہ کا رسالہ شائع ہے، ملاحظہ فرمایا جائے۔‘‘

(حاشیہ مکتوبات شیخ الاسلام، جلد سوم، صفحہ 251)

❀ مزید لکھتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ جماعت اسلامی کے نوجوانوں کو ہدایت کے بعد توفیق بخشے کہ وہ اقامت دین سے پہلے اپنے کو علم و عمل اور اخلاق فاضلہ سے آراستہ کر لیں اور دینی دعوت کے نام پر عہد حاضر کی پٹے باز سیاسی ٹولیوں کی طرح پروپیگنڈہ، فریب دہی کے ذریعہ قیل وقال کا بازار گرم کرنا اور بے سروپا اُمور کو چھیڑ کر بزرگوں پر تنقید کے لیے بے تاب نہ ہوں۔ یہ ایسے قبائح شرعی اور اخلاق ہیں، جس کا صحیح طور پر ڈانڈا عہد قدیم وجدید کی گمراہ ٹولیوں سے ملتا جلتا ہے۔ اگر پروپیگنڈہ پر دین کی بساط قائم ہوتی، تو اسلام آج سے پہلے بھی اپنوں کے ہاتھوں ختم ہو چکا ہوتا، بلکہ اسلام کی غیر معمولی ترقی کا راز عمل صالح اور محاسن اخلاق میں مضمر تھا۔‘‘

(حاشیہ مکتوبات شیخ الاسلام، جلد سوم، صفحہ 234)

علامہ حسین احمد مدنی دیوبندی صاحب (۱۹۵۷ء) کہتے ہیں:

''مودودی صاحب کی اس عبارت کا مطلب مجھ سے آپ کیوں پوچھتے ہیں، انہی سے پوچھیئے، میں ان کے اس مضمون (کہ ہر نبی سے ایک نہ ایک غلطی ہوئی اور دوسری اس قسم کی ہفوات) سے تکفیر نہیں کرتا، ضلال سمجھتا ہوں۔''

(مکتوبات شیخ الاسلام، جلد سوم، صفحہ 95)

نیز کہتے ہیں:

''غور فرمایئے کہ مودودیوں کے اس غلو اور افراط کے نتائج (کہ وہ اپنی جماعت کو اصلی مسلمان قرار دیتے ہیں اور دوسرے مسلمانوں کو نسلی مسلمان قرار دے کر سلف اور متبعین مذاہب اربعہ اور صوفیائے کرام کو نہایت دلخراش الفاظ سے علانیہ ذکر کرتے ہوئے تکفیر اور تحمیق و تجہیل کرتے ہیں اور سلف صالحین اور صحابہ کرام سے آج تک کے تمام مسلم افراد پر زبان درازیاں کرتے ہوئے تنقید وسب وشتم کرتے ہیں) کہاں سے کہاں تک پہنچ رہے ہیں اور آئندہ ان نتائج کے کیا کیا پھول وپھل لگ سکتے ہیں، دوربیں اور سمجھدار لوگوں کو متنبہ ہونا اور عبرت پکڑنا ازبس ضروری ہے اور جس قدر احتیاط اور انضباط ممکن ہو عمل میں لانا واجب ہے، واللہ الموفق۔''

(مکتوبات شیخ الاسلام، جلد سوم، صفحہ 87، مکتوب نمبر 10)

نیز کہتے ہیں:

''جو حضرات مودودیت کی دعوت دینے کے لیے یہ پروپیگنڈا کرتے پھرتے اور بہت سے سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دام اور جال میں پھنسا رہے ہیں اور

کہتے ہیں کہ مودودی صاحب کی تحریروں اور لٹریچروں سے بے شمار انگریزی خواں جو کالجوں کی تعلیم سے بالکل ملحد اور بے دین ہو گئے تھے دیندار ہو گئے ہیں۔ یہ عظیم الشان کارنامہ مودودی صاحب کا ہے جس کی بنا پر سب کو ان ہی کے حلقہ ارادت کی طرف دعوت دی جاتی ہے اور جو حضرات اس دامِ تزویر میں گرفتار ہیں وہ غور فرمائیں کہ مودودی صاحب کے لٹریچروں سے دائرہ ایمان و دین میں داخل ہونے والے زیادہ ہیں یا ان لٹریچروں کی وجہ سے نکل جانے والے زیادہ ہیں اور غضب تو یہ ہے کہ جو لوگ ان گنہگار مسلمانوں کو دائرہ اسلام و ایمان سے خارج نہیں کرتے ان کو کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ قرآن سے جاہل ہیں، حالانکہ قرآن کی متعدد آیتیں اور بے شمار احادیث ان لوگوں کے ایمان اور اسلام کی شہادت دیتی ہیں اور ان کو مغفرت اور نجات کی اُمید دلاتی ہیں۔''

(مکتوبات شیخ الاسلام، جلد سوم، صفحہ 82، مکتوب نمبر 10)

❀ نیز کہتے ہیں:

''محترماً! مودودی صاحب کا یہ فتویٰ صاحب ہدایہ کے قول سے نہایت تعجب خیز ہے۔ وہ تو ہدایہ، شرح وقایہ اور دیگر کتب فقہ حنفیہ کی سخت تذلیل اور توہین جگہ جگہ کرتے ہیں۔''

(مکتوبات شیخ الاسلام، جلد چہارم، صفحہ 146، مکتوب نمبر 38)

❀ نیز کہتے ہیں:

''جناب کو مودودی صاحب کی تحریریں دیکھ کر اس قدر متاثر ہونا کہ اسلام سے بدظن ہو جائیں تعجب خیز ہے۔ (اولاً) علامہ مودودی خود اقرار کرتے ہیں کہ

میں عالم نہیں ہوں۔ وہ ترجمان نمبر ۳۲۷ ربیع الاول ۱۳۵۵ء میں تحریر فرماتے ہیں: ”مجھے گروہ علماء میں شامل ہونے کا شرف حاصل نہیں ہے۔ میں ایک بیچ کی راس کا آدمی ہوں جس نے جدید وقدیم دونوں طریقہ ہائے تعلیم سے کچھ کچھ حصہ پایا ہے اور دونوں کو چوں کو چل پھر کر دیکھا ہے۔ اپنی بصیرت کی بنا پر نہ تو میں قدیم گروہ کو سراپا خیر سمجھتا ہوں اور نہ جدید گروہ کو۔“ تعلیم میں ان کا صاف اقرار ہے کہ میں نے کچھ کچھ حصہ پایا ہے، اس کے بعد ان کا کوئی حکم شرعی اُمور کے متعلق آیا قابل وثوق واعتماد قرار دیا جا سکتا ہے؟

نیم طبیب خطرۂ جان ونیم ملا خلل ایمان۔ مشہور مقولہ ہے۔“

(مکتوبات شیخ الاسلام، جلد چہارم، صفحہ 178-179، مکتوب نمبر 50)

❁ مزید کہتے ہیں:

”مودودیانِ کرام کس منہ سے انبیاء علیہم السلام کے متعلق عصمت کے دعویدار اور دوسروں پر گرفت کرنے والے ہو سکتے ہیں، جبکہ ان کے نزدیک انبیاء گذشتہ مین سے کوئی بھی نہ معیار حق ہے نہ تنقید سے بالاتر ہے نہ اس کی ذہنی غلامی جائز ہے، دیکھئے دستور جماعت اسلامی صفحہ ۵۔“

(مکتوبات شیخ الاسلام، جلد سوم، صفحہ 233، مکتوب نمبر 94)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

فِي الضَّالَّةِ يَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَيَتَشَهَّدُ وَيَقُولُ: يَا هَادِيَ الضَّالِّ، وَرَادَّ الضَّالَّةِ ارْدُدْ عَلَيَّ ضَالَّتِي بِعِزَّتِكَ وَسُلْطَانِكَ

فَإِنَّهَا مِنْ عَطَائِكَ وَفَضْلِكَ .

’’جس کا جانور گم ہو جائے، وہ وضو کرے، دو رکعت ادا کرے اور تشہد میں یہ دعا کرے: ’’اے گمراہ کو ہدایت دینے والے اور گم شدہ جانور کو لوٹانے والے! اپنی عزت اور قدرت کے ساتھ میرا جانور مجھے لوٹا دے، بلاشبہ یہ تیری عطا اور تیرا فضل ہی ہے۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شيبة : 29720، الدعوات الكبير للبيهقي : 556)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① محمد بن عجلان کا عنعنہ ہے۔

② عمر بن کثیر بن افلح کا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سماع معلوم نہیں۔

❁ یہ روایت مرفوع بھی مروی ہے۔

(المعجم الكبير للطّبراني : 340/12)

مرفوعاً سخت ضعیف ہے۔

① عبدالرحمٰن بن یعقوب بن ابی عباد مکی ’’مجہول‘‘ ہے۔

② ابن عجلان کا عنعنہ ہے۔

③ عمر بن کثیر بن افلح کا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سماع معلوم نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى اسْمِ اللّٰهِ الْأَعْظَمِ الَّذِي إِذَا دُعِيَ بِهٖ أَجَابَ، وَإِذَا سُئِلَ بِهٖ أَعْطٰى؟ الدَّعْوَةُ الَّتِي دَعَا بِهَا يُونُسُ حَيْثُ نَادَاهُ

فِي الظُّلُمَاتِ الثَّلَاثِ: ﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هَلْ كَانَتْ لِيُونُسَ خَاصَّةً أَمْ لِلْمُؤْمِنِينَ عَامَّةً؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَلَا تَسْمَعُ قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ، وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ﴾(الأنبياء : ٨٨)، وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَيُّمَا مُسْلِمٍ دَعَا بِهَا فِي مَرَضِهٖ أَرْبَعِينَ مَرَّةً فَمَاتَ فِي مَرَضِهٖ ذٰلِكَ أُعْطِيَ أَجْرَ شَهِيدٍ، وَإِنْ بَرَأَ بَرَأَ، وَقَدْ غُفِرَ لَهٗ جَمِيعُ ذُنُوبِهٖ .

کیا میں آپ کو اللہ کے اسم اعظم کی خبر نہ دوں، کہ اس کے وسیلہ سے جب دعا کی جائے، تو اللہ قبول کرتا ہے اور جب سوال کیا جائے، تو اللہ عطا کر دیتا ہے۔ یہ وہ دعا ہے، جو سیدنا یونس علیہ السلام نے تین اندھیروں میں رب تعالیٰ کو پکارتے ہوئے مانگی تھی (جیسا کہ قرآن کریم میں ہے) : ﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ ’’تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بلاشبہ میں ہی ظلم کر بیٹھا ہوں۔‘‘ ایک شخص عرض گزار ہوا: اللہ کے رسول! کیا یہ دعا سیدنا یونس علیہ السلام کے ساتھ خاص تھی یا مؤمنوں کے لیے بھی ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا آپ نے اللہ عزوجل کا یہ فرمان نہیں سنا: ﴿وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ، وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ﴾(الأنبياء : ٨٨) ’’ہم نے ان (یونس علیہ السلام) کو غم سے نجات دی، اسی طرح ہم مؤمنوں کو نجات

دیتے ہیں۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان بھی بیماری میں چالیس مرتبہ ان کلمات کے ساتھ دعا کرتا ہے، تو اگر وہ اسی مرض میں وفات پا جائے، تو اسے شہید کے برابر اجر ملتا ہے اور وہ شفایاب ہو جائے، تو شفایابی کے ساتھ ساتھ اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

(المُستدرك للحاكم :505/1)

جواب: باطل روایت ہے۔

① عمرو بن بکر سکسکی ''متروک و منکر الحدیث'' ہے۔

② احمد (والصحیح: ابراہیم) بن عمرو بن بکر سکسکی ''متروک'' ہے۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِيْ عَنْ أَبِيهِ الْأَشْيَاءَ الْمَوْضُوعَةَ الَّتِي لَا تُعْرَفُ مِنْ حَدِيثِ أَبِيهِ وَأَبوهُ أَيْضًا لَا شَيْءَ فِي الْحَدِيثِ .

''ابراہیم نے اپنے والد سے کئی من گھڑت روایات بیان کر رکھی ہیں، جو اس کے والد کی احادیث میں معلوم نہیں، اس کا باپ بھی حدیث میں بے حیثیت ہے۔''

(كتاب المَجروحين :112/1)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

مَنْ قَرَأَ يٰسٓ حِينَ يُصْبِحُ، أُعْطِيَ يُسْرَ يَوْمِهٖ حَتّٰى يُمْسِيَ، وَمَنْ قَرَأَهَا فِي صَدْرِ لَيْلِهٖ، أُعْطِيَ يُسْرَ لَيْلَتِهٖ حَتّٰى يُصْبِحَ .

''سورت یٰس صبح پڑھیں، تو شام تک آسانی ہوگی۔ رات کے اول حصے میں

پڑھیں، تو صبح تک آسانی ہو گی۔‘‘

(سنن الدّارمي : 3462)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔

یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سورت یس کی فضیلت ثابت نہیں اور اس سلسلہ میں مروی تمام روایات ’’ضعیف‘‘ ہیں۔

سوال: آوارہ کتوں کو تلف کرنا کیسا ہے؟

جواب: آوارہ کتوں کو تلف کیا جا سکتا ہے۔ ان سے راہ گیروں کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

✿ فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

قَرْيَةٌ فِيهَا كِلَابٌ وَيَتَضَرَّرُ أَهْلُ الْقَرْيَةِ مِنَ الْكِلَابِ يُؤْمَرُ أَرْبَابُ الْكِلَابِ بِقَتْلِهَا، فَإِنْ أَبَوْا، أَمَرَهُمُ الْحَاكِمُ بِقَتْلِهَا .

’’جس بستی میں کتے ہوں اور بستی والوں کو ان سے نقصان ہوتا ہو، تو کتوں کے مالکان کو انہیں قتل کرنے کا کہا جائے گا، اگر وہ انکار کر دیں، تو حاکم وقت انہیں اپنے کتے قتل کرنے کا حکم دے گا۔‘‘

(الفتاوی البزّازية : 370/6)

سوال: بعض کہتے ہیں کہ غسل خانہ میں بات کرنا جائز نہیں، اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: غسل خانہ میں بات کی جا سکتی ہے، شریعت میں اس کی ممانعت نہیں۔ البتہ بعض احادیث سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے، مثلاً:

✿ عبداللہ بن حنین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

اِمْتَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي غَسْلِ الْمُحْرِمِ رَأْسَهٗ وَهُمَا بِالْعَرْجِ فَأَرْسَلُونِي إِلٰى أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَأَتَيْتُهٗ فَوَجَدْتُهٗ يَغْتَسِلُ بَيْنَ قَرْنَيْ بِئْرٍ فَسَلَّمْتُ فَضَمَّ الثَّوْبَ إِلٰى صَدْرِهٖ فَقُلْتُ : أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ ابْنُ أَخِيكَ أَسْأَلُكَ كَيْفَ رَأَيْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَأْسَهٗ قَالَ : رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَأْسَهٗ هٰكَذَا فَأَقْبَلَ بِيَدَيْهِ عَلٰى رَأْسِهٖ مُقْبِلًا وَّمُدْبِرًا قَالَ : هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَأْسَهٗ .

”مقام عرج پر سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم کے درمیان محرم کے سر دھونے پر اختلاف ہو گیا، چنانچہ انہوں نے مجھے سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، میں ان کے پاس آیا، تو انہیں کنویں پر گاڑی ہوئی دو لکڑیوں کے درمیان غسل کرتے پایا، میں نے سلام کیا، تو انہوں نے سینے تک کپڑا لپیٹ لیا، میں نے کہا: مجھے آپ کے بھتیجے نے یہ پوچھنے کے لیے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (حالت احرام میں) کیسے سر دھوتے دیکھا ہے؟ فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح سر دھوتے ہوئے دیکھا ہے، وہ سر پر اپنے ہاتھوں کو آگے سے پیچھے اور پیچھے سے آگے لائے اور فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح سر دھوتے ہوئے دیکھا ہے۔“

(صحیح البخاري : 1840، صحیح مسلم : 1205، المُنتقی لابن الجارود : 441)

سوال: جو شخص کسی عذر کی بنا پر بیٹھ کر قیام کرے، کیا وہ کھڑا ہو کر رکوع کر سکتا ہے؟

جواب: کتاب وسنت کے دلائل کی رو سے نوافل کی چار صورتیں بنتی ہیں۔

① کھڑے ہو کر نفل ادا کرے اور رکوع بھی کھڑے ہو کر کرے۔

② بیٹھ کر نفل ادا کرے اور رکوع بھی بیٹھے بیٹھے کرے۔

③ بیٹھ کر نفل ادا کرے، قرأت ختم ہوتے ہی کھڑے ہو کر رکوع کرے۔

④ بیٹھ کر نفل ادا کرے، کچھ قرأت بیٹھ کر اور کچھ کھڑے ہو کر کرے کھڑے کھڑے رکوع کرے۔

اگر کسی شخص کو نماز کے آغاز میں عذر لاحق ہو، دوران نماز عذر ختم ہو جائے، تو وہ بقیہ نماز کھڑے ہو کر ادا کرے گا۔

سوال: قرآن وحدیث اور تاریخ کی خبر میں تعارض ہو، تو کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن اور احادیث صحیحہ وحی ہیں، ساری کی ساری وحی من جانب اللہ ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا علم ہے، اللہ تعالیٰ کا علم خطا اور غلطی سے پاک ہے۔ لہٰذا اگر کسی قرآنی خبر یا حدیث صحیح کی بات کسی تاریخی خبر کے معارض ہو، تو یقینی طور پر قرآن وحدیث کی بات کو حق اور سچ مانا جائے گا اور تاریخ کو ٹھکرا دیا جائے گا، کیونکہ تاریخی خبریں یقینی نہیں ہیں، جبکہ قرآن وسنت یقینی ہیں، ویسے بھی تاریخ میں اکثر ضعیف وکذاب راویوں کا ہیر پھیر ہے، اس لیے اسے قرآن وسنت کی محکم اخبار کے معارض پیش نہیں کیا جا سکتا۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيثًا﴾ (النّساء : ۸۷)

''اللہ سے زیادہ سچی بات کس کی ہو سکتی ہے؟''

❁ نیز فرمایا:

﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيلًا﴾(النّساء : ١٢٢)

’’اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات کس کی ہو سکتی ہے؟‘‘

❁ علامہ حسین احمد مدنی دیوبندی صاحب (۱۹۵۷ء) کہتے ہیں:

’’اگر کسی تاریخی روایت میں اور آیات و احادیث صحیحہ میں تعارض واقع ہوگا، تو تواریخ کو غلط کہنا ضروری ہے۔‘‘

(مکتوبات شیخ الاسلام، جلد اول، صفحہ 264، مکتوب نمبر 88)

سوال: بعض کہتے ہیں کہ مسجد حرام سے پہلے بھی زمین پر کوئی مرکز تھا، جس میں فرشتے حج کرتے تھے۔ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: اس پر کوئی دلیل نہیں کہ مسجد حرام سے پہلے بھی کوئی مسجد یا مرکز کرہ ارض پر موجود تھا، جس میں فرشتے حج کرتے تھے، بلکہ اس بارے میں نصوص بالکل واضح ہیں کہ زمین پر سب سے پہلا مرکز مسجد حرام ہے، جو خالص عبادت کے لیے بنایا گیا ہے، اس کی طرف لوگ حج کے لیے آتے ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعَالَمِينَ﴾

(آل عمران : ٩٦)

’’سب سے پہلا گھر، جو لوگوں (کی عبادت اور حج) کے لیے بنایا گیا، وہ مکہ میں موجود ہے، بابرکت ہے اور تمام لوگوں کے لیے مرکز ہدایت ہے۔‘‘

❁ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَوَّلِ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ : اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ، قُلْتُ : ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ : الْمَسْجِدُ الْأَقْصٰى قُلْتُ : كَمْ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ : أَرْبَعُونَ عَامًا، ثُمَّ الْأَرْضُ لَكَ مَسْجِدٌ، فَحَيْثُمَا أَدْرَكَتْكَ الصَّلَاةُ فَصَلِّ .

’’میں نے رسول اللہ ﷺ سے زمین پر بنائی جانے والی پہلی مسجد کے متعلق سوال کیا، فرمایا: مسجد حرام۔ عرض کیا: پھر اس کے بعد؟ فرمایا: مسجد اقصی، فرمایا: ان کے درمیان کتنا فرق تھا؟ فرمایا: چالیس سال، تمام زمین آپ کے لئے مسجد ہے، جہاں نماز کا وقت ہو پڑھ لیجئے۔‘‘

(صحيح البخاري : 3425، صحيح مسلم : 520)

ثابت ہوا کہ زمین پر سب سے پہلی مسجد اور مرکز مسجد حرام تھا، اس سے پہلے کوئی مسجد یا مرکز موجود نہیں تھا، جس میں حج کیا جاتا ہو۔

سوال: بعض کہتے ہیں کہ جو علم فلکیات کا ماہر ہو، وہ چاند کی منازل کا حساب لگا کر روزہ رکھ سکتا ہے، آنکھ سے چاند دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: رمضان کی آمد اور رمضان کے اختتام کے لیے شریعت نے رؤیت ہلال کو بنیاد بنایا ہے، یہ رؤیت آنکھ سے معتبر ہے۔ کوئی کتنا بھی فلکیات کا ماہر ہو، جب تک چاند کو آنکھ سے نہیں دیکھ لیتا، رؤیت معتبر نہ ہو گی۔ جدید ٹیکنالوجی سے مستفید ہونا چاہیے، مگر رؤیت وہی معتبر ہوگی، جو بصری ہو، یعنی آنکھ سے دیکھنے کے لیے جدید وسائل کو بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔

اسی طرح کیلنڈر کے مطابق روزے یا عید کرنا جائز نہیں۔ روزے یا عید کے لیے

چاند دیکھنا ضروری ہے۔ جب تک رؤیت بصری حاصل نہ ہو، روزے رکھنا یا عید منانا درست نہیں۔ یادرہے کہ چاند کی تخلیق کا اعتبار نہ ہوگا، بلکہ رؤیت کا اعتبار ہوگا۔

تمام احادیث میں رؤیت بصری کا ذکر ہے۔

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ، فَإِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ .

”چاند دیکھ کر روزے رکھیں اور چاند دیکھ کر روزے چھوڑیں، پھر اگر مطلع ابر آلود ہو، تو شعبان کے تیس دن گن (کر پورے کر) لیں۔“

(صحيح البخاري : 1909، صحيح مسلم :1081)

❁ عبداللہ بن ابی قیس رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”مجھے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا گیا کہ میں ان سے چاند نظر نہ آنے کی صورت میں رمضان کا روزہ رکھنے اور نماز عصر کے بعد (نفل) نماز پڑھنے کے متعلق پوچھوں۔ چنانچہ میں نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: فلاں آپ کو سلام کہتا ہے، انہوں نے مجھے آپ کے پاس نماز عصر کے بعد (نفل) نماز پڑھنے، روزوں میں وصال کرنے اور ماہ رمضان میں روزوں کے متعلق پوچھنے کے لیے بھیجا ہے۔ انہوں نے حدیث کا کچھ حصہ بیان کیا، کہتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ باقی مہینوں کے ایام اس قدر نہیں گنا کرتے تھے، جس قدر شعبان کے ایام گنا کرتے تھے، پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے، اگر چاند نظر نہ آتا، تو (شعبان) کے تیس دن شمار کرتے، پھر روزہ رکھتے۔“

(مسند الإمام أحمد : 149/6، سنن أبي داوٗد : 2325، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۳۷۷)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۹۱۰) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۴۴۴) نے ''صحیح'' کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۴۲۳) نے بخاری اور مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔امام دارقطنی رحمہ اللہ نے (السنن:۲/ ۱۵۷) نے اس کی سند کو ''حسن صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: اگر عالم سے ایسا سوال پوچھا جائے، جس کا اسے علم نہ ہو، تو وہ کیا کرے؟

جواب: مستند عالم اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوتا ہے، اگر اسے کوئی سوال پوچھا جاتا ہے، تو علم اور دلیل کی روشنی میں جواب دیتا ہے۔ عالم کو چاہیے کہ اگر اسے کسی بات کا علم نہ ہو، یا بڑے علما موجود ہوں، تو سائل کو کسی دوسرے عالم کی طرف بھیج دے، یہ علمی امانت ہے۔ کسی سوال کا جواب نہ دینے سے عالم کی شان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ صحابہ کرام میں سے بھی جسے کسی بات کا علم نہ ہوتا، تو کسی دوسرے صحابی سے پوچھ لیتا تھا یا سائل کو دوسرے صحابی کی طرف بھیج دیتا تھا۔ یہ علم کا ادب ہے۔

❀ کریب مولیٰ ابن عباس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ، وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَزْهَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، أَرْسَلُوهُ إِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَقَالُوا : اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيعًا، وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ، وَقُلْ لَهَا : إِنَّا أُخْبِرْنَا عَنْكِ أَنَّكِ تُصَلِّينَهُمَا، وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهَا، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : وَكُنْتُ أَضْرِبُ النَّاسَ مَعَ عُمَرَ بْنِ

الْخَطَّابِ عَنْهَا، فَقَالَ كُرَيْبٌ : فَدَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَبَلَّغْتُهَا مَا أَرْسَلُونِي، فَقَالَتْ : سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ، فَخَرَجْتُ إِلَيْهِمْ، فَأَخْبَرْتُهُمْ بِقَوْلِهَا، فَرَدُّونِي إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا أَرْسَلُونِي بِهٖ إِلٰى عَائِشَةَ، فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْهَا، ثُمَّ رَأَيْتُهٗ يُصَلِّيهِمَا حِينَ صَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِي نِسْوَةٌ مِّنْ بَنِي حَرَامٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْجَارِيَةَ، فَقُلْتُ : قُومِي بِجَنْبِهٖ فَقُولِي لَهٗ : تَقُولُ لَكَ أُمُّ سَلَمَةَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، سَمِعْتُكَ تَنْهٰى عَنْ هَاتَيْنِ، وَأَرَاكَ تُصَلِّيهِمَا، فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهٖ، فَاسْتَأْخِرِي عَنْهُ، فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ، فَأَشَارَ بِيَدِهٖ، فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ : يَا بِنْتَ أَبِي أُمَيَّةَ، سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَإِنَّهٗ أَتَانِي نَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ، فَشَغَلُونِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ.

’’ابن عباس، مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن ازہر رضی اللہ عنہم نے مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور کہا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہم سب کا سلام کہنا اور ان سے عصر کے بعد دو رکعتوں کے بارے پوچھنا اور تصدیق کروانا کہ ہمیں آپ کے متعلق یہ خبر ملی ہے کہ آپ دو رکعت پڑھتی ہیں، جبکہ ہمیں حدیث پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد نماز سے منع فرمایا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:

میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر ان لوگوں کو مارتا تھا، جو عصر کے بعد نماز پڑھتے تھے۔تو میں (کریب) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کا پیغام پہنچا دیا،تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھ لو۔ میں واپس ان (ابن عباس،مسور،عبدالرحمٰن بن ازہر رضی اللہ عنہم) کے پاس آیا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب سنا دیا،تو انہوں نے مجھے وہی پیغام دے کر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیج دیا۔تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے منع کرتے ہوئے بھی سنا،لیکن پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عصر کے بعد پڑھتے ہوئے بھی دیکھا،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے، میرے پاس بنو حرام کی کچھ انصاری خواتین بیٹھی ہوئی تھی، میں نے ایک بچی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑے ہو کر کہو: آپ کو ام سلمہ کہتی ہے : اللہ کے رسول! میں نے آپ کو ان دو رکعتوں سے منع کرتے ہوئے سنا تھا،لیکن آپ خود ادا کر رہے ہیں؟ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے اشارہ کریں،تو واپس آ جانا۔ بچی نے ایسے ہی کیا،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا،تو بچی پیچھے ہٹ گئی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اے ابو امیہ کی بیٹی! آپ نے عصر کے بعد دو رکعتوں کے بارے پوچھا ہے، دراصل (نماز ظہر کے بعد) میرے پاس قبیلہ عبد القیس کے کچھ لوگ آئے تو انہوں نے مجھے ظہر کے بعد کی دو رکعتوں سے مشغول کر دیا تھا، یہ وہی دو رکعتیں ہیں۔"

(صحيح البخاري : 1233، صحيح مسلم : 834)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''حدیث میں دلیل ہے کہ عالم کے لیے یہ معیوب نہیں ہے کہ جب اس سے ایسا سوال پوچھا جائے، جسے وہ نہیں جانتا، تو وہ کسی دوسرے کی طرف راہنمائی کر دے۔''

(فتح الباري: 3/107)

❁ ہزیل بن شرحبیل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سُئِلَ أَبُو مُوسٰی عَنْ بِنْتٍ وَابْنَةِ ابْنٍ وَأُخْتٍ، فَقَالَ: لِلْبِنْتِ النِّصْفُ، وَلِلْأُخْتِ النِّصْفُ، وَأْتِ ابْنَ مَسْعُودٍ، فَسَيُتَابِعُنِي، فَسُئِلَ ابْنُ مَسْعُودٍ، وَأُخْبِرَ بِقَوْلِ أَبِي مُوسٰی، فَقَالَ: لَقَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ، أَقْضِي فِيهَا بِمَا قَضَی النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِلابْنَةِ النِّصْفُ، وَلِابْنَةِ ابْنٍ السُّدُسُ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ، وَمَا بَقِيَ فَلِلْأُخْتِ فَأَتَيْنَا أَبَا مُوسٰی فَأَخْبَرْنَاهُ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ، فَقَالَ: لَا تَسْأَلُونِي مَا دَامَ هٰذَا الْحَبْرُ فِيكُمْ.

''سیدنا ابوموسیٰ اشعری رحمہ اللہ سے بیٹی، پوتی اور بہن کی وراثت میں حصے کے بارے سوال ہوا، تو فرمایا: نصف بیٹی کے لیے اور نصف بہن کے لیے، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھیے، وہ بھی میری ہی موافقت کریں گے، تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا جواب بھی بتایا گیا، تو سیدنا

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت یافتگان میں نہ رہوں گا، میں اس بارے وہی فیصلہ دوں گا، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ سنایا تھا: بیٹی کا نصف، پوتی کا دو تہائی کو پورا کرتے ہوئے چھٹا حصہ ہے اور جو باقی بچ جائے وہ بہن کا حصہ ہے۔ پھر ہم ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ سنایا، تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: جب تک آپ میں یہ علم کا سمندر موجود ہے، مجھ سے سوال نہ پوچھا کریں۔''

(صحيح البخاري : 6736)

سوال: بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے فتنوں کا سوال کرنا چاہیے، اس سے منافقین اور مؤمنوں کے درمیان فرق واضح ہو جاتا ہے۔ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ فتنوں سے عافیت کا سوال کرنا چاہیے، فتنے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیتے ہیں، تو فتنوں کے برپا ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے۔ فتنہ ایمان اور اسلام کے لیے ایک خطرہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود فتنوں سے پناہ مانگتے تھے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشہد میں یہ دُعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي اَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ القَبْرِ، وَاَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، وَاَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا، وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّي اَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ .

''اللہ! میں عذاب قبر، کانے دجال کے فتنے اور زندگی و موت کی آزمائش سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ یا اللہ! میں گناہ اور قرض سے پناہ چاہتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 832)

❀ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ دعا کی:

نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ، نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ .

”ہم آگ کے عذاب، قبر کے عذاب، ظاہری و باطنی فتنوں سے پناہ میں آتے ہیں، فتنہ دجال سے بھی پناہ چاہتے ہیں۔“

(صحيح مسلم : 2867)

لہٰذا فتنوں سے پناہ مانگنا مشروع ہے، فتنوں کا سوال کرنا جائز نہیں۔

❀ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

فِي مَشْرُوعِيَّةِ ذٰلِكَ الرَّدُّ عَلٰى مَنْ قَالَ : اسْأَلُوا اللّٰهَ الْفِتْنَةَ، فَإِنَّ فِيهَا حَصَادَ الْمُنَافِقِينَ .

”اس (مختلف اُمور سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے) کی مشروعیت کے ثبوت سے اس شخص کا رد ہوتا ہے، جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے فتنوں کا سوال کرو، کیونکہ اس سے منافقین کا قلعہ قمع ہوتا ہے۔“

(شرح صحيح البخاري : 43/10، فتح الباري لابن حجر : 44/13)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلاف اُمت ہمیشہ فتنوں اور آزمائشوں سے پناہ مانگتے رہے ہیں، کبھی کسی نے کسی فتنے کا سوال نہیں کیا۔ انہیں کی اقتدا کرنی چاہیے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۰۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا، دوران نماز معلوم ہوا کہ وہ قبلہ رخ نہیں ہے، تو اب کیا کرے؟

جواب: جس شخص کو دوران نماز معلوم ہو کہ وہ قبلہ رخ نہیں ہے، تو نماز کے دوران ہی قبلہ رخ ہو جائے، خواہ ایک سے زیادہ مرتبہ ایسا کرنا پڑے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تحویل قبلہ کا حکم آیا تو صحابہ کی ایک جماعت بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کر رہی تھی:

مَرَّ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلَمَةَ وَهُمْ رُكُوعٌ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، وَقَدْ صَلَّوْا رَكْعَةً، فَنَادٰى: أَلَا إِنَّ الْقِبْلَةَ قَدْ حُوِّلَتْ، فَمَالُوا كَمَا هُمْ نَحْوَ الْقِبْلَةِ .

”بنوسلمہ کا ایک شخص لوگوں کے پاس سے گزرا، جو نماز فجر پڑھتے ہوئے رکوع کر رہے تھے، پہلی رکعت پڑھ چکے تھے، اس شخص نے آواز دی: خبردار! بلاشبہ قبلہ تبدیل ہو گیا ہے، تو ان لوگوں نے اسی حالت میں اپنا منہ قبلہ (بیت اللہ) کی جانب پھیر لیا۔“

(صحيح مسلم : 527)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ، إِذْ جَاءَ هُمْ آتٍ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ، وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ، فَاسْتَقْبِلُوهَا، وَكَانَتْ وُجُوهُهُمْ إِلَى الشَّأْمِ، فَاسْتَدَارُوا إِلَى الكَعْبَةِ.

”کچھ لوگ قبا بستی میں نماز فجر ادا کر رہے تھے کہ ایک آنے والا آیا اور کہنے لگا: بلاشبہ رسول اللہ ﷺ پر رات قرآن نازل ہوا ہے، جس میں تحویل قبلہ کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا آپ بھی قبلہ رو ہو جائیں۔ اس وقت ان کے منہ شام کی جانب تھے، (یہ سن کر) وہ کعبہ کی طرف پھر گئے۔“

(صحيح البخاري: 403، صحيح مسلم: 526)

جب بیت المقدس کے قبلہ کی منسوخیت کے بعد رخ پھیر کر بیت اللہ کی طرف کرنا ضروری ہے، تو ایسی سمت سے منہ پھیرنا بالاولیٰ ضروری ہے، جو کبھی قبلہ تھا ہی نہیں۔

سوال: نابالغ بچوں کو مسجد لانا کیسا ہے؟

جواب: نابالغ بچوں کو مسجد لایا جا سکتا ہے، انہیں مسجد میں تربیت دی جائے، نماز کا شوق پیدا کیا جائے، نماز اور اخلاق حسنہ کی تعلیم دی جائے۔ مسجد انتظامیہ اور نمازی حضرات کو بھی چاہیے کہ بچوں کی لغزشوں کو درگزر کریں، انہیں دین سکھائیں، اسی میں معاشرے کی خیر پنہاں ہے۔

عہد نبوی میں بچوں کو مسجد میں لایا جاتا تھا، ان پر کوئی نکیر نہیں کی جاتی تھی۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي لَأَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيدُ إِطَالَتَهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ،

فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي مِمَّا أَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمِّهِ مِنْ بُكَائِهِ .

”کئی بار میں نماز شروع کرتا ہوں، ارادہ ہوتا ہے کہ لمبی نماز پڑھاؤں، اسی اثنا میں مجھے بچے کے رونے کی آواز سنائی دیتی ہے، تو میں نماز کو مختصر کر دیتا ہوں، کیونکہ مجھے احساس ہے کہ بچے کے رونے سے ماں بے تاب ہو جاتی ہے۔“

(صحيح البخاري : 709، صحيح مسلم : 470)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

أَعْتَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعِشَاءِ حَتّٰى نَادَاهُ عُمَرُ؛ الصَّلَاةَ، نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ، فَخَرَجَ ....

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء (کے لیے مسجد تشریف لانے) میں تاخیر کر دیا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بآواز بلند کہا: (اللہ کے رسول!) نماز کا وقت ہو چکا ہے اور (مسجد میں حاضر) خواتین اور بچے سونے لگ چکے ہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔“

(صحيح البخاري : 569، صحيح مسلم : 638)

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمَقْصُودُ مِنْهُ هَاهُنَا أَنَّ الصِّبْيَانَ كَانُوا يَشْهَدُونَ مَعَ الرِّجَالِ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”یہاں اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ (عہد نبوی میں) مردوں کے ساتھ چھوٹے بچے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں فرض نماز کی ادا کے لیے مسجد میں حاضر ہوتے تھے۔“

(فتح الباري: 35/8)

❀ سیدنا شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِحْدٰى صَلَاتَيِ الْعِشَاءِ وَهُوَ حَامِلٌ حَسَنًا أَوْ حُسَيْنًا، فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَهُ، ثُمَّ كَبَّرَ لِلصَّلَاةِ فَصَلّٰى فَسَجَدَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ صَلَاتِهٖ سَجْدَةً أَطَالَهَا، قَالَ أَبِي: فَرَفَعْتُ رَأْسِي وَإِذَا الصَّبِيُّ عَلٰى ظَهْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ سَاجِدٌ فَرَجَعْتُ إِلٰى سُجُودِي، فَلَمَّا قَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ قَالَ النَّاسُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّكَ سَجَدْتَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ صَلَاتِكَ سَجْدَةً أَطَلْتَهَا حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهٗ قَدْ حَدَثَ أَمْرٌ أَوْ أَنَّهٗ يُوحٰى إِلَيْكَ، قَالَ: كُلُّ ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ وَلٰكِنَّ ابْنِي ارْتَحَلَنِي فَكَرِهْتُ أَنْ أُعَجِّلَهٗ حَتّٰى يَقْضِيَ حَاجَتَهٗ.

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار ظہر یا عصر کی نماز (پڑھانے) کے لیے ہمارے پاس آئے، تو آپ نے سیدنا حسن یا حسین رضی اللہ عنہما کو اٹھا رکھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور انہیں نیچے بٹھا دیا، پھر نماز کے لئے تکبیر کہی، آپ نے سجدہ کیا، تو لمبا سجدہ کر دیا، میرے والد نے سر اٹھا کر دیکھا، تو کیا دیکھتے ہیں کہ بچہ آپ کے کاندھوں پر سوار ہے، میں دوبارہ سجدے میں چلا گیا، نماز کے بعد صحابہ نے

عرض کیا کہ اللہ کے رسول! آپ نے اتنا لمبا سجدہ کر دیا کہ ہمیں آپ کی وفات کا خدشہ لاحق ہو گیا تھا یا ہم سمجھے کہ شاید وحی آ گئی ہو، فرمایا: ایسا کچھ نہیں ہوا، میرا بیٹا میرے کاندھے پر سوار ہو گیا تھا، تو میں نہیں چاہتا تھا کہ اس کا شوق پورا ہونے سے پہلے میں اسے اتار دوں۔''

(سنن النسائي: 1141، مسند الإمام أحمد: 493/3، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (165/3) نے اسے امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ نیز حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''جید'' قرار دیا ہے۔

(تلخيص المستدرك: 627/3)

❁ اسی طرح کا ایک منظر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کیا ہے:

كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ، فَإِذَا سَجَدَ وَثَبَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلٰى ظَهْرِهٖ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ، أَخَذَهُمَا بِيَدِهٖ مِنْ خَلْفِهٖ أَخْذًا رَفِيقًا، فَيَضَعُهُمَا عَلَى الْأَرْضِ، فَإِذَا عَادَ عَادَا، حَتّٰى قَضٰى صَلَاتَهٗ، أَقْعَدَهُمَا عَلٰى فَخِذَيْهِ، قَالَ: فَقُمْتُ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَرُدُّهُمَا، فَبَرَقَتْ بَرْقَةٌ، فَقَالَ لَهُمَا: الْحَقَا بِأُمِّكُمَا، قَالَ: فَمَكَثَ ضَوْؤُهَا حَتّٰى دَخَلَا.

''(ایک دفعہ) ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز عشا ادا کر رہے تھے کہ جب آپ ﷺ نے سجدہ کیا، تو حسن و حسین رضی اللہ عنہما آپ کے کندھوں پر بیٹھ گئے، جب آپ ﷺ نے سر مبارک اٹھایا، تو انہیں پیار کے ساتھ پکڑ کر اٹھا لیا اور زمین پر

بٹھا دیا، رسول اللہ ﷺ دوبارہ سجدہ میں گئے، تو وہ پھر آ کر بیٹھ گئے، اسی طرح نماز پوری ہوگئی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے انہیں اپنی گود میں بٹھا لیا، میں (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) انہیں آپ ﷺ سے لے کر گھر چھوڑنے آیا، ایک روشنی سی ہمارے ساتھ رہی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ماں کے پاس چلے جائیے اور یہ روشنی تب تک باقی رہی، جب تک حسن و حسین رضی اللہ عنہما گھر میں داخل نہیں ہو گئے۔''

(مسند الإمام أحمد : 513/2، دلائل النبوة للبيهقي : 76/6، وسندهٗ حسنٌ)

❀ سیدنا ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأُمَامَةُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ عَلٰى عَاتِقِهٖ، فَصَلَّى، فَإِذَا رَكَعَ وَضَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَفَعَهَا .

''نبی کریم ﷺ ہمارے پاس (مسجد میں) تشریف لائے، (نبی ﷺ کی نواسی) اُمامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے کندھوں پر سوار تھیں، نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھائی، جب رکوع کو جاتے، تو اُمامہ رضی اللہ عنہا کو نیچے اُتار دیتے اور جب رکوع سے اٹھتے، تو اُمامہ رضی اللہ عنہا کو بھی اٹھا لیتے۔''

(صحيح البخاري : 5996)

❀ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

بَيْنَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ جُلُوسٌ، خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُ أُمَامَةَ بِنْتَ أَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ، وَأُمُّهَا زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهِيَ صَبِيَّةٌ يَحْمِلُهَا عَلٰى عَاتِقِهٖ، فَصَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهِيَ عَلٰى عَاتِقِهٖ، يَضَعُهَا إِذَا رَكَعَ، وَيُعِيدُهَا إِذَا قَامَ، حَتّٰى قَضٰى صَلَاتَهٗ يَفْعَلُ ذٰلِكَ بِهَا .

''ایک دفعہ ہم مسجد میں بیٹھے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، آپ نے اُمامہ بنت ابی العاص بن الربیع کو اٹھایا ہوا تھا، اُمامہ کی ماں نبی کریم ﷺ کی بیٹی زینب ہیں۔ وہ چھوٹی بچی تھیں، جنہیں آپ ﷺ نے اپنے کندھے پر سوار کیا ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی، تو اُمامہ آپ ﷺ کے کندھوں پر ہی تھیں، آپ ﷺ رکوع جاتے، تو امامہ کو نیچے اُتار دیتے اور اُٹھتے، تو واپس کندھوں پر بٹھا لیتے، نماز مکمل ہونے تک آپ ﷺ ایسا ہی کرتے رہے۔''

(سنن أبي داود : 918، وسندهٗ صحيحٌ)

✿ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

فِعْلُهٗ لِبَيَانِ الْجَوَازِ .

''نبی کریم ﷺ کا اُمامہ کو مسجد لانا اس مسئلہ کے جواز کو بیان کرنے کے لیے تھا۔''

(فتح الباري : 387/3)

✿ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

إِدْخَالُ الصِّبْيَانِ الْمَسَاجِدَ، فَإِنْ عُورِضَ بِالنَّهْيِ عَنْهُ فَالْجَوَابُ ضُعْفُهٗ .

''بچوں کو مساجد میں داخل کرنا جائز ہے، اگر کوئی معارضہ کرے کہ اس سے منع کیا گیا ہے، تو جواب یہ ہے کہ ممانعت والی حدیث ضعیف ہے۔''

(التّوضيح لشرح الجامع الصّحيح : 81/6)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

عَلٰی جَوَازِ إِدْخَالِ الصِّبْیَانِ فِي الْمَسَاجِدِ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ بچوں کو مساجد میں لے کر جانا جائز ہے۔“

(فتح الباري :592/1)

سوال: ایک شخص اپنے بھائی کی جائیداد پر ناحق قبضہ کرنا چاہتا ہے، اب وہ اپنے دوست کو عدالت میں گواہی دینے کا کہہ رہا ہے، کیا حکم ہے؟

جواب: کسی کی ملکیت پر ناحق قبضہ کرنا ظلم ہے اور ظلم پر گواہ بننا کبیرہ گناہ ہے۔ کتاب وسنت میں اس کی سخت مذمت بیان ہوئی ہے۔ اسے چاہیے کہ اپنے دوست کو سمجھائے اور ناحق قبضہ سے باز رہنے کا کہے، اگر باز آ جائے، تو درست، ورنہ اس کا ساتھ نہ دے، بہر صورت اس ظلم پر اس کے حق میں گواہی نہ دے، بلکہ ممکن ہو، تو اس کے خلاف گواہی دے، کیونکہ مسلمان کو ہمیشہ حق کا ساتھ دینا چاہیے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(المائدة : 2)

”نیکی اور تقویٰ کے امور پر ایک دوسرے کی معاونت کیا کریں، گناہ اور ظلم کے کام پر کسی کا ہاتھ نہ بٹایا کریں۔“

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ (الحجّ : ۳۰)

”جھوٹی بات سے بچو۔“

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾(بني إسرائيل : ٣٦)

''جس کا علم نہیں، اُس کے پیچھے نہ پڑیں، کان، آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں باز پرس ضرور ہوگی۔''

❁ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

سَأَلَتْ أُمِّي أَبِي بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ لِي مِنْ مَّالِهٖ، ثُمَّ بَدَا لَهٗ، فَوَهَبَهَا لِي، فَقَالَتْ : لَا أَرْضٰى حَتّٰى تُشْهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذَ بِيَدِي وَأَنَا غُلَامٌ، فَأَتٰى بِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : إِنَّ أُمَّهٗ بِنْتَ رَوَاحَةَ سَأَلَتْنِي بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ لِهٰذَا، قَالَ : أَلَكَ وَلَدٌ سِوَاهُ؟، قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : فَأُرَاهُ قَالَ : لَا تُشْهِدْنِي عَلٰى جَوْرٍ .

''میری والدہ نے میرے والد سے مطالبہ کیا کہ مجھے اپنے مال سے کوئی چیز ہبہ کریں۔(پہلے تو انہوں نے انکار کیا) بعد میں راضی ہو گئے اور مجھے وہ چیز ہبہ کردی۔ والدہ نے کہا: جب تک آپ نبی کریم ﷺ کو اس معاملہ میں گواہ نہیں بنا لیتے، میں راضی نہیں ہوں گی۔ چنانچہ میرے والد میرا ہاتھ پکڑے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، میں ابھی نوعمر تھا۔ میرے والد نے آپ ﷺ سے عرض کیا: اس لڑکے کی والدہ (عمرہ) بنتِ رواحہ کہتی ہیں کہ میں اس لڑکے کو ایک چیز ہبہ کروں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اس کے علاوہ بھی آپ

کی کوئی اولاد ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرا خیال ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت یوں فرمایا: مجھے ظلم پر گواہ مت بنائیں۔''

(صحيح البخاري : 2585، صحيح مسلم : 1623)

❁ ایک روایت میں ہے:

أَلَكَ بَنُونَ سِوَاهُ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : فَكُلَّهُمْ أَعْطَيْتَ مِثْلَ هٰذَا؟ قَالَ : لَا، قَالَ : فَلَا أَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ .

''(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا:) کیا اس کے علاوہ بھی آپ کے بیٹے ہیں؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: کیا سارے بیٹوں کو اتنا دیا ہے؟ عرض کیا: جی نہیں! فرمایا: پھر میں ظلم پر گواہ نہیں بنوں گا۔''

(صحيح مسلم : 15/1623)

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

لَا تُشْهِدْنِي عَلٰى جَوْرٍ .

''مجھے ظلم پر گواہ مت بنائیں۔''

(صحيح البخاري : 2650، صحيح مسلم : 1623)

❁ صحیح مسلم (19/1623) میں ہے:

أَلَهُ إِخْوَةٌ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : أَفَكُلَّهُمْ أَعْطَيْتَ مِثْلَ مَا أَعْطَيْتَهُ؟، قَالَ : لَا، قَالَ : فَلَيْسَ يَصْلُحُ هٰذَا، وَإِنِّي لَا أَشْهَدُ إِلَّا عَلٰى حَقٍّ .

''(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) کیا اس لڑکے کے اور بھی بھائی ہیں؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: جو آپ نے اسے دیا ہے، کیا باقی سب کو بھی اتنا دیا ہے؟ عرض کیا:

نہیں! تو فرمایا: یہ درست نہیں اور میں صرف حق پر گواہ بن سکتا ہوں۔''

❀ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟ ثَلَاثًا؛ الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ أَوْ قَوْلُ الزُّورِ، وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا، فَجَلَسَ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا : لَيْتَهٗ سَكَتَ .

''کیا میں آپ کو تین سب سے بڑے گناہوں کی خبر نہ دوں؟ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمائی؛ (پھر فرمایا:) کسی کو اللہ کا شریک سمجھنا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا، نبی کریم اس وقت ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، پھر اسی بات کو اتنی بار دہرایا کہ ہم نے آرزو کی کہ کاش! آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی فرمالیں۔''

(صحيح البخاري : 2654، صحيح مسلم : 87)

سوال: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، كَانَ إِذَا قُحِطُوا اسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَقَالَ : اللّٰهُمَّ! إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا، قَالَ : فَيُسْقَوْنَ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا طریقہ تھا کہ جب قحط پڑ جاتا، تو عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ (کی دعا) کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے تھے۔ دعا یوں

کرتے: اللہ! ہم نبی کریم ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ (کی دعا) کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے تھے، اب ہم آپ ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ (کی دعا) کا وسیلہ لائے ہیں، تو ہمیں بارش عطا فرما۔ بارش ہو جاتی تھی۔''

(صحيح البخاري : 1010)

اس حدیث کی بنا پر بعض کہتے ہیں کہ ذات کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے، کیونکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی ذات کا وسیلہ پکڑا ہے، لہٰذا جب زندگی میں ذات کا وسیلہ پکڑا جا سکتا ہے، تو مرنے کے بعد بھی پکڑا جا سکتا ہے۔ اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: بعض اس حدیث سے وسیلہ کی ایک ناجائز قسم ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ یہ حدیث ہماری دلیل ہے، کیونکہ زندہ لوگوں سے دعا کرانا مشروع ہے۔ اگر فوت شدگان کی ذات کا وسیلہ جائز ہوتا، تو رسولِ اکرم ﷺ کی ذات بابرکات کو چھوڑ کر صحابہ کبھی ایک اُمتی کی ذات کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کرنے کی جسارت نہ کرتے۔ معلوم ہوا کہ اس حدیث سے صرف زندہ نیک لوگوں کی دعا کے وسیلہ کا اثبات ہوتا ہے۔

محدثین کرام اور فقہائے امت نے اس حدیث سے ذات کا نہیں، بلکہ دُعا کا وسیلہ مراد لیا ہے۔ جب اسلافِ امت اس سے فوت شدگان کا وسیلہ مراد نہیں لیتے، تو بعد والوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اس حدیث کا ایک نیا معنی متعارف کروائیں؟

تصریحاتِ محدثین سے عیاں ہوا کہ آپ ﷺ کے توسل کا معنی یہی ہے کہ آپ ﷺ سے دُعا کروائی جاتی تھی، پھر اللہ کو اس دُعا کا حوالہ دیا جاتا کہ اے اللہ! تیرا نبی ہمارے حق میں تجھ سے دُعا فرما رہا ہے، لہٰذا اپنے نبی کی دُعا ہمارے بارے میں قبول فرما کر ہماری حاجت روائی فرما!

کوئی ثقہ محدث یا معتبر عالم اس حدیث سے نبی اکرم ﷺ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی ذات کا وسیلہ ثابت نہیں کرتا۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

ذٰلِكَ أَنَّ التَّوسُّلَ بِهٖ فِي حَيَاتِهٖ، هُوَ أَنَّهُمْ كَانُوا يَتَوَسَّلُونَ بِهٖ، أَيْ يَسْأَلُونَ أَنْ يَّدْعُوَ اللّٰهَ، فَيَدْعُو لَهُمْ، وَيَدْعُونَ فَيَتَوَسَّلُونَ بِشَفَاعَتِهٖ وَدُعَائِهٖ .

''وسیلہ کی یہ صورت نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں اس طرح تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ سے دعا کی درخواست کرتے اور پھر خود بھی دعا کرتے ۔یوں اس طریقہ سے وہ نبی ﷺ کی سفارش اور وسیلہ حاصل کرتے تھے۔''

(مختصر الفتاوى المِصرية، ص 194)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

يُسْتَفَادُ مِنْ قِصَّةِ الْعَبَّاسِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنِ اسْتِحْبَابِ الْاِسْتِشْفَاعِ بِأَهْلِ الْخَيْرِ وَأَهْلِ بَيْتِ النُّبُوَّةِ .

''سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے قصہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل خیر، اہل صلاح وتقویٰ اور اہل بیت نبی سے سفارش کروانا مستحب ہے۔''

(فتح الباري : 2/497)

سوال: ماکول اللحم جانوروں کا مسجد میں داخل ہونا کیسا ہے؟

جواب: ماکول اللحم جانور پاک ہوتا ہے، اگر مسجد میں داخل ہو جائے، تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ حلال جانور میں کوئی شے ناپاک نہیں۔ البتہ مساجد کی صفائی وستھرائی کا خیال

کرتے ہوئے جانوروں کو مساجد میں داخل کرنے سے باز رہا جائے۔

❁ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّهَا قَدِمَتْ وَهِيَ مَرِيضَةٌ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : طُوفِي مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ، قَالَتْ : وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ وَهُوَ يَقْرَأُ بِالطُّورِ .

''وہ مکہ آئیں،تو بیمار تھیں،انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا،تو فرمایا : آپ سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے پیچھے طواف کریں۔ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں : میں نے سنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس سورت طور تلاوت فرمارہے تھے۔''

(صحيح البخاري : 1619، صحيح مسلم : 1276، المُنتقى لابن الجارود : 462)

❁ علامہ مہلب بن ابی صفرہ رحمہ اللہ (۴۳۵ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ جَوَازُ دُخُولِ الدَّوَابِّ الَّتِي تُؤْكَلُ لُحُومُهَا، وَلَا يُنَجِّسُ بَوْلُهَا الْمَسْجِدَ إِذَا احْتِيجَ إِلٰى ذٰلِكَ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ ضرورت کے تحت ماکول اللحم جانوروں کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے، نیز ان کے پیشاب سے مسجد ناپاک نہیں ہوتی۔''

(شرح صحيح البخاري لابن بطال : 112/2)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ

عَلٰى بَعِيرٍ يَّسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ .

”رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا، آپ ٹیڑھے سرے والی لکڑی سے حجر اسود کو چھوتے تھے۔“

(صحیح البخاري : 1607، صحیح مسلم : 1272، المنتقٰی لابن الجارود : 463)

❀ سیدنا ابو طفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوفُ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ يَسْتَلِمُ الْأَرْكَانَ بِمِحْجَنِهٖ وَيُقَبِّلُ طَرَفَ الْمِحْجَنِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا فَطَافَ سَبْعًا عَلٰى رَاحِلَتِهٖ .

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو اونٹ پر بیٹھ کر طواف کرتے دیکھا، آپ ﷺ اپنی ٹیڑھے سرے والی لکڑی سے حجر اسود کو چھوتے اور اس کے کنارے کو بوسہ دیتے، پھر آپ ﷺ صفا کی طرف تشریف لے گئے اور اونٹ پر سوار ہو کر سات چکر لگائے۔“

(صحیح مسلم : 1275، المُنتقٰی لابن الجارود : 464)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَرَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ ثُمَّ رَكِبَ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهٖ .

”رسول اللہ ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی نمازیں محصب میں ادا کیں، پھر تھوڑی دیر کے لیے (وہیں) لیٹ گئے، پھر سوار ہو کر بیت اللہ کی طرف گئے

اورطواف کیا۔“

(صحيح البخاري : 1756، المنتقٰى لابن الجارود : 494)

سوال: کتاب وسنت میں جو فضائل اہل علم کے بیان کیے گئے ہیں، ان سے مراد کون سے علما ہیں؟

جواب: یاد رہے کہ کتاب وسنت میں علم اور اہل علم کے جو فضائل بیان کیے گئے ہیں، ان میں علم سے مراد علم نبوت یعنی وحی ہے اور علما سے مراد علم نبوت حاصل کرنے والے لوگ ہیں۔ دیگر علوم وفنون کے ماہرین مراد نہیں، نہ علم سے مراد سائنس وجغرافیہ جیسے علوم وفنون ہیں۔ یہ علوم وفنون اگر جائز مقصد کے لیے استعمال کیے جائیں، تو کارِ ثواب ضرور ہیں، مگر کتاب وسنت میں ان کی فضیلت بیان نہیں ہوئی، بلکہ علم نبوت یعنی وحی کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ اسی طرح دنیاوی علوم وفنون کے ماہرین کی الگ سے کوئی فضیلت بیان نہیں ہوئی، البتہ اگر وہ نیکی کے ارادہ سے معاشرتی اصلاح کے لیے کام کریں، تو اس نیک نیتی پر انہیں اجر وثواب ضرور ملے گا۔

✿ امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۵۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْعُلَمَاءَ الَّذِينَ لَهُمُ الْفَضْلُ الَّذِي ذَكَرْنَا هُمُ الَّذِينَ يُعَلِّمُونَ عِلْمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُونَ غَيْرِهٖ مِنْ سَائِرِ الْعُلُومِ .

”جن علما کی فضیلت ہم نے ذکر کی ہے، ان سے مراد وہ لوگ ہیں، جو علم نبوت کی تعلیم دیتے ہیں، نہ کہ دیگر علوم کی۔“

(صحيح ابن حبان، تحت الرقم : 88)

سوال: جس جگہ پر کھڑے ہو کر اذان کہی، کیا اسی جگہ پر کھڑے ہو کر اقامت کہنا

مسنون ہے؟

(جواب): جس جگہ کھڑے ہو کر اذان کہی گئی، اسی جگہ پر کھڑے ہو کر اقامت کہنا نہ ضروری ہے اور نہ ہی مسنون۔ ایک ہی جگہ پر بھی کہہ لی جائے، تو درست ہے، البتہ بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اذان اور اقامت الگ الگ جگہ پر کہنا بہتر ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاقُوسِ لِيَضْرِبَ بِهِ النَّاسُ فِي الْجَمْعِ لِلصَّلَاةِ أَطَافَ بِي وَأَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ يَّحْمِلُ نَاقُوسًا فِي يَدِهٖ فَقُلْتُ لَهٗ : يَا عَبْدَ اللّٰهِ أَتَبِيعُ النَّاقُوسَ؟ فَقَالَ : وَمَا تَصْنَعُ بِهٖ قَالَ : قُلْتُ : نَدْعُو بِهٖ لِلصَّلَاةِ قَالَ : أَفَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى مَا هُوَ خَيْرٌ مِّنْ ذٰلِكَ؟ قُلْتُ : بَلٰى قَالَ : تَقُولُ : اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، قَالَ : ثُمَّ اسْتَأْخَرَ غَيْرَ بَعِيدٍ قَالَ : ثُمَّ تَقُولُ إِذَا أَقَمْتَ الصَّلَاةَ : اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ

إِلَّا اللّٰهُ، قَالَ : فَلَمَّا أَصْبَحْتُ أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهٗ بِمَا رَأَيْتُ فَقَالَ : «إِنَّ هٰذَا رُوْيَا حَقٌّ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ فَأَلْقِ عَلَيْهِ مَا رَأَيْتَ فَلْيُوَذِّنْ بِهٖ فَإِنَّهٗ أَنْدٰى صَوْتًا مِّنْكَ»، فَقُمْتُ مَعَ بِلَالٍ فَجَعَلْتُ اُلَقِّنُهٗ عَنْهُ وَيُوَذِّنُ بِهٖ قَالَ فَسَمِعَ بِذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ فِي بَيْتِهٖ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَاءَهٗ يَقُولُ : وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَقَدْ اُرِيتُ مِثْلَ الَّذِي أُرِيَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ» .

”رسول اللہ ﷺ نے جب لوگوں کو نماز کے لیے جمع کرنے کی غرض سے ناقوس بجانے کا حکم دیا، تو میں نے خواب میں ایک آدمی کو ہاتھ میں ناقوس پکڑے دیکھا اور اسے کہا: اللہ کے بندے! اسے فروخت کرو گے؟ اس نے پوچھا: آپ اسے کیا کریں گے؟ میں نے کہا: ہم اس کے ذریعے نماز کے لیے بلایا کریں گے، اس نے کہا: میں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں، میں نے کہا: ضرور بتائیں! اس نے کہا: یوں کہا کریں: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔ پھر اس نے تھوڑی دور جا

کر کہا: **اقامت یوں کہیں**: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ صبح ہوئی، تو میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب بیان کیا، فرمایا: ان شاء اللہ! یہ سچا خواب ہے، بلال کے ساتھ کھڑے ہو جائیے اور جو کچھ آپ نے دیکھا ہے، انہیں بتاتے جائیں، وہ اذان دیں گے، کیوں کہ ان کی آواز آپ سے بلند ہے۔ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہو کر انہیں بتاتا جاتا اور وہ اذان دیتے جاتے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں یہ کلمات سنے، تو (جلدی سے) اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے باہر تشریف لائے اور کہنے لگے: اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے! اللہ کے رسول! میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 43/4، سنن أبي داوٗد : 499، سنن التّرمذي : 189، سنن ابن ماجه : 706، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام بخاری رحمہ اللہ (السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱/ ۳۹۹)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۷۱)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۶۷۹) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۵۶) نے ''صحیح'' کہا ہے، نیز حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع: ۳/ ۸۲) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے، نیز اسے ''صحیح'' بھی کہا ہے۔ (شرح صحیح مسلم: ۴/ ۷۷)

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْقِصَّةُ بِأَسَانِيدَ مُخْتَلِفَةٍ وَهٰذَا الْإِسْنَادُ أَصَحُّهَا .

''اس قصہ کی مختلف سندیں ہیں، یہ سب سے بہتر سند ہے۔''

(مَعالم السّنن :152/1)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هِيَ قِصَّةٌ جَلِيلَةٌ رُكْنٌ مِّنْ أَرْكَانِ الْبَابِ، وَادَّعَى ابْنُ دِحْيَةَ فِي تَنْوِيرِهٖ تَوَاتُرَ طُرُقِهَا .

''یہ عمدہ قصہ ہے اور اذان کے ارکان میں سے ایک رکن ہے، ابن دحیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''التنویر'' میں اس کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔''

(البدر المُنير : 334/3)

حدیث مبارکہ کے الفاظ «ثُمَّ اسْتَأْخَرَ غَيْرَ بَعِيدٍ قَالَ : ثُمَّ تَقُولُ إِذَا أَقَمْتَ الصَّلَاةَ : اللّٰهُ أَكْبَرُ ......» سے معلوم ہوتا ہے کہ اقامت اور اذان الگ الگ جگہ پر کہنا بہتر ہے، کیونکہ خواب میں اسی طرح سکھایا گیا ہے۔

❁ علامہ سروجی حنفی رحمہ اللہ (۷۱۰ھ) لکھتے ہیں:

يُسْتَحَبُّ التَّحَوُّلُ لِلْإِقَامَةِ مِنْ مَوْضِعِ الْأَذَانِ اتِّفَاقًا .

''اقامت کے لیے اذان والی جگہ سے ہٹنا بالاتفاق مستحب ہے۔''

(الغاية في شرح الهداية : 236/2)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۰۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ذبح میں احسان سے کیا مراد ہے؟

جواب: ہر شے میں احسان ہوتا ہے، جانور ذبح کرتے ہوئے احسان یہ ہے کہ چھری تیز دھار ہو، تاکہ جانور کو زیادہ تکلیف نہ ہو، ماہر آدمی ذبح کرے، تاکہ اچھی طرح ذبح ہو جائے اور دمِ مسفوح پوری طرح بہہ جائے۔

❁ سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ، فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَأَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهٗ، وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهٗ .

”اللہ تعالیٰ نے تمام معاملات میں حسن سلوک کو لازمی قرار دیا ہے، پس احسن انداز سے قتل کریں اور احسن انداز سے ہی ذبح کریں، آپ کو چاہیے کہ اپنی چھری تیز کر لیں اور اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچائیں۔“

(صحيح مسلم : 1955، المُنتقٰى لابن الجارود : 859)

سوال: نظر بد سے بچنے کے لیے ٹھوڑی پر سیاہ نشان لگانا کیسا ہے؟

جواب: نظر بد سے بچنے کے لیے ٹھوڑی پر سیاہ نشان لگانا جائز نہیں، اس بارے میں ایک روایت پیش کی جاتی ہے۔

❁ روایت ہے:

إِنَّ عُثْمَانَ رَأَى صَبِيًّا مَلِيحًا، فَقَالَ : دَسِّمُوا نُونَتَهُ كَيْلَا تُصِيبَهُ الْعَيْنُ .

''سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک خوبصورت بچہ دیکھا، تو فرمایا: اس کی ٹھوڑی میں کوئی سیاہ نشان لگا دیں، تا کہ یہ نظر بد سے محفوظ رہے۔''

(شرح السّنة للبغوي : 12/166)

اس روایت کو کئی اہل لغت اور فقہا نے نقل کیا ہے، مگر کسی نے اس کی سند بیان نہیں کی، لہٰذا روایت بے سند ہونے کی وجہ سے نا قابل قبول ہے۔

سوال: بعض کہتے ہیں کہ دجال حقیقت میں کوئی مخلوق نہیں ہوگا، بلکہ یہ شر اور فتنوں سے کنایہ ہے، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: دجال کا خروج حق ہے، قرب قیامت اس کا خروج ہوگا، اس وقت وہ کسی جزیرہ میں قید ہے، یہ کہنا کہ دجال فتنوں اور برائیوں سے کنایہ ہے، سراسر باطل اور بے حقیقت بات ہے۔ احادیث متواترہ اور اجماع اُمت سے ثابت ہے کہ دجال کا وجود ہے، اس کے ماتھے پر ''کافر'' لکھا ہوا ہوگا، جسے ہر مؤمن پڑھ لے گا، اس کی دونوں آنکھیں عیب دار ہوں گی۔ ہر نبی نے اپنی اُمت کو فتنہ دجال سے ڈرایا ہے، آخری نبی محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فتنہ دجال سے خبردار کیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کو دیکھا ہے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز میں فتنہ دجال سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

جو شخص کلی طور پر دجال کا انکار کرے، وہ کافر ہے، کیونکہ اس نے متواتر احادیث اور اجماع اُمت کا انکار کرے اور جو کہے کہ دجال فتنوں سے کنایہ ہے، اس کا کوئی وجود نہیں ہے، وہ سخت گمراہ ہے۔

دجال کے ثبوت پر دس سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احادیث موجود ہیں۔

❁ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حَدَّثَنِي حَدِيثًا وَافَقَ الَّذِي كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ عَنْ مَسِيحِ الدَّجَّالِ، حَدَّثَنِي أَنَّهُ رَكِبَ فِي سَفِينَةٍ بَحْرِيَّةٍ، مَعَ ثَلَاثِينَ رَجُلًا مِّنْ لَخْمٍ وَجُذَامَ، فَلَعِبَ بِهِمِ الْمَوْجُ شَهْرًا فِي الْبَحْرِ، ثُمَّ أَرْفَئُوا إِلٰى جَزِيرَةٍ فِي الْبَحْرِ حَتّٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ، فَجَلَسُوا فِي أَقْرُبِ السَّفِينَةِ فَدَخَلُوا الْجَزِيرَةَ فَلَقِيَتْهُمْ دَابَّةٌ أَهْلَبُ كَثِيرُ الشَّعَرِ، لَا يَدْرُونَ مَا قُبُلُهُ مِنْ دُبُرِهٖ، مِنْ كَثْرَةِ الشَّعَرِ، فَقَالُوا : وَيْلَكِ مَا أَنْتِ؟ فَقَالَتْ : أَنَا الْجَسَّاسَةُ، قَالُوا : وَمَا الْجَسَّاسَةُ؟ قَالَتْ : أَيُّهَا الْقَوْمُ انْطَلِقُوا إِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ فِي الدَّيْرِ، فَإِنَّهُ إِلٰى خَبَرِكُمْ بِالْأَشْوَاقِ، قَالَ : لَمَّا سَمَّتْ لَنَا رَجُلًا فَرِقْنَا مِنْهَا أَنْ تَكُونَ شَيْطَانَةً، قَالَ : فَانْطَلَقْنَا سِرَاعًا، حَتّٰى دَخَلْنَا الدَّيْرَ، فَإِذَا فِيهِ أَعْظَمُ إِنْسَانٍ رَأَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا، وَأَشَدُّهُ وِثَاقًا، مَجْمُوعَةٌ يَدَاهُ إِلٰى عُنُقِهٖ، مَا بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ إِلٰى كَعْبَيْهِ بِالْحَدِيدِ، قُلْنَا : وَيْلَكَ مَا أَنْتَ؟ قَالَ : قَدْ قَدَرْتُمْ عَلٰى خَبَرِي، فَأَخْبِرُونِي مَا أَنْتُمْ؟ قَالُوا : نَحْنُ أُنَاسٌ مِّنَ الْعَرَبِ رَكِبْنَا فِي سَفِينَةٍ بَحْرِيَّةٍ، فَصَادَفْنَا الْبَحْرَ حِينَ اغْتَلَمَ فَلَعِبَ بِنَا الْمَوْجُ شَهْرًا، ثُمَّ أَرْفَأْنَا إِلٰى جَزِيرَتِكَ هٰذِهٖ، فَجَلَسْنَا فِي أَقْرُبِهَا، فَدَخَلْنَا

الْجَزِيرَةَ، فَلَقِيَتْنَا دَابَّةٌ أَهْلَبُ كَثِيرُ الشَّعَرِ، لَا يُدْرٰى مَا قُبُلُهٗ مِنْ دُبُرِهٖ مِنْ كَثْرَةِ الشَّعَرِ، فَقُلْنَا : وَيْلَكِ مَا أَنْتِ؟ فَقَالَتْ : أَنَا الْجَسَّاسَةُ، قُلْنَا : وَمَا الْجَسَّاسَةُ؟ قَالَتْ : اعْمِدُوا إِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ فِي الدَّيْرِ، فَإِنَّهٗ إِلٰى خَبَرِكُمْ بِالْأَشْوَاقِ، فَأَقْبَلْنَا إِلَيْكَ سِرَاعًا، وَفَزِعْنَا مِنْهَا، وَلَمْ نَأْمَنْ أَنْ تَكُونَ شَيْطَانَةً، فَقَالَ : أَخْبِرُونِي عَنْ نَخْلِ بَيْسَانَ، قُلْنَا : عَنْ أَيِّ شَأْنِهَا تَسْتَخْبِرُ؟ قَالَ : أَسْأَلُكُمْ عَنْ نَخْلِهَا، هَلْ يُثْمِرُ؟ قُلْنَا لَهٗ : نَعَمْ، قَالَ : أَمَا إِنَّهٗ يُوشِكُ أَنْ لَا تُثْمِرَ، قَالَ : أَخْبِرُونِي عَنْ بُحَيْرَةِ الطَّبَرِيَّةِ، قُلْنَا : عَنْ أَيِّ شَأْنِهَا تَسْتَخْبِرُ؟ قَالَ : هَلْ فِيهَا مَاءٌ؟ قَالُوا : هِيَ كَثِيرَةُ الْمَاءِ، قَالَ : أَمَا إِنَّ مَاءَ هَا يُوشِكُ أَنْ يَذْهَبَ، قَالَ : أَخْبِرُونِي عَنْ عَيْنِ زُغَرَ، قَالُوا : عَنْ أَيِّ شَأْنِهَا تَسْتَخْبِرُ؟ قَالَ : هَلْ فِي الْعَيْنِ مَاءٌ؟ وَهَلْ يَزْرَعُ أَهْلُهَا بِمَاءِ الْعَيْنِ؟ قُلْنَا لَهٗ : نَعَمْ، هِيَ كَثِيرَةُ الْمَاءِ، وَأَهْلُهَا يَزْرَعُونَ مِنْ مَائِهَا، قَالَ : أَخْبِرُونِي عَنْ نَبِيِّ الْأُمِّيِّينَ مَا فَعَلَ؟ قَالُوا : قَدْ خَرَجَ مِنْ مَّكَّةَ وَنَزَلَ يَثْرِبَ، قَالَ : أَقَاتَلَهُ الْعَرَبُ؟ قُلْنَا : نَعَمْ، قَالَ : كَيْفَ صَنَعَ بِهِمْ؟ فَأَخْبَرْنَاهُ أَنَّهٗ قَدْ ظَهَرَ عَلٰى مَنْ يَلِيهِ مِنَ الْعَرَبِ وَأَطَاعُوهُ، قَالَ لَهُمْ : قَدْ كَانَ ذٰلِكَ؟ قُلْنَا : نَعَمْ، قَالَ : أَمَا إِنَّ

ذَاكَ خَيْرٌ لَّهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ، وَإِنِّي مُخْبِرُكُمْ عَنِّي، إِنِّي أَنَا الْمَسِيحُ، وَإِنِّي أُوشِكُ أَنْ يُؤْذَنَ لِي فِي الْخُرُوجِ، فَأَخْرُجَ فَأَسِيرَ فِي الْأَرْضِ فَلَا أَدَعَ قَرْيَةً إِلَّا هَبَطْتُهَا فِي أَرْبَعِينَ لَيْلَةً غَيْرَ مَكَّةَ وَطَيْبَةَ، فَهُمَا مُحَرَّمَتَانِ عَلَيَّ كِلْتَاهُمَا، كُلَّمَا أَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَ وَاحِدَةً ـأَوْ وَاحِدًاـ مِنْهُمَا اسْتَقْبَلَنِي مَلَكٌ بِيَدِهِ السَّيْفُ صَلْتًا، يَصُدُّنِي عَنْهَا، وَإِنَّ عَلَى كُلِّ نَقْبٍ مِّنْهَا مَلَائِكَةً يَحْرُسُونَهَا، قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَطَعَنَ بِمِخْصَرَتِهٖ فِي الْمِنْبَرِ : هٰذِهٖ طَيْبَةُ، هٰذِهٖ طَيْبَةُ، هٰذِهٖ طَيْبَةُ ـيَعْنِي الْمَدِينَةَـ أَلَا هَلْ كُنْتُ حَدَّثْتُكُمْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ النَّاسُ : نَعَمْ، فَإِنَّهٗ أَعْجَبَنِي حَدِيثُ تَمِيمٍ، أَنَّهٗ وَافَقَ الَّذِي كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ عَنْهُ، وَعَنِ الْمَدِينَةِ وَمَكَّةَ، أَلَا إِنَّهٗ فِي بَحْرِ الشَّأْمِ، أَوْ بَحْرِ الْيَمَنِ، لَا بَلْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ، مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ، وَأَوْمَأَ بِيَدِهٖ إِلَى الْمَشْرِقِ، قَالَتْ : فَحَفِظْتُ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”مجھے تمیم داری نے واقعہ بیان کیا، جس میں انہوں نے میری باتوں کی موافقت کی ہے، جو میں نے آپ کو مسیح دجال کے متعلق بیان کی ہیں۔ تمیم داری نے مجھے بیان کیا کہ وہ بحری بیڑے پر سوار تھے، جس میں قبیلہ لخم اور جذام کے

تیس آدمی سوار تھے۔سمندری لہروں نے انہیں ایک مہینے تک بھٹکائے رکھا، پھر وہ غروب آفتاب کی طرف ایک سمندری جزیرہ کے کنارے پہنچ گئے، پھر وہ چھوٹی کشتی میں بیٹھے اور جزیرے میں داخل ہو گئے، وہاں انہیں ایک چوپایہ ملا، جس کی گھنے بالوں والی دُم تھی، جسم پر بہت زیادہ بال تھے، بالوں کی کثرت کی وجہ سے یہ معلوم کرنا مشکل تھا کہ اس کا اگلا حصہ کون سا ہے اور پچھلا حصہ کون سا؟ ان (تیس) لوگوں نے کہا: ارے! تم کیا ہو؟ تو اس نے کہا: میں جاسوس ہوں۔لوگوں نے کہا: جاسوس کیا؟ کہنے لگا: لوگو! خانقاہ میں موجود مرد کے پاس چلو، وہ تمہارے متعلق جاننے کا بڑا شوقین ہے۔تمیم داری کہتے ہیں کہ جب اس نے مرد کا نام لیا، تو ہم ڈر گئے کہ کہیں وہ شیطان نہ ہو، پھر ہم جلدی سے چلے، یہاں تک کہ خانقاہ میں پہنچ گئے، دیکھا کہ وہاں بہت بڑی جسامت والا انسان تھا، اتنی بڑی قد وقامت اور سخت جکڑا ہوا انسان ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے اور وہ دونوں رانوں سے ٹخنوں تک لوہے سے جکڑا ہوا تھا۔ہم نے کہا: ارے! تم کون ہو؟ کہنے لگا: تم میرے متعلق جان چکے ہو، مجھے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟ لوگوں نے کہا: ہم عرب سے ہیں اور سمندری بیڑے پر سوار تھے اور اسی دوران سمندر میں طغیانی آ گئی، ایک مہینے تک سمندری لہروں کا شکار رہے، پھر ہم تمہارے اس جزیرے کے کنارے لگے اور چھوٹی کشتی پر بیٹھ کر جزیرہ میں داخل ہوئے، ہمیں ایک چوپایہ ملا، جس کی گھنے بالوں والی دُم ہے، جسم پر بہت زیادہ بال ہیں، بکثرت بالوں کی وجہ سے اس کا اگلے اور پچھلا حصہ معلوم نہیں ہوتا۔ہم نے کہا: ارے!

تم کیا شے ہو؟ اس نے کہا: میں جاسوس ہوں۔ ہم نے کہا: جاسوس کیا؟ اس نے کہا: خانقاہ میں موجود ایک مرد کی طرف چلو، وہ تمھارے متعلق جاننا چاہتا ہے،تو ہم تیری طرف بھاگتے ہوئے آئے اور ہم اس سے ڈر گئے تھے،ہم نے سمجھا کہ کہیں یہ شیطان نہ ہو۔اس نے کہا:تم مجھے باغِ بیسان کے متعلق خبر دو۔ ہم نے کہا: تم اس باغ کے متعلق کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ کہنے لگا: میں تم سے پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ اس میں کھجوروں کا باغ پھل دے رہا ہے؟ ہم نے کہا: ہاں۔ کہنے لگا:عنقریب وہ پھل دینا بند کر دے گا۔ پھر پوچھتا ہے: بحیرہ طبریہ کے متعلق بتاؤ،ہم نے کہا:اس کے متعلق کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ کہنے لگا: کیا اس میں پانی ہے؟لوگوں نے جواب دیا:اس میں بہت پانی ہے۔کہنے لگا:عنقریب پانی ختم ہو جائے گا۔کہنے لگا:تم مجھے چشمہ زغر کے متعلق خبر دو،لوگوں نے پوچھا: اس کے متعلق کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ کہنے لگا: کیا اس چشمے میں پانی ہے؟اور کیا وہاں کے باشندے اس چشمے سے آبپاشی کرتے ہیں؟ ہم نے کہا: اس چشمے میں وافر پانی ہےاورلوگ اس سے آبپاشی کرتے ہیں۔کہنے لگا: اُمیوں کے نبی کے متعلق بتاؤ کہ اس کا کیا بنا؟لوگوں نے کہا: وہ مکہ میں ظاہر ہو چکا ہےاوراب یثرب میں رہائش پذیر ہے۔کہنے لگا: کیا عرب نے اس سے لڑائی کی؟ ہم نے کہا:ہاں۔کہنے لگا: پھراس نے عربوں کے ساتھ کیا کیا؟ ہم نے اسے بتایا کہ وہ نبی اپنے گردوپیش کے اہل عرب پر غالب ہو چکا ہےاورانھوں نے اس کی فرمانبرداری کر لی ہے۔اس نے پوچھا: کیا واقعی یہ ہو چکا ہے؟ ہم نے کہا: ہاں۔کہنے لگا: یادرکھو کہ اہل عرب کے لیے یہ بات بہتر ہے کہ وہ اس کی

فرمانبرداری کرلیں۔اب میں تمہیں اپنے متعلق بتاتا ہوں، میں مسیح (دجال) ہوں، عنقریب مجھے باہر نکلنے کی اجازت مل جائے گی، باہر نکل کر میں پوری زمین کی سیر کروں گا اور چالیس راتوں میں ہر بستی پھرلوں گا، سوائے مکہ اور طیبہ (مدینہ) کے، مجھے ان دونوں شہروں میں داخل ہونے کی اجازت نہ ہو گی، جب بھی میں ان دونوں میں سے کسی شہر داخل ہونے لگوں گا، تو ننگی تلوار لیے ایک فرشتے میرے سامنے آجائے گا، جو مجھے دور کردے گا، مکہ و مدینہ کے ہرنا کے پر فرشتے ہوں گے، جو اس کی حفاظت کریں گے۔سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی چھڑی منبر پر مار کر فرمایا: یہ (مدینہ ہی) طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے۔سنیں! کیا میں نے آپ کو دجال کے متعلق نہیں بتایا تھا؟ صحابہ نے کہا: جی ہاں، (نبی ﷺ نے فرمایا:) مجھے تمیم کا واقعہ بہت اچھا لگا، یہ ان باتوں کے موافق ہے، جو میں نے آپ کو دجال، مدینہ اور مکہ کے متعلق بتا دی تھیں۔یاد رکھیں کہ دجال شام یا یمن کے سمندر میں ہے، نہیں، بلکہ وہ مشرق کی طرف ہے، وہ مشرق کی طرف ہے، وہ مشرق کی طرف ہے۔آپ ﷺ نے مشرق کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے یاد کی ہے۔"

(صحیح مسلم: 2942)

❁ سیدنا حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے، ہم آپس میں مذاکرہ کر رہے تھے، آپ نے پوچھا: کیا مذاکرہ چل رہا ہے؟ حاضرین نے عرض کیا: قیامت کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّهَا لَنْ تَقُومَ حَتّٰى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ، فَذَكَرَ الدُّخَانَ، وَالدَّجَّالَ، وَالدَّابَّةَ، وَطُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَنُزُولَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَأَجُوجَ وَمَأْجُوجَ، وَثَلَاثَةَ خُسُوفٍ ؛ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ، وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ، وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَآخِرُ ذٰلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ، تَطْرُدُ النَّاسَ إِلٰى مَحْشَرِهِمْ.

''قیامت تب تک قائم نہیں ہوگی، جب تک دس نشانیاں ظاہر نہ ہو جائیں، پھر آپ ﷺ نے دھواں، دجال، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، نزول عیسیٰ، یاجوج ماجوج کا خروج، تین مقامات سے خسف (زمین کا نیچے دھنس جانا)، مشرق کا خسف، مغرب کا خسف، جزیرہ عرب کا خسف اور ان سب سے آخری نشانی یہ ہے کہ یمن سے آگ نکلے گی، جو لوگوں کو ان کے محشر کی طرف ہانک لائے گی۔''

(صحیح مسلم :2901)

یہاں قیامت کی دس حسی اور حقیقی علامات ذکر کی گئیں ہیں، جو حقیقت میں نمودار ہوں گیں، اگر دجال فتنوں سے کنایہ ہوتا، تو باقی فتنوں کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

❀ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دجال کے اوصاف میں ذکر فرمایا:

مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ، يَقْرَؤُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ، كَاتِبٍ وَغَيْرِ كَاتِبٍ.

”دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان ”کافر“ لکھا ہوگا، یہ لفظ ہر مؤمن پڑھ لے گا، خواہ وہ مؤمن پڑھا لکھا ہو یا اَن پڑھ ہو۔“

(صحیح مسلم : 2934)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ سِتًّا؛ طُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، أَوِ الدُّخَانَ، أَوِ الدَّجَّالَ، أَوِ الدَّابَّةَ، أَوْ خَاصَّةَ أَحَدِكُمْ أَوْ أَمْرَ الْعَامَّةِ .

”چھ چیزوں کے ظاہر ہونے سے پہلے پہلے اعمال میں جلدی کر لیں: ① سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ② دھوئیں کا ظاہر ہونا ③ دجال کا خروج ④ دابۃ الارض (زمین سے جانور) کا نکلنا ⑤ موت طاری ہونا ⑥ قیامت قائم ہونا۔“

(صحیح مسلم : 2947)

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتنہ دجال کے متعلق فرمایا:

يَقُولُ الدَّجَّالُ : أَرَأَيْتُمْ إِنْ قَتَلْتُ هٰذَا، ثُمَّ أَحْيَيْتُهُ، أَتَشُكُّونَ فِي الْأَمْرِ؟ فَيَقُولُونَ : لَا، قَالَ فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يُحْيِيهِ، فَيَقُولُ حِينَ يُحْيِيهِ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ فِيكَ قَطُّ أَشَدَّ بَصِيرَةً مِنِّي الْآنَ، قَالَ فَيُرِيدُ الدَّجَّالُ أَنْ يَقْتُلَهُ فَلَا يُسَلَّطُ عَلَيْهِ .

”دجال کہے گا کہ اگر میں اس شخص کو قتل کردوں اور پھر زندہ کردوں، تو کیا پھر بھی تم شک کرو گے؟ لوگ کہیں گے: نہیں، پھر شک کی گنجائش کب رہے گی، تب دجال اس کو قتل کر کے زندہ کردے گا۔ وہ مومن جب زندہ ہوگا، تو کہے گا:

اللہ کی قسم ! میری بصیرت پہلے سے کتنی ہی بڑھ گئی ہے، پھر دجال اس کو دوبارہ قتل کرنے کی کوشش کرے گا، مگر اس بار کامیاب نہیں ہو سکے گا۔“

(صحیح مسلم : 2938)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشہد میں یہ دُعا پڑھا کرتے تھے:

اللّٰهُمَّ إِنِّي اَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، وَاَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا، وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ، اللّٰهُمَّ إِنِّي اَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ.

”اللہ! میں عذاب قبر اور مسیح دجال کے فتنے سے پناہ مانگتا ہوں اور زندگی وموت کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ الٰہی ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔“

(صحيح البخاري : 832)

❀ سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دجال کے بارے میں خطبہ دیا اور فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ عَلَى الْأَرْضِ أَعْظَمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ، وَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا إِلَّا حَذَّرَهُ أُمَّتَهُ، وَأَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ، وَهُوَ خَارِجٌ فِيكُمْ لَا مَحَالَةَ، فَإِنْ يَّخْرُجْ وَأَنَا فِيكُمْ فَأَنَا حَجِيجُ كُلِّ مُسْلِمٍ، وَإِنْ يَّخْرُجْ بَعْدِي فَكُلُّ امْرِءٍ حَجِيجُ نَفْسِهِ، وَاللّٰهُ خَلِيفَتِي عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ، وَإِنَّهُ يَخْرُجُ

مِنْ قِلَّةٍ بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ فَيَعِيثُ يَمِينًا وَّيَعِيثُ شِمَالًا، فَيَا عِبَادَ اللّٰهِ، اثْبُتُوا فَإِنَّهُ يَبْدَأُ فَيَقُولُ : أَنَا نَبِيٌّ، وَلَا نَبِيَّ بَعْدِي، ثُمَّ يُثَنِّي فَيَقُولُ : أَنَا رَبُّكُمْ، وَلَنْ تَرَوْا رَبَّكُمْ حَتّٰى تَمُوتُوا، وَإِنَّهُ أَعْوَرُ، وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، وَإِنَّهُ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ، يَقْرَؤُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ، فَمَنْ لَّقِيَهُ مِنْكُمْ فَلْيَتْفُلْ فِي وَجْهِهٖ .

”لوگو! روئے زمین پر فتنہ دجال سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں۔ ہر نبی نے اپنی امت کو اس فتنہ سے ڈرایا ہے۔ میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو، وہ ضرور آئے گا، اگر وہ میری زندگی میں آ گیا، تو میں ہر مسلمان کی طرف سے اس کا حریف ہوں گا اور اگر میرے بعد آئے، تو ہر آدمی اپنے تئیں اس کا حریف ہے۔ اللہ میری طرف سے ہر مسلمان پر نگہبان ہے۔ وہ شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا اور چہار سو فساد برپا کر دے گا، اللہ کے بندو! ثابت قدم رہنا، وہ سب سے پہلے نبوت کا دعویٰ کرے گا، حالانکہ میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ پھر وہ کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں، جبکہ آپ مرنے سے پہلے اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتے، دجال کانا ہوگا، جب کہ آپ کا رب ایسا نہیں ہے، اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ”کافر“ لکھا ہوگا، جسے ہر مؤمن پڑھ لے گا۔ آپ میں سے جو بھی اسے ملے، اس کے منہ پر تھوک دے۔“

(السّنة لابن أبي عاصم :391، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي أُمَّتِي فَيَمْكُثُ أَرْبَعِينَ، لَا أَدْرِي أَرْبَعِينَ

يَوْمًا، أَوْ أَرْبَعِينَ شَهْرًا، أَوْ أَرْبَعِينَ عَامًا فَيَبْعَثُ اللّٰهُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَأَنَّهُ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ، فَيَطْلُبُهُ فَيُهْلِكُهُ.

''میری امت میں دجال نکلے گا اور چالیس تک رہے گا، راوی کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ چالیس دن یا مہینے یا سال، اسی دور میں اللہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بھیجے گا، ان کا حلیہ عروہ بن مسعود (صحابی) سے ملتا جلتا ہو گا، آپ علیہ السلام دجال کا تعاقب کریں گے اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔''

(صحیح مسلم : 2940)

❁ سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَطْلُبُهُ حَتّٰى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ، فَيَقْتُلُهُ.

''عیسیٰ علیہ السلام دجال کا پیچھا کریں گے، حتی کہ لُد کے دروازے پر اسے جا پکڑیں گے اور قتل کر دیں گے۔''(صحیح مسلم : 2937)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا جَاؤُوا الشَّأْمَ خَرَجَ، فَبَيْنَمَا هُمْ يُعِدُّونَ لِلْقِتَالِ، يُسَوُّونَ الصُّفُوفَ، إِذْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَّهُمْ، فَإِذَا رَآهُ عَدُوُّ اللّٰهِ، ذَابَ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ، فَلَوْ تَرَكَهُ لَانْذَابَ حَتّٰى يَهْلِكَ، وَلٰكِنْ يَقْتُلُهُ اللّٰهُ بِيَدِهِ، فَيُرِيهِمْ دَمَهُ فِي حَرْبَتِهِ.

''جب مسلمان ملک شام پہنچیں گے، تو دجال نکل آئے گا، جس وقت وہ لڑائی

کی تیاری کے لیے صفیں درست کریں گے اور نماز قائم کی جائے گی، تو عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نازل ہوں گے اور وہ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے، جب اللہ کا دشمن (دجال) ان کو دیکھے گا، تو وہ اس طرح پگھلنے لگے گا، جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے، اگر آپ اس کو چھوڑ بھی دیں، تو وہ پگھل کر ہلاک ہو جائے گا، لیکن اللہ تعالیٰ اسے آپ کے ہاتھ سے قتل کروائے گا اور آپ کے نیزے پر اس کا خون ان لوگوں کو دکھائے گا۔‘‘

(صحیح مسلم: 2897)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ: مَا يُبْكِيكِ؟ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، ذَكَرْتَ الدَّجَّالَ، قَالَ: فَلَا تَبْكِي فَإِنْ يَخْرُجْ وَأَنَا حَيٌّ أَكْفِيكُمُوهُ، وَإِنْ أَمُتْ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، وَإِنَّهٗ يَخْرُجُ مَعَهٗ يَهُودُ أَصْبَهَانَ، فَيَسِيرُ حَتّٰى يَنْزِلَ بِضَاحِيَةِ الْمَدِينَةِ، وَلَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ، عَلٰى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ شِرَارُ أَهْلِهَا، فَيَنْطَلِقُ حَتّٰى يَأْتِيَ لُدًّا، فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَقْتُلُهٗ، ثُمَّ يَمْكُثُ عِيسٰى فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِينَ سَنَةً أَوْ قَرِيبًا مِّنْ أَرْبَعِينَ سَنَةً إِمَامًا عَادِلًا وَّحَكَمًا مُّقْسِطًا.

’’میں رو رہی تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، فرمایا: آپ

کیوں رو رہی ہیں؟ عرض کیا: اللہ کے رسول! کیونکہ (کل) آپ نے دجال کا ذکر کیا تھا، فرمایا: روئیے مت، اگر میرے جیتے جی وہ نکل آیا، تو میں تمہیں اس سے کافی ہو جاؤں گا اور اگر میں فوت ہو گیا، تو (یہ یاد رکھنا کہ) تمہارا رب کانا نہیں ہے، دجال نکلے گا اور اس کے ساتھ اصبہان کے یہودی ہوں گے، پھر وہ چلے گا حتی کہ مدینہ کے بیرونی کنارے پر پڑاؤ ڈالے گا، اس وقت مدینہ کے بُرے لوگ اس کے ساتھ مل جائیں گے، پھر وہ چلے گا حتی کہ مقام لد (بیت المقدس کے قریب ایک بستی) تک پہنچ جائے گا، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام (آسمان سے) نازل ہو کر اسے قتل کر دیں گے، پھر آپ زمین پر چالیس سال تک یا چالیس سال کے قریب ایک امامِ عادل اور حاکمِ منصف کی حیثیت سے رہیں گے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 134/15، مسند الإمام أحمد : 75/6، السّنّة لعبد اللّٰه بن أحمد : 996، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (6822) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❀ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهٗ سَيَظْهَرُ عَلَى الْأَرْضِ كُلِّهَا إِلَّا الْحَرَمَ، وَبَيْتَ الْمَقْدِسِ، وَإِنَّهٗ يَحْصُرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَيَتَزَلْزَلُونَ زِلْزَالًا شَدِيدًا، فَيُصْبِحُ فِيهِمْ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَهْزِمُهُ اللّٰهُ وَجُنُودَهٗ .

''دجال حرم اور بیت المقدس کے علاوہ ساری زمین پر قابض ہو جائے گا اور مومنوں کو بیت المقدس میں محصور کر دے گا، اس وقت لوگوں کے اندر شدید زلزلہ کی سی کیفیت ہو گی اور صبح کے وقت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان

کے ذریعہ دجّال اور اس کے لشکروں کو شکست دے گا۔''

(المستدرك للحاكم: 331/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا كَانَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَقِيَ إِبْرَاهِيمَ، وَمُوسٰى، وَعِيسٰى فَتَذَاكَرُوا السَّاعَةَ، فَبَدَءُ وا بِإِبْرَاهِيمَ فَسَأَلُوهُ عَنْهَا، فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ مِنْهَا عِلْمٌ، ثُمَّ سَأَلُوا مُوسٰى، فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ مِنْهَا عِلْمٌ، فَرُدَّ الْحَدِيثُ إِلٰى عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، فَقَالَ : قَدْ عُهِدَ إِلَيَّ فِيمَا دُونَ وَجْبَتِهَا، فَأَمَّا وَجْبَتُهَا فَلَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللّٰهُ، فَذَكَرَ خُرُوجَ الدَّجَّالِ، قَالَ : فَأَنْزِلُ، فَأَقْتُلُهٗ .

''جس رات رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کروائی گئی، آپ ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ملے، انہوں نے قیامت کے بارے میں مذاکرہ کیا، وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوئے، ان سے قیامت کے بارے دریافت کیا، ان کے پاس اس بارے کوئی علم نہ تھا، پھر موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا: ان کے پاس بھی کوئی علم نہ تھا، بات عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا دی گئی، آپ نے فرمایا: مجھے قیامت قائم ہونے سے پہلے کی باتیں بتائی گئی ہیں، باقی رہا اس کے قائم ہونے کا وقت، تو اللہ ہی جانتا ہے، پھر آپ نے دجال کے خروج کا ذکر کیا اور فرمایا: میں نازل ہوں گا اور اسے قتل کروں گا۔''

(مصنف ابن أبي شيبة: 157/15، سنن ابن ماجه: 4081، واللّفظ لهٗ، مسند أحمد: 375/1، المستدرك للحاكم: 384/2، 489-488/4، 446-445، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے صحیح الاسناد اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

❀ علامہ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ، رِجَالُهُ ثِقَاتٌ.

''یہ سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔''

(مِصباح الزّجاجة: 202/4)

❀ مصنف ابن ابی شیبہ میں الفاظ ہیں:

فَأَهْبِطُ، فَأَقْتُلُهُ. ''میں اتر کر اسے قتل کروں گا۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کو دیکھا اور اس کا حلیہ بیان کیا۔ یقیناً حلیہ وجود کا ہوتا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا رَجُلٌ جَسِيمٌ أَحْمَرُ جَعْدُ الرَّأْسِ أَعْوَرُ العَيْنِ.

''دجال کا جسم بھاری بھرکم، رنگ سرخ، بال گھونگھریالے اور آنکھ کانی ہے۔''

(صحيح البخاري: 7128)

أَحْمَرَ، جَعْدَ الرَّأْسِ. ''سرخ رنگت، گھونگھریالے بال۔''

(صحيح مسلم: 169)

دجال کا حلیہ دلالت کرتا ہے کہ اس کا حقیقی اور حسی وجود ہے، اسے فتنوں سے کنایہ قرار دینا احادیث سے لاعلمی اور جہالت ہے۔

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَعَامَّةِ أَهْلِ الْفِقْهِ وَالْحَدِيثِ، خِلَافًا لِمَنْ أَنْكَرَ أَمْرَهُ وَأَبْطَلَهُ مِنَ الْخَوَارِجِ وَبَعْضِ الْمُعْتَزِلَةِ، وَخِلَافًا

لِلْجَبَائِيِّ مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ .

”دجال کے خروج پر ایمان لانا اہل سنت اور تمام فقہا اور محدثین کا مذہب ہے، اس کے برعکس خوارج، بعض معتزلہ اور معتزلہ میں سے فرقہ جبائیہ دجال کے معاملات کا انکار اور ابطال کرتے ہیں۔“

(إكمال المُعلم : 475/8، المُفهم لأبي العباس القُرطبي : 267/7، شرح النّووي : 58/18، التّوضيح لابن ملقن : 598/18، عمدة القاري للعَيني الحنفي : 174/8)

❀ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَعَامَّةِ أَهْلِ الْفِقْهِ وَالْحَدِيثِ، خِلَافًا لِمَنْ أَنْكَرَ أَمْرَهُ وَأَبْطَلَهُ مِنَ الْخَوَارِجِ وَبَعْضِ الْمُعْتَزِلَةِ، وَخِلَافًا لِلْجَبَائِيِّ مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ .

”دجال کے خروج پر ایمان لانا اہل سنت اور تمام فقہا اور محدثین کا مذہب ہے، اس کے برعکس خوارج، بعض معتزلہ اور معتزلہ میں سے فرقہ جبائیہ دجال کے معاملات کا انکار اور ابطال کرتے ہیں۔“ (المُفهم : 267/7)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (٧٧٤ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَنْكَرَتْ طَوَائِفُ كَثِيرَةٌ مِنَ الْخَوَارِجِ وَالْجَهْمِيَّةِ وَبَعْضُ الْمُعْتَزِلَةِ خُرُوجَ الدَّجَّالِ بِالْكُلِّيَّةِ، وَرَدُّوا الْأَحَادِيثَ الْوَارِدَةَ فِيهِ، فَلَمْ يَصْنَعُوا شَيْئًا، وَخَرَجُوا بِذٰلِكَ عَنْ حَيِّزِ الْعُلَمَاءِ، لِرَدِّهِمْ مَا تَوَاتَرَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ الصَّحِيحَةُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''خوارج اور جہمیہ کے کئی گروہوں اور بعض معتزلہ نے خروج دجال کا سرے سے ہی انکار کر دیا ہے، اس بارے میں وارد احادیث کو ٹھکرا دیا ہے، یوں وہ اہل علم کی فہرست سے خارج ہو گئے ہیں، کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کئی سندوں سے مروی متواتر صحیح احادیث کو رد کیا ہے۔''

(البِداية والنّهاية : 193/19)

❁ نیز فرماتے ہیں:

قَالَ شَيْخُنَا الْحَافِظُ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الذَّهَبِيُّ : وَالْاِسْتِعَاذَةُ مِنَ الدَّجَّالِ مُتَوَاتِرَةٌ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''ہمارے شیخ حافظ ابو عبداللہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دجال سے پناہ مانگنے کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے متواتر روایات ہیں۔''

(البِداية والنّهاية : 200/19)

❁ علامہ ابن رسلان رحمہ اللہ (۸۴۴ھ) ایک حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

فِيهِ الْإِيمَانُ بِالدَّجَّالِ وَخُرُوجُهٗ حَقٌّ، وَهُوَ مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ .

''اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دجال (کے وجود) پر ایمان لانا ضروری ہے، اس کا خروج حق ہے، اہل سنت کا یہی مذہب ہے۔''

(شرح سنن أبي داود : 660/16)

سوال: میت کی ہڈیاں نکالنا کیسا ہے، تاکہ زندوں کے کام آسکیں؟

جواب: مرنے کے بعد بھی آدمی کا تقدس واحترام باقی رہتا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾(بني إسرائيل : ٧٠)

”یقیناً ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی ہے۔“

جس طرح زندہ آدمی کی ہڈیاں نکالنا حرام ہیں، اسی طرح مرنے کے بعد بھی اس کی ہڈیاں یا اعضا نکالنا حرام اور ناجائز ہے۔ وجودِ انسانی کا احترام چاہیے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَسْرُ عَظْمِ الْمُؤْمِنِ مَيِّتًا مِثْلُ كَسْرِهٖ حَيًّا .

”فوت شدہ مؤمن کی ہڈی توڑنا ایسے ہی (گناہ) ہے، جیسے زندہ آدمی کی ہڈی توڑنا (گناہ ہے)۔“

(مسند أحمد : 58/6، سنن أبي داوٗد : 3207، سنن ابن ماجه : 1616، وسندهٗ حسن)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۱۶۷) نے ”صحیح“ کہا ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

(المَجموع : 300/5)

❀ حافظ ابن القطان فاسی رحمہ اللہ نے ”حسن“ کہا ہے۔

(بيان الوَهم والايهام : 212/4)

اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں وصیت کر جائے کہ میرے وجود کے اجزا نکال لینا، تب بھی ایسا کرنا جائز نہیں، یہ حرام وصیت ہے، اسے بدلنا ضروری ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۰۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا نفل نماز میں بغیر عذر بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب: نفل نماز کھڑے ہو کر ادا کرنا ضروری نہیں، لہٰذا اگر بغیر عذر نفل نماز بیٹھ کر پڑھی جائے، تو نماز ہو جائے گی، مگر ثواب آدھا ملے گا۔ اس پر فقہا کا اجماع ہے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ إِجْمَاعُ الْعُلَمَاءِ .

''اس کے جواز پر اہل علم کا اجماع ہے۔''

(شرح مسلم : 15/6)

❁ سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صَلَاةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا، نِصْفُ الصَّلَاةِ .

''بیٹھ کر نفل پڑھنے والے کو آدھا ثواب ملتا ہے۔''

(صحیح مسلم : 735)

یاد رہے کہ عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نفل ادا کرنے سے ثواب پورا ملے گا۔

❁ سیدنا ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ، أَوْ سَافَرَ، كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيمًا صَحِيحًا .

''اگر کوئی حالت اقامت یا صحت یابی میں نیک عمل کرتا ہے، اسے بیماری یا سفر

میں بھی ویسے ہی اجر ملتا ہے۔“

(صحيح البخاري : 2996)

سوال: مسجد میں وضو کرنا کیسا ہے؟

جواب: مسجد میں وضو کرنا بالاتفاق جائز ہے۔

❀ عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ وَجَدَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ عَلَى الْمَسْجِدِ .

”آپ رحمہ اللہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مسجد میں وضو کرتے پایا۔“

(صحيح مسلم : 352)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ الْوُضُوءِ فِي الْمَسْجِدِ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ مسجد میں وضو کرنا جائز ہے۔“

(شرح مسلم : 44/4)

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (٣١٩ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ مَنْ نَحْفَظُ عَنْهُ مِنْ عُلَمَاءِ النَّاسِ يُبِيحُ الْوُضُوءَ فِي الْمَسْجِدِ .

”جن اہل علم کو ہم جانتے ہیں، وہ سب مسجد میں وضو کرنا جائز قرار دیتے ہیں۔“

(الأوسط : 139/5)

البتہ گھر سے وضو کر کے آنا افضل ہے، ہر ہر قدم پر نیکی ملتی ہے اور گناہ معاف ہوتے ہیں، نیز دیگر کئی فضائل حاصل ہوتے ہیں۔ بہر کیف مسجد میں وضو کرنا بالاتفاق جائز ہے۔

سوال: نماز میں درود ابراہیمی کے الفاظ میں اضافہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: نماز میں وہی درود پڑھا جائے گا، جو صحیح احادیث میں منقول و ماثور ہے، اپنی طرف سے الفاظ کا اضافہ درست نہیں۔ درود ابراہیمی کے جتنے الفاظ ثابت ہیں، ان میں سے کوئی بھی درود نماز میں پڑھا جا سکتا ہے۔

ہمارے مطابق نماز کا معاملہ احتیاط طلب ہے، لہٰذا اس میں درود پڑھتے ہوئے انہیں الفاظ پر اکتفا کرنا چاہیے، جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں، اضافہ یا کمی نہیں کرنی چاہیے، البتہ نماز کے علاوہ درود کے لیے عمدہ الفاظ کا انتخاب کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ الفاظ میں غلو اور بدعقیدگی شامل نہ ہو۔ واللہ اعلم!

سوال: کیا نماز استسقاء میں جہری قرأت مستحب ہے؟

جواب: نماز استسقاء میں جہری قرأت مشروع و مستحب ہے۔ احادیث صحیحہ میں جہری قرأت کا ثبوت ہے، نیز اہل علم نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَرَجَ يَسْتَسْقِي، قَالَ: فَحَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ، وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُو، ثُمَّ حَوَّلَ رِدَائَهُ، ثُمَّ صَلَّى لَنَا رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ.

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن دیکھا جب نماز استسقا کے لئے نکلے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف کمر مبارک کی اور دعا کرتے ہوئے قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے، اپنی چادر پلٹی اور اونچی قرأت کے ساتھ دو رکعتیں پڑھائیں۔''

(صحيح البخاري: 1025)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَبَذِّلًا مُّتَوَاضِعًا مُّتَضَرِّعًا حَتّٰى أَتَى الْمُصَلّٰى زَادَ عُثْمَانُ فَرَقِيَ عَلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ اتَّفَقَا وَلَمْ يَخْطُبْ خُطَبَكُمْ هٰذِهِ وَلَكِنْ لَمْ يَزَلْ فِي الدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ وَالتَّكْبِيرِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَمَا يُصَلِّي فِي الْعِيدِ .

''رسول اکرم ﷺ (بارش طلب کرنے کے لئے) عاجزی، انکساری اور گریہ زاری کرتے ہوئے عیدگاہ کی طرف نکلے، منبر پر جلوہ افروز ہوئے، لمبا خطبہ نہیں دیا، بلکہ زیادہ وقت دعا، گڑگڑاہٹ اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے میں لگے رہے، پھر نمازِ عید کی طرح دو رکعتیں پڑھیں۔''

(سنن أبي داوٗد : 1165، سنن النّسائي : 1507، سنن التِّرمذي : 559، سنن ابن ماجه : 1266، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1405) امام ابن حبان رحمہ اللہ (2862) اور امام ابوعوانہ رحمہ اللہ (6/ 33 :القسم المفقود) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ امام حاکم رحمہ اللہ (1/ 336) فرماتے ہیں:

رُوَاتُهٗ مِصْرِيُّونَ وَ مَدَنِيُّونَ وَلَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِّنْهُمْ مَنْسُوبًا اِلٰى نَوْعٍ مِّنَ الْجَرْحِ .

''اس کے راوی مصری اور مدنی ہیں، ان پر جرح نہیں۔''

یہ حدیث بھی دلیل ہے کہ نماز استسقاء کی قرأت اونچی آواز سے کی جائے گی، کیونکہ نماز عید بھی دو رکعت اونچی قرأت سے ادا کی جاتی ہے۔

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

اَلسُّنَّةُ الْمُجْمَعُ عَلَيْهَا الْجَهْرُ بِالْقِرَاءَةِ فِي صَلَاةِ الْاِسْتِسْقَاءِ .

”نماز استسقاء میں جہری قرأت کرنے کا عمل اجماعی واتفاقی ہے۔“

(شرح صحيح البخاري : 16/3)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

إِجْمَاعُ الْعُلَمَاءِ عَلٰى أَنَّ كُلَّ صَلَاةٍ سُنَّتُهَا أَنْ تُصَلّٰى فِي جَمَاعَةٍ مِّنْ صَلَوَاتِ السُّنَنِ سُنَّتُهَا الْجَهْرُ كَالْعِيدَيْنِ وَالْاِسْتِسْقَاءِ .

”اہل علم کا اجماع ہے کہ ہر وہ مسنون نماز، جسے جماعت کے ساتھ ادا کرنا مسنون ہو، اس میں جہری قرأت مسنون ہے، جیسے عیدین اور نماز استسقاء۔“

(التّمهيد : 312/3، الاستذكار : 415/2)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلَى اسْتِحْبَابِهٖ .

”فقہا کا اجماع ہے کہ (نماز استسقاء میں) جہری قرأت مستحب ہے۔“

(شرح مسلم : 189/6)

❁ علامہ ابن العطار رحمہ اللہ (۷۲۴ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى اسْتِحْبَابِ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِيهِمَا .

”اہل علم کا اجماع ہے کہ (نماز استسقاء کی) دونوں رکعتوں میں جہری قرأت کرنا مستحب ہے۔“

(العُدة في شرح العمدة : 739/2)

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

لَا اخْتِلَافَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ الَّذِينَ يَرَوْنَ صَلَاةَ الْاِسْتِسْقَاءِ، أَنَّهٗ يُجْهَرُ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ .

”جو اہل علم نماز استسقاء کے قائل ہیں، ان کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ نماز استسقاء میں جہری قرأت کی جائے گی۔“

(فتح الباري لابن رجب : 201/9)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلسُّنَّةُ الْمُجْمَعُ عَلَيْهَا الْجَهْرُ بِالْقِرَاءَةِ فِي صَلَاةِ الْاِسْتِسْقَاءِ .

”نماز استسقاء میں جہری قرأت کرنے کا عمل اجماعی واتفاقی ہے۔“

(التّوضيح : 263/8)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَأَةً عَلٰى زَوْجِهَا، أَوْ عَبْدًا عَلٰى سَيِّدِهٖ .

”جو کسی عورت کو اپنے خاوند کے متعلق یا غلام کو اپنے آقا کے متعلق برگشتہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں۔“

(مسند الإمام أحمد : 397/2، سنن أبي داود : 2175)

جواب: سند ضعیف ہے۔ یحییٰ بن یعمر کا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، دُلَّنِي عَلٰى عَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ قَالَ : لَا تَغْضَبْ وَلَكَ الْجَنَّةُ .

’’میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھے ایسے عمل کی راہنمائی فرما دیجئے، جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ فرمایا: غصہ مت کیا کریں، آپ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔‘‘

(المعجم الأوسط للطّبراني : 2353، مسند الشّاميين للطّبراني :21)

جواب: سند ضعیف ہے۔ محمد بن حفص وصابی حمصی متکلم فیہ اور غیر معتمد ہے، اس کی توثیق ثابت نہیں۔

❁ الکامل لابن عدی (۷/ ۳۶۷) میں محمد بن حفص کی متابعت محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن محمد بن عکاشہ نے کی ہے، مگر یہ ’’متروک وکذاب‘‘ ہے۔

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ’’منکر وموضوع‘‘ قرار دیا ہے۔

(الكامل في ضُعفاء الرجال : 369/7)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ أَوْصٰى أَنْ يُّعْتِقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ، فَأَعْتَقَ ابْنُهُ هِشَامٌ خَمْسِينَ رَقَبَةً، فَأَرَادَ ابْنُهُ عَمْرٌو أَنْ يُعْتِقَ عَنْهُ الْخَمْسِينَ الْبَاقِيَةَ، فَقَالَ : حَتّٰى أَسْأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ أَبِي أَوْصٰى بِعَتْقِ مِائَةِ رَقَبَةٍ، وَإِنَّ هِشَامًا أَعْتَقَ

عَنْهُ خَمْسِينَ وَبَقِيَتْ عَلَيْهِ خَمْسُونَ رَقَبَةً، أَفَأُعْتِقُ عَنْهُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّهُ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا فَأَعْتَقْتُمْ عَنْهُ أَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ أَوْ حَجَجْتُمْ عَنْهُ بَلَغَهُ ذٰلِكَ .

”عاص بن وائل نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کیے جائیں، تو ان کے بیٹے ہشام رضی اللہ عنہ نے پچاس غلام آزاد کر دیے، پھر عاص کے بیٹے سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ نے باقی پچاس غلام آزاد کرنے کا ارادہ کیا، تو انہوں نے سوچا کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتا ہوں، لہٰذا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے والد نے سو گردنیں آزاد کرنے کی وصیت کی تھی، ہشام نے ان کی طرف سے پچاس گردنیں آزاد کر دی ہیں، اب پچاس گردنیں باقی ہیں، کیا میں اپنے والد کی طرف سے گردنیں آزاد کر سکتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر (آپ کے والد) مسلمان ہوتے اور آپ ان کی طرف سے گردن آزاد کرتے یا صدقہ کرتے یا ان کی طرف سے حج کرتے، تو انہیں اس عمل کا اجر ضرور پہنچتا۔“

(سنن أبي داود : 2883)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔

سوال: کیا جنات انسانی شکل دھار سکتے ہیں؟

جواب: جنات کئی شکلیں دھار سکتے ہیں، انسانی شکل میں متشکل بھی ہو سکتے ہیں، یہ بات دلائل سے بھی ثابت ہے اور مشاہدات سے بھی۔

✿ ابو اسود ظالم بن عمرو دؤلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ : أَخْبِرْنِي عَنْ قِصَّةِ الشَّيْطَانِ حِيْنَ أَخَذْتَهُ قَالَ : جَعَلَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى صَدَقَةِ الْمُسْلِمِيْنَ فَجَعَلْتُ التَّمْرَ فِي غَرْفَةٍ قَالَ : فَوَجَدْتُ فِيْهِ نُقْصَانًا فَأَخْبَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ فَقَالَ : هٰذَا الشَّيْطَانُ يَأْخُذُهُ قَالَ : فَدَخَلْتُ الْغُرْفَةَ وَأَغْلَقْتُ الْبَابَ عَلَيَّ فَجَاءَتْ ظُلْمَةٌ عَظِيْمَةٌ فَغَشِيَتِ الْبَابَ ثُمَّ تَصَوَّرَ فِي صُوْرَةٍ ثُمَّ تَصَوَّرَ فِي صُوْرَةٍ أُخْرٰى فَدَخَلَ مِنْ شَقِّ الْبَابِ فَشَدَدْتُ إِزَارِي عَلَيَّ فَجَعَلَ يَأْكُلُ مِنَ التَّمْرِ فَوَثَبْتُ إِلَيْهِ فَضَبَطْتُهُ فَالْتَقَتْ يَدَايَ عَلَيْهِ فَقُلْتُ : يَا عَدُوَّ اللّٰهِ قَالَ : خَلِّ عَنِّي فَإِنِّي كَبِيْرٌ ذُوْ عِيَالٍ كَثِيْرٍ وَأَنَا مِنْ جِنِّ نَصِيْبِيْنَ وَكَانَتْ لَنَا هٰذِهِ الْقَرْيَةُ قَبْلَ أَنْ يُّبْعَثُ صَاحِبُكُمْ فَلَمَّا بُعِثَ أُخْرِجْنَا مِنْهَا خَلِّ عَنِّي فَلَنْ أَعُوْدَ إِلَيْكَ فَخَلَّيْتُ عَنْهُ فَجَاءَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخْبَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا كَانَ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ وَنَادٰى مُنَادِيْهِ أَيْنَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ؟ فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ : أَمَا إِنَّهُ سَيَعُوْدُ فَعُدْ قَالَ : فَدَخَلْتُ الْغُرْفَةَ وَأَغْلَقْتُ عَلَيَّ

الْبَابَ فَجَاءَ فَدَخَلَ مِنْ شَقِّ الْبَابِ فَجَعَلَ يَأْكُلُ مِنَ التَّمْرِ فَصَنَعْتُ بِهٖ كَمَا صَنَعْتُ فِي الْمَرَّةِ الْأُولٰى فَقَالَ : خَلِّ عَنِّي فَإِنِّي لَنْ أَعُوْدَ إِلَيْكَ فَقُلْتُ : يَا عَدُوَّ اللّٰهِ أَلَمْ تَقُلْ : إِنَّكَ لَنْ تَعُوْدَ قَالَ : فَإِنِّي لَنْ أَعُوْدَ وَآيَةُ ذٰلِكَ أَنَّهٗ لَا يَقْرَأُ أَحَدٌ مِّنْكُمْ خَاتِمَةَ الْبَقَرَةِ فَيَدْخُلَ أَحَدٌ مِّنَّا فِي بَيْتِهٖ تِلْكَ اللَّيْلَةَ .

''میں نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کہا: وہ قصہ کیا ہے، جب آپ نے شیطان پکڑا تھا؟ کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بیت المال کا نگران بنایا۔ بیت المال کے کمرے میں کھجوریں تھیں، وہ مجھے کم ہوتی محسوس ہوئیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی، آپ نے فرمایا: یہ کھجوریں شیطان لے جاتا ہے۔ ایک دن میں کمرے میں داخل ہوا اور دروازہ بند کر دیا، اندھیرا اتنا شدید تھا کہ دروازہ بھی نظر نہیں آ رہا تھا، شیطان نے اندر گھسنے کے لئے ایک صورت اختیار کی، پھر دوسری صورت اختیار کی اور دروازے کے شگاف کے راستے اندر داخل ہو گیا۔ میں نے بھی لنگوٹ کس لیا۔ اس نے کھجوریں اٹھانا شروع کیں، تو جھپٹ کر اسے دبوچ لیا۔ میں نے کہا: ارے اللہ کے دشمن! کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا: مجھے جانے دو۔ میں بوڑھا اور کثیر الاولاد ہوں۔ نصیبین (بستی کا نام) کے جنوں سے تعلق رکھتا ہوں۔ تمہارے صاحب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہم بھی اسی بستی کے رہائشی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی، تو ہمیں یہاں سے نکال دیا گیا۔ آج مجھے رہا کر دیں، دوبارہ نہیں آؤں گا، میں نے رہا کر دیا۔ یہ سارا قصہ جبریل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا

دیا۔آپ ﷺ نے نماز فجر کے بعد اعلان کیا کہ معاذ حاضر ہوں، میں آپ کی طرف چل دیا۔فرمایا: آپ کے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے قصہ عرض کر دیا۔فرمایا : جلد ہی وہ دوبارہ آئے گا،آپ بھی جائیں۔میں نے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا،شیطان آیا،دروازے کے شگاف سے اندر گھسا اور کھجوریں کھانا شروع کر دیں۔میں نے اس کے ساتھ پہلے والا معاملہ کیا،کہنے لگا،مجھے چھوڑ دیں،آئندہ نہیں آؤں گا،میں نے کہا: اللہ کے دشمن! تُو نے آئندہ نہ آنے کا وعدہ کیا تھا۔کہا: میں آئندہ نہیں آؤں گا،جو رات آپ سورت بقرہ نہیں پڑھتے اس رات ہم آپ کے گھروں میں گھس جاتے ہیں۔''

(الهواتف لابن أبي الدّنيا : 175، دلائل النّبوة لأبي نعيم : 547؛ المعجم الكبير للطّبراني : 161/20ـ162؛ المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 563/1؛ دلائل النّبوة للبيهقي : 109/7ـ110؛ وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کی سند کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❀ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ كَانَ لَهُمْ جَرِيْنٌ فِيْهِ تَمْرٌ، وَكَانَ مِمَّا يَتَعَاهَدُهٗ فَيَجِدُهٗ يَنْقُصُ، فَحَرَسَهٗ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَإِذَا هُوَ بِدَابَّةٍ كَهَيْئَةِ الْغُلَامِ الْمُحْتَلِمِ، قَالَ : فَسَلَّمْتُ فَرَدَّ السَّلَامَ، فَقُلْتُ : مَا أَنْتَ، جِنٌّ أَمْ إِنْسٌ؟ فَقَالَ : جِنٌّ، فَقُلْتُ : نَاوِلْنِي يَدَكَ، فَإِذَا يَدُ كَلْبٍ وَشَعْرُ كَلْبٍ، فَقُلْتُ:هٰكَذَا خُلِقَ الْجِنُّ، فَقَالَ : لَقَدْ عَلِمَتِ

الْجِنُّ أَنَّهُ مَا فِيهِمْ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنِّي، فَقُلْتُ : مَا يَحْمِلُكَ عَلٰى مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ : بَلَغَنِي أَنَّكَ رَجُلٌ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُصِيبَ مِنْ طَعَامِكَ، قُلْتُ : فَمَا الَّذِي يَحْرِزُنَا مِنْكُمْ؟ فَقَالَ : هٰذِهِ الْآيَةُ، آيَةُ الْكُرْسِيِّ، قَالَ : فَتَرَكْتُهُ، وَغَدَا أَبِي إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : صَدَقَ الْخَبِيْثُ .

”میں کھجوروں کے گودام پر نگران تھا، مجھے کھجوریں کم ہوتی محسوس ہوئیں۔ایک رات جب میں پہرہ پر تھا،تو اچانک ایک جانور نمودار ہوا،جس کی شکل نوجوان لڑکے جیسی تھی۔میں نے سلام کہا،اس نے جواب دیا، پوچھا:جن ہو یا انسان؟ کہا:جن۔میں نے کہا: ہاتھ پکڑاؤ،اس کے ہاتھ اور بال کتے جیسے تھے، میں نے کہا: جنوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی پیدا کیا ہے؟ کہنے لگا: جنوں کو علم ہے کہ مجھ سے زیادہ قوی اور کوئی نہیں۔میں نے کہا: یہ کام کیوں کرتے ہو؟ کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ آپ صدقہ پسند کرتے ہیں،سو دل چاہا کہ آپ کا کھانا میں بھی کھا لوں،میں نے کہا:تم سے بچاؤ کیسے ممکن ہے؟ کہا: آیۃ الکرسی سے۔میں نے اسے چھوڑ دیا،صبح رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا،تو فرمایا: خبیث نے سچ بولا ہے۔“

(صحیح ابن حبان : 784، وسندہٗ حسنٌ)

سوال: کیا جرم خطا میں قصاص ہے؟

جواب: جو جرم خطا میں کیا گیا ہو، اس پر قصاص نہیں، بلکہ دیت ہے، قصاص اس جرم پر ہے، جو دانستہ کیا گیا ہو۔کتاب وسنت اور اجماع اُمت اسی پر دلالت کناں ہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾(المائدة : ٤٥)

''ہم نے ان (اہل کتاب پر) فرض کر دیا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں میں قصاص ہے، جو اس قصاص کا صدقہ کر دے، تو یہ اس کے لیے کفارہ ہوگا، جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے، وہ حد سے تجاوز کرنے والا ہے۔''

اس آیت میں اہل کتاب کے متعلق خبر دی گئی ہے۔

❀ علامہ نحاس رحمہ اللہ (۳۳۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الضَّمِيرُ لِلْيَهُودِ بِإِجْمَاعٍ .

''اجماع ہے کہ یہ ضمیر یہودیوں کی طرف لوٹتی ہے۔''

(إعراب القرآن : 21/2)

البتہ یہ حکم اس امت میں بھی باقی ہے۔

❀ علامہ رازی رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّ قَوْلَهٗ تَعَالٰى : ﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ

النَّفْسَ بِالنَّفْسِ﴾ حُكْمُهُ بَاقٍ فِي شَرْعِنَا .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ اس آیت کا حکم ہماری شریعت میں بھی باقی ہے۔''

(تفسير الرّازي :359/11)

آیت مبارکہ میں قصاص کا حکم اس جرم کے بدلے میں ہے، جو عمداً کیا گیا ہو۔

❁ علامہ ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّ قَوْلَهُ تَعَالَى : ﴿وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ﴾ أَنَّهُ فِي الْعَمَدِ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ یہ آیت عمد (محض) کے بارے میں ہے۔''

(تفسير القرطبي : 202/6

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ الرُّبَيِّعَ وَهِيَ ابْنَةُ النَّضْرِ كَسَرَتْ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ، فَطَلَبُوا الْأَرْشَ، وَطَلَبُوا الْعَفْوَ، فَأَبَوْا، فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَهُمْ بِالْقِصَاصِ، فَقَالَ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ : أَتُكْسَرُ ثَنِيَّةُ الرُّبَيِّعِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا، فَقَالَ : يَا أَنَسُ كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ، فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَعَفَوْا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ .

''ربیع بنت نضر نے ایک لڑکی کے اگلے دانت توڑ دیے، ورثا نے دیت کا

مطالبہ کیا، ربیع کے ورثا نے معافی مانگی، لیکن دیت والوں نے معزرت قبول نہ کیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، تو آپ ﷺ نے قصاص کا حکم فرما دیا۔ سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! ربیع کے (قصاصا) دانت توڑے جائیں گے! اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! ایسا نہیں ہوگا۔ فرمایا: انس! کتاب اللہ قصاص کا حکم دیتی ہے۔ بعد میں دیت والے ورثا راضی ہو گئے اور معاف کر دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اللہ پر قسم ڈال دیں، تو اللہ اسے ضرور پورا کرتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 2703، صحيح مسلم : 1675)

❁ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْقِصَاصَ يَجْرِي فِيمَا دُونَ النَّفْسِ مِنَ الْجُرُوحِ إِذَا أَمْكَنَ؛ لِلنَّصِّ وَالْإِجْمَاعِ ...... وَأَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى جَرَيَانِ الْقِصَاصِ فِيمَا دُونَ النَّفْسِ إِذَا أَمْكَنَ .

''نص (قرآنی) اور اجماع دلیل ہیں کہ قتل سے کم جرم میں اگر قصاص ممکن ہو، تو قصاص جاری ہوگا۔...... مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جب قتل سے کم جرم میں قصاص ممکن ہو، تو قصاص جاری ہوگا۔''

(المُغني : 8/316-317)

❁ نیز فرماتے ہیں:

يُشْتَرَطُ لِوُجُوبِ الْقِصَاصِ فِي الْجُرُوحِ ثَلَاثَةُ أَشْيَاءَ : أَحَدُهَا : أَنْ يَكُونَ عَمْدًا مَحْضًا، فَأَمَّا الْخَطَأُ فَلَا قِصَاصَ فِيهِ

إِجْمَاعًا، لِأَنَّ الْخَطَأَ لَا يُوجِبُ الْقِصَاصَ فِي النَّفْسِ، وَهِيَ الْأَصْلُ، فَفِيمَا دُونَهَا أَوْلَى، وَلَا يَجِبُ بِعَمْدِ الْخَطَأِ، وَهُوَ أَنْ يَقْصِدَ ضَرْبَهُ بِمَا لَا يُفْضِي إِلَى ذَٰلِكَ غَالِبًا، مِثْلُ أَنْ يَضْرِبَهُ بِحَصَاةٍ لَا يُوضِحُ مِثْلُهَا، فَتُوضِحَهُ، فَلَا يَجِبُ بِهِ الْقِصَاصُ؛ لِأَنَّهُ شِبْهُ الْعَمْدِ، وَلَا يَجِبُ الْقِصَاصُ إِلَّا بِالْعَمْدِ الْمَحْضِ .

''جروحات کے قصاص میں تین شرائط ہیں۔ایک یہ کہ وہ عمد محض ہو، اجماع ہے کہ غلطی سے سرزد ہونے پر قصاص نہیں ہے، کیوں کہ خطا سے سرزد ہونے والے قتل میں قصاصاً قتل نہیں کیا جا سکتا، اور قتل ہی اصل قصاص ہے، لہٰذا اس سے کم جرم میں خطا پر تو بالاولیٰ قصاص نہیں ہونا چاہیے۔اسی طرح عمد خطا (شبہ عمد) میں بھی قصاص نہیں ہے۔عمد خطا کی صورت یہ ہے کہ مارنے کا ارادہ تو ہو، ایسے آلہ کے ساتھ، جو عموماً قصاص والے زخم کا باعث نہیں بنتا، مثلاً ایسی کنکری مارے کہ جس سے ہڈی ظاہر ہونے والا زخم نہیں ہوتا، لیکن ایسا زخم ہو جائے، تو اس میں قصاص نہیں ہوگا، کیوں کہ یہ شبہ عمد ہے اور قصاص، عمد محض میں ہی ہوتا ہے۔''

(المُغني : 8/317)

❀ علامہ زرکشی رحمہ اللہ (۷۷۲ھ) فرماتے ہیں:

فَلَا قِصَاصَ فِي الْخَطَإِ إِجْمَاعًا .

''اجماع ہے کہ خطا میں قصاص نہیں ہے۔''

(شرح الزّركشي على مختصر الخرقي : 6/93)

سوال: کیا آنکھ کے بدلے آنکھ نکالی جائے گی؟

جواب: اگر کسی نے جان بوجھ کر کسی کی آنکھ نکال دی، تو قاضی قصاص لیتے ہوئے اس کی بھی آنکھ نکالنے کا حکم دے گا، یہ قصاص کا قانون ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ ......﴾ (المائدة : ٤٥)

”ہم نے ان (اہل کتاب پر) فرض کر دیا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ......(میں قصاص ہے)۔“

❀ علامہ ابن ہبیرہ رحمہ اللہ (٥٦٠ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ .

”ائمہ کا اجماع ہے کہ آنکھ کے بدلے آنکھ میں قصاص ہے۔“

(اختلاف الأئمة العلماء : 238/2)

❀ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (٦٣٠ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلَى الْقِصَاصِ فِي الْعَيْنِ .

”اہل علم کا اجماع ہے کہ آنکھ میں بھی قصاص ہے۔“

(المُغني : 328/8)

سوال: کمرے میں چند لوگ سوئے ہوئے ہیں اور چند جاگ رہے ہیں، تو کیا آنے والے سلام کہے گا؟

جواب: اگر بیدار لوگوں کو سلام کر رہا ہے، لیکن وہاں کچھ لوگ سوئے ہوئے بھی

ہیں، تو دھیمی آواز میں اس طرح سلام کرنا چاہیے کہ جاگے ہوئے سن لیں، مگر سوئے ہوئے نہ جاگ جائیں۔

❁ سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''بھوک کی وجہ سے میری اور میرے ساتھیوں کی سماعت اور بینائی متاثر ہو چکی تھی، ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بات چیت کی، مگر کوئی ہماری مہمان نوازی کرنے کی استطاعت رکھتا تھا، چنانچہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں گھر لے گئے، وہاں تین بکریاں تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، ان کا دودھ دوہا جائے، ہم میں سے ہر ایک نے آدھا دودھ خود پیا اور آدھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، اسی طرح ہوتا رہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت تشریف لاتے اور اس طرح سلام کرتے کہ سونے والے کی نیند خراب نہ ہوتی اور جاگنے والے کو سلام سنائی دیتا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے جا کر نوافل ادا کرتے، بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حصے کا دودھ نوش فرما لیتے، ایک رات جبکہ میں اپنا حصہ پی چکا تھا، تو شیطان میرے پاس آیا اور بولا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو انصار کے پاس تشریف لے جاتے رہتے ہیں اور انصار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحائف پیش کرتے رہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں سے کھا پی لیتے ہوں گے، آپ کو اس تھوڑے سے دودھ کی کیا ضرورت ہے؟ چنانچہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے کا دودھ پی لیا، جب وہ میرے پیٹ میں چلا گیا، تو محسوس ہوا کہ اس کی گنجائش نہیں تھی، پھر شیطان نے مجھے نادم کرنا شروع کر دیا اور بولا: تم نے

جو کچھ کیا اس پر افسوس ہے، کیا تم نے محمد (ﷺ) کے حصے کا دودھ پی لیا ہے؟ انہیں دودھ نہ ملا، تو وہ تمہارے لئے دعائے ضرر کریں گے اور تم ہلاک ہو جاؤ گے۔تمہاری دنیا و آخرت برباد ہو جائے گی۔

سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک چادر تھی، میں اسے پاؤں پر ڈالتا تھا، تو سر باہر آجاتا تھا، سر پر ڈالتا، تو پاؤں باہر نکل آتے تھے، مجھے نیند نہیں آرہی تھی، میرے دونوں ساتھی سو چکے تھے، انہوں نے وہ حرکت نہیں کی تھی، جو میں نے کی تھی۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ نے سلام کیا، جائے نماز کی طرف تشریف لے گئے، وہاں کچھ نوافل ادا کرنے کے بعد اپنا مشروب حاصل کرنے کے لیے آئے، آپ ﷺ نے برتن کا ڈھکن اُٹھایا، تو اس میں کچھ نہیں تھا، آپ ﷺ نے آسمان کی طرف اپنا مبارک سر اُٹھایا، تو میں نے سوچا کہ آپ ﷺ میرے لیے دعائے ضرر کریں گے اور میں ہلاک ہو جاؤں گا، لیکن آپ ﷺ نے دعا کی:

اَللّٰھُمَّ أَطْعِمْ مَنْ أَطْعَمَنِي، وَأَسْقِ مَنْ أَسْقَانِي .

”اللہ! جس نے مجھے کھلایا تُو اسے کھلا اور جس نے مجھے پلایا تُو اسے پلا۔“

یہ سن کر میں نے چادر مضبوطی سے باندھی اور چھری پکڑ کر بکریوں کی طرف بڑھا تاکہ سب سے صحت مند بکری کو نبی کریم ﷺ کے لیے ذبح کردوں، لیکن اس بکری کے تھن بھرے ہوئے تھے، میں نبی کریم ﷺ کے مخصوص برتن کی طرف بڑھا اور اس میں آپ ﷺ کے لیے دودھ دوہ لیا، یہاں تک کہ وہ مکمل طور پر بھر گیا، میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے

دریافت کیا: کیا آپ نے رات کو اپنے حصے کا دودھ پی لیا تھا؟ عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ نوش فرمایئے، نبی کریم ﷺ نے اسے پی لیا اور پھر میری طرف بڑھا دیا، جب مجھے اندازہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ سیر ہو گئے ہیں اور اب مجھے آپ کی دعا نصیب ہو جائے گی، تو میں ہنس پڑا، اتنا کہ ہنستے ہوئے زمین پر لوٹ پوٹ ہو گیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مقداد! آپ کی یہ عادت بہت بری ہے، عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا اور میں نے یہ کیا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ دودھ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ملا ہے، آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا، ہم اپنے دونوں ساتھیوں کو جگا دیتے اور وہ بھی اس رحمت میں شریک ہو جاتے۔''

سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اُس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، جب آپ نے اُسے پی لیا اور آپ کے ہمراہ میں نے بھی پی لیا، تو اب مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ لوگوں میں سے کسی اور نے پیا ہے یا نہیں۔''

(صحیح مسلم: 2055)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۰۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: مسجد میں اسلحہ لے جانا کیسا ہے؟

جواب: شرعی لحاظ سے ضرورت کے تحت مسجد میں اسلحہ لے جانا جائز ہے۔ اگر کسی مسجد میں سیکیورٹی کا انتظام موجود ہو اور انتظامیہ کی طرف سے عوام کو اسلحہ کے ساتھ مسجد آنے سے منع کیا گیا ہو، تو اس صورت میں اسلحہ نہیں لے جایا جا سکتا۔

❁ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا مَرَّ أَحَدُكُمْ فِي مَسْجِدِنَا، أَوْ فِي سُوقِنَا، وَمَعَهُ نَبْلٌ، فَلْيُمْسِكْ عَلٰى نِصَالِهَا ـأَوْ قَالَ :ـ فَلْيَقْبِضْ بِكَفِّهٖ، أَنْ يُصِيبَ أَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِينَ مِنْهَا شَيْءٌ .

''جب کوئی شخص ہماری مسجد یا بازار سے گزرے اور اس کے پاس تیر ہوں، تو اسے چاہیے کہ تیر کے پھالوں پر ہاتھ رکھ لے (یا فرمایا:) ہتھیلی رکھ لے، تاکہ کسی مسلمان کو تیر نہ لگ جائے۔''

(صحيح البخاري : 7075، صحيح مسلم : 2615)

یہ حدیث دلیل ہے کہ مسجد میں اسلحہ لے جانے میں کوئی حرج نہیں، مگر یہ ضروری ہے کہ اسلحہ اپنی حفاظت کے لیے ہو، نہ کہ کسی کو تکلیف پہنچانے کے لیے۔

❁ سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ حِينَ أَصَابَهُ سِنَانُ الرُّمْحِ فِي أَخْمَصِ قَدَمِهِ، فَلَزِقَتْ قَدَمُهُ بِالرِّكَابِ، فَنَزَلْتُ، فَنَزَعْتُهَا وَذٰلِكَ بِمِنًى، فَبَلَغَ الْحَجَّاجَ فَجَعَلَ يَعُودُهُ، فَقَالَ الْحَجَّاجُ : لَوْ نَعْلَمُ مَنْ أَصَابَكَ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : أَنْتَ أَصَبْتَنِي قَالَ : وَكَيْفَ؟ قَالَ : حَمَلْتَ السِّلَاحَ فِي يَوْمٍ لَّمْ يَكُنْ يُحْمَلُ فِيهِ، وَأَدْخَلْتَ السِّلَاحَ الْحَرَمَ وَلَمْ يَكُنِ السِّلَاحُ يُدْخَلُ الْحَرَمَ.

’’میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ تھا، جب آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں کے تلوے میں نیزے کی نوک چبھی اور آپ رضی اللہ عنہ کا پاؤں رکاب کے ساتھ چمٹ گیا، چنانچہ میں نیچے اترا اور اسے پاؤں سے نکالا، یہ منیٰ کا واقعہ ہے۔ حجاج (بن یوسف) کو خبر ہوئی، تو وہ عیادت کے لیے آیا، حجاج نے کہا: اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ کس نے آپ کو زخمی کیا (تو ہم اسے کڑی سزا دیں گے)۔ تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تو نے مجھے زخمی کیا۔ حجاج نے کہا: وہ کیسے؟ فرمایا: تو نے ایسے دن میں اسلحہ ساتھ رکھنا شروع کیا کہ جس دن اسلحہ ساتھ نہیں رکھا جاتا تھا اور تو نے اسلحہ حرم میں داخل کیا، جبکہ حرم میں اسلحہ نہیں لایا جاتا تھا۔‘‘

(صحيح البخاري : 966)

سوال: کیا برائی کے ارادہ پر بھی گناہ ملتا ہے؟

جواب: اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر یہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے کہ کوئی مسلمان اگر نیکی کا ارادہ کرتا ہے، تو اس کا ایک اجر لکھ لیا جاتا ہے اور اگر وہ نیکی کا کام کر لے، تو اسے دس نیکیوں سے لے کر سات سو نیکیوں تک اجر دیا جاتا ہے، اگر وہ برائی کا ارادہ کرے، مگر برائی پر عمل نہ

کرے، تو اسے پھر بھی ایک نیکی دی جاتی ہے، اگر برائی کو انجام دے دے، تو ایک برائی ہی لکھی جاتی ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ کا قول نقل کیا:

إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ، فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً، فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَهٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ إِلٰى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ، وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً، فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ سَيِّئَةً وَّاحِدَةً.

''اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں لکھ دی ہیں، پھر انہیں واضح کر دیا ہے، لہٰذا جس نے نیکی کا ارادہ کیا، مگر اسے کر نہ سکا، تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے ہاں ایک مکمل نیکی لکھ دے گا، اگر وہ ارادہ کے ساتھ ساتھ نیکی کر بھی لے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنے پاس دس نیکیوں سے سات سو گنا بلکہ اس سے بھی بڑھا کر لکھ دیتا ہے۔ جس نے گناہ کا ارادہ کیا، مگر اسے انجام نہ دیا، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنے ہاں ایک مکمل نیکی لکھ لیتا ہے اور جو برائی کا ارادہ کر کے اسے انجام بھی دے دے، اللہ تعالیٰ اس کی صرف ایک برائی لکھتا ہے۔''

(صحيح البخاري: 6491، صحيح مسلم: 131)

مگر یہ یاد رہے کہ اگر کوئی مسلمان برائی کا پختہ ارادہ کرے اور برائی کے لیے پوری

طرح تیاری کر لے، تو بھی اسے اس عزم پر گناہ ملتا ہے، خواہ اس نے ابھی برائی کو انجام نہ بھی دیا ہو۔ اس پر کتاب وسنت میں کئی دلائل ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ﴾(القلم : ۱۷)

"بلاشبہ ہم نے انہیں آزمایا، جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا کہ انہوں نے قسم اٹھائی کہ صبح سویرے وہ باغ کا پھل ضرور توڑ لیں گے۔"

❁ علامہ ابو عبد اللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذِهِ الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْعَزْمَ مِمَّا يُؤَاخَذُ بِهِ الْإِنْسَانُ، لِأَنَّهُمْ عَزَمُوا عَلٰى أَنْ يَفْعَلُوا فَعُوقِبُوا قَبْلَ فِعْلِهِمْ.

"یہ آیت دلیل ہے کہ (گناہ اور نافرمانی پر) عزم مصمم کرنے پر بھی انسان کا مؤاخذہ ہوتا ہے، کیونکہ باغ والوں نے (نافرمانی پر مبنی) کام کرنے کا عزم کیا تھا، تو انہیں عمل کرنے سے پہلے ہی سزا مل گئی۔"

(تفسير القرطبي : 241/18)

❁ سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ قَالَ : إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلٰى قَتْلِ صَاحِبِهٖ.

”جب دو مسلمان باہم تلوار سے لڑتے ہیں، تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! قاتل کے بارے میں تو سمجھ آتا ہے، مقتول کا کیا قصور؟ فرمایا: کیونکہ وہ بھی اپنے مخالف کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔“

(صحيح البخاري: 31، صحيح مسلم: 2888)

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ ...... إِنَّ الْعَزْمَ عَلَى الذَّنْبِ وَالْعَقْدِ عَلٰى عَمَلِهٖ مَعْصِيَةٌ، بِخِلَافِ الْهَمِّ دُونِ عَزْمٍ، فَإِنَّهٗ مَعْفُوٌّ عَنْهُ .

”یہ حدیث دلیل ہے...... کہ گناہ پر عزم کرنا اور اسے انجام دینے کا پورا ارادہ کر لینا بھی گناہ ہے، البتہ پختہ عزم کے بغیر ارادہ کرنا معاف ہے۔“

(إكمال المُعلم: 421/8)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰٦ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ حُجَّةٌ لِلْقَوْلِ الصَّحِيحِ الَّذِي عَلَيْهِ الْجُمْهُورُ أَنَّ الْعَزْمَ عَلَى الذَّنْبِ، وَالْعَقْدِ عَلٰى عَمَلِهٖ مَعْصِيَةٌ يَأْثَمُ بِهٖ وَإِنْ لَمْ يَعْمَلْهُ وَلَا تَكَلَّمَ بِهٖ، بِخِلَافِ الْهَمِّ الْمَعْفُوِّ عَنْهُ .

”یہ حدیث جمہور کے صحیح مؤقف کی دلیل ہے کہ گناہ پر عزم کرنا اور اسے انجام دینے کا پختہ ارادہ کرنا بھی معصیت ہے، جس سے انسان گناہ گار ہوتا ہے، اگرچہ وہ اسے انجام نہ سکے اور نہ کلام کر سکے، البتہ (عزم کے بغیر گناہ کا) ارادہ کرنا معاف ہے۔“

(التّوضیح : 21/3)

سوال: کیا صحابہ کرام سے محبت کرنا واجب ہے؟

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرنا ایمان کی علامت اور نشانی ہے اور ان سے بغض ونفرت کرنا نفاق اور کفر کی علامت ہے۔ ایمان کی بقا کے لیے صحابہ سے محبت از حد ضروری ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ جَاؤُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا﴾(الحشر : ١٠)

''صحابہ کے بعد مشرف بہ اسلام ہونے والے دعا گو رہتے ہیں کہ ہمارے رب! ہمیں اور ایمان میں سبقت لے جانے والے ہمارے بھائیوں کو بخش دے اور مومنوں کے بارے ہمارے دلوں میں بغض و کینہ پیدا نہ کرنا۔''

❁ علامہ ابو عبد اللہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْآيَةُ دَلِيلٌ عَلٰى وُجُوبِ مَحَبَّةِ الصَّحَابَةِ، لِأَنَّهٗ جَعَلَ لِمَنْ بَعْدَهُمْ حَظًّا فِي الْفَيْءِ مَا أَقَامُوا عَلٰى مَحَبَّتِهِمْ وَمُوَالَاتِهِمْ وَالِاسْتِغْفَارِ لَهُمْ، وَأَنَّ مَنْ سَبَّهُمْ أَوْ وَاحِدًا مِّنْهُمْ أَوِ اعْتَقَدَ فِيهِ شَرًّا أَنَّهٗ لَا حَقَّ لَهٗ فِي الْفَيْءِ.

''یہ آیت دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرنا واجب ہے، کیونکہ اللہ

تعالیٰ نے صحابہ کے بعد والوں کو مالِ فے میں تب تک حصہ دار ٹھہرایا ہے، جب تک وہ صحابہ سے محبت وموالات پر قائم ہیں اور ان کے لیے استغفار کرتے ہیں، نیز یہ آیت دلیل ہے کہ جو تمام صحابہ یا کسی صحابی کو برا بھلا کہے یا ان کے بارے میں برا نظریہ رکھے، تو اس مالِ فے میں اس کا کوئی حق نہیں۔‘‘

(تفسير القرطبي : 18/32)

❀ امام ابوبکر عبداللہ بن زبیر حمیدی رحمہ اللہ (۲۱۹ھ) فرماتے ہیں:

اَلتَّرَحُّمُ عَلٰى أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلِّهِمْ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ : ﴿وَالَّذِينَ جَاؤُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ﴾، فَلَنْ يُؤْمِنَ إِلَّا بِالْاِسْتِغْفَارِ لَهُمْ، فَمَنْ سَبَّهُمْ أَوْ تَنَقَّصَهُمْ أَوْ أَحَدًا مِنْهُمْ فَلَيْسَ عَلَى السُّنَّةِ، وَلَيْسَ لَهٗ فِي الْفَيْءِ حَقٌّ .

’’تمام صحابہ کرام کے لیے رحمت کی دعا کرنا (بھی سنت ہے)، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَالَّذِينَ جَاؤُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ......﴾ (الحشر : ١٠) ’’صحابہ کے بعد مشرف بہ اسلام ہونے والے دعا گو رہتے ہیں کہ ہمارے رب! ہمیں اور ایمان میں سبقت لے جانے والے ہمارے بھائیوں کو بخش دے اور مومنوں کے بارے ہمارے دلوں میں بغض وکینہ پیدا نہ کرنا، بلا شبہ تو مشفق ومہربان ہے۔‘‘ ہمیں ان کے لیے صرف استغفار کا حکم ہے، لہٰذا جو ان سب، بعض یا

کسی ایک کو برا بھلا کہے گا، وہ عقیدہ اہل سنت پر نہیں ہوگا، نہ ہی اس کے لیے مال فے میں سے کوئی حصہ ہوگا۔“

(أصول السّنة، المندرج في آخر مسندہٖ: 546/2، وسندہٗ صحیحٌ)

سوال: کیا کوئی قاضی کسی کے انداز گفتگو سے تنازع کا فیصلہ کرسکتا ہے؟

جواب: قاضی کو چاہیے کہ تمام دلائل اور قرائن دے کر فیصلہ کرے، کسی کا معصوم چہرہ یا اس کا رونا دھونا دیکھ کر اس کے حق میں فیصلہ نہ سنائے۔ اصل بنیاد شواہد اور دلائل ہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَجَآءُوا أَبَاهُمْ عِشَاءً يَّبْكُونَ﴾(یوسف: ۱٦)

”وہ اپنے والد کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے آئے۔“

❀ علامہ ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) نقل کرتے ہیں:

هٰذِهِ الْآيَةُ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ بُكَاءَ الْمَرْءِ لَا يَدُلُّ عَلٰى صِدْقِ مَقَالِهٖ، لِاحْتِمَالِ أَنْ يَكُونَ تَصَنُّعًا، فَمِنَ الْخَلْقِ مَنْ يَقْدِرُ عَلٰى ذٰلِكَ، وَمِنْهُمْ مَنْ لَا يَقْدِرُ.

”یہ آیت دلیل ہے کہ آدمی کا رونا اس کی بات کے سچے ہونے کی دلیل نہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ رونا بناوٹی ہو، بعض انسان بناوٹی طور پر رو سکتے ہیں اور بعض نہیں رو سکتے۔“

(تفسیر القرطبي: 144/9)

❀ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”میں ایک بشر ہوں، آپ میرے پاس مقدمات لاتے ہیں، ممکن ہے کوئی

اپنے دعوی کے دلائل کو بہتر انداز میں سمجھانے کی صلاحیت رکھتا ہو اور میں دلائل کی سماعت کی بنیاد پر اس کے حق میں فیصلہ دے دوں، وہ اگر فیصلہ لینے میں حق بجانب نہ ہوا اور اس کے بھائی کے حق کا ایک بھی ٹکڑا اس کے فیصلے میں آ گیا، تو وہ اس کے لئے آگ کا ٹکڑا ہو گا۔''

(صحيح البخاري : 7169، صحيح مسلم : 1713)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ يَكُونُ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ .

''بلاشبہ میں ایک بشر ہوں۔ ممکن ہے کوئی اپنی دلیل کو بیان کرنے میں دوسرے کی بہ نسبت زبان کا تیز ہو، چنانچہ جس کے لیے میں اس کے بھائی کے حق میں سے کسی چیز کا فیصلہ کر دوں، تو میں اسے آگ کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں۔''

(مصنّف ابن أبي شَيبة : 234/7، مسند الإمام أحمد : 232/2، سنن ابن ماجه : 2318، مسند أبي يعلى : 5920، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۰۷۱) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ . ''یہ سند صحیح ہے۔''

(مِصباح الزّجاجة : ۸۲۰)

سوال: ملاقات کے وقت سلام کہنا سب سے پہلے کب مشروع ہوا؟

جواب: ملاقات کے وقت سلام کہنا ہر اُمت میں مشروع رہا ہے، ممکن ہے کہ الفاظ

بھی وہی ہوں، سب سے پہلے سلام اس وقت مشروع ہوا، جب سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی، انہیں حکم دیا گیا کہ فرشتوں کو سلام کہیں، پھر آدم علیہ السلام اور بنو آدم کے لیے ملاقات کے وقت یہی الفاظ کہنا مشروع کر دیا گیا۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ وَطُولُهُ سِتُّونَ ذِرَاعًا، ثُمَّ قَالَ : اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰى أُولٰئِكَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّونَكَ، تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ، فَقَالَ : السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَقَالُوا : السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، فَزَادُوهُ : وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، فَكُلُّ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰى صُورَةِ آدَمَ، فَلَمْ يَزَلِ الْخَلْقُ يَنْقُصُ حَتَّى الْآنَ .

”اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، ان کا قد ساٹھ ہاتھ تھا، تو فرمایا: جائیے فرشتوں کی اس جماعت کو سلام کیجئے، وہ آپ کو جو جواب دیں، وہ غور سے سنیں، چنانچہ وہی جواب آپ اور آپ کی اولاد کا ہوگا، آدم علیہ السلام نے جا کر کہا: السلام علیکم! فرشتوں نے جواب دیا: السلام علیک ورحمۃ اللہ، فرشتوں نے لفظ ”رحمۃ اللہ“ کا اضافہ کیا ہے، فرمایا: جنت میں جانے والا ہر شخص صورت آدم پر ہوگا، ان کے بعد اب تک مسلسل قد و قامت میں کمی واقع ہوتی چلی آ رہی ہے۔“

(صحيح البخاري : 3326؛ صحيح مسلم : 2841)

سوال: کیا غیر مسلم کو ایک ہی مرتبہ اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا کافی ہے یا بار بار دعوت دینی چاہیے؟

جواب: نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا واجب ہے۔ یہ دعوت ہر وقت ہر کسی کو

دینی چاہیے، کسی غیر مسلم یا مشرک کو قبول اسلام یا توحید کی دعوت بار بار دینی چاہیے، مختلف اسلوب اور طریقہ کار آزمائے جائیں، دلائل عقلیہ ونقلیہ ذکر کیے جائیں۔ مایوسی نہ کی جائے، اس کی ہدایت کے لیے دعا بھی کی جائے، ہمارے ذمہ صرف ابلاغ اور دعوت ہے، ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، جس کو چاہتا ہے، جب چاہتا ہے، ہدایت سے بہرمند فرما دیتا ہے۔

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ أَدْعُو أُمِّي إِلَى الْإِسْلَامِ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ، فَدَعَوْتُهَا يَوْمًا فَأَسْمَعَتْنِي فِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَكْرَهُ، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي كُنْتُ أَدْعُو أُمِّي إِلَى الْإِسْلَامِ فَتَأْبٰى عَلَيَّ، فَدَعَوْتُهَا الْيَوْمَ فَأَسْمَعَتْنِي فِيكَ مَا أَكْرَهُ، فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَهْدِيَ أُمَّ أَبِي هُرَيْرَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ اهْدِ أُمَّ أَبِي هُرَيْرَةَ فَخَرَجْتُ مُسْتَبْشِرًا بِدَعْوَةِ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا جِئْتُ فَصِرْتُ إِلَى الْبَابِ، فَإِذَا هُوَ مُجَافٌ، فَسَمِعَتْ أُمِّي خَشْفَ قَدَمَيَّ، فَقَالَتْ: مَكَانَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ وَسَمِعْتُ خَضْخَضَةَ الْمَاءِ، قَالَ: فَاغْتَسَلَتْ وَلَبِسَتْ دِرْعَهَا وَعَجِلَتْ عَنْ خِمَارِهَا، فَفَتَحَتِ الْبَابَ، ثُمَّ قَالَتْ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ

وَرَسُولُهٗ، قَالَ : فَرَجَعْتُ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَيْتُهٗ وَأَنَا أَبْكِي مِنَ الْفَرَحِ، قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَبْشِرْ قَدِ اسْتَجَابَ اللّٰهُ دَعْوَتَكَ وَهَدٰى أُمَّ أَبِي هُرَيْرَةَ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ خَيْرًا، قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يُحَبِّبَنِي أَنَا وَأُمِّي إِلٰى عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ، وَيُحَبِّبَهُمْ إِلَيْنَا، قَالَ : فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ عُبَيْدَكَ هٰذَا يَعْنِي أَبَا هُرَيْرَةَ وَأُمَّهٗ إِلٰى عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِينَ، وَحَبِّبْ إِلَيْهِمِ الْمُؤْمِنِينَ، فَمَا خُلِقَ مُؤْمِنٌ يَسْمَعُ بِي وَلَا يَرَانِي إِلَّا أَحَبَّنِي .

”میری والدہ مشرکہ تھیں، میں انہیں اسلام کی دعوت دیتا رہتا تھا، ایک دن میں نے انہیں دعوت دی، تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کوئی نازیبا بات کہہ دی، تو میں روتے روتے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کیا: اللہ کے رسول! میں اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں، مگر وہ انکار کر دیتی ہیں، آج بھی میں نے انہیں دعوت دی، تو انہوں نے آپ کے متعلق ایسی بات کی، جو مجھے اچھی نہیں لگی، آپ دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے دے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: اللہ! ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت نصیب فرما۔ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نبی کریم ﷺ سے دعا لے کر خوشی خوشی نکلا، جب میں گھر کے دروازے پر پہنچا، تو وہ بند تھا۔ میری ماں نے میرے قدموں کی آہٹ سنی اور کہا: ابو ہریرہ! یہیں رکنا۔ (ابو

ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:) میں نے پانی گرنے کی آواز سنی، دراصل امی جان غسل کر رہی تھیں، انہوں نے کپڑے پہنے، جلدی میں دوپٹا بھی نہیں لیا، دروازہ کھولا اور پکار اٹھی: ابو ہریرہ! أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آیا، میں خوشی کے آنسو بہا رہا تھا۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! خوشخبری! اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرما لیا ہے اور ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا کر دی ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور خیر کی بات کہی۔ میں نے گزارش کی: اللہ کے رسول! یہ دعا بھی فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میری ماں کو مومنوں کا محبوب بنا دے اور مومنوں کو ہمارا محبوب بنا دے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اللہ! اپنے اس عاجز بندے (ابو ہریرہ) اور اس کی ماں کو مومنوں کا محبوب بنا دے اور مومنوں کو ان کا محبوب بنا دے۔ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:) اس لیے جس مومن نے بھی میرے متعلق سنا، لیکن مجھے دیکھا نہیں، وہ بھی ضرور بالضرور مجھ سے محبت کرے گا۔"

(صحیح مسلم :2491)

سوال: ایک پابند شرع انسان بری محفل میں بیٹھتا ہے، جس میں ناچ گانا وغیرہ ہوتا ہے اور ہلڑ بازی ہوتی ہے، مگر وہ شخص ان کے ساتھ یہ گناہ نہیں کرتا، مگر مجلس میں بیٹھا رہتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: گناہ کی مجلس میں شرکت کرنا جائز نہیں، اگر اس مجلس کو روکنے کی استطاعت ہے، تو اسے روکا جائے، ورنہ زبان سے منع کر دیا جائے، مگر ان کی مجلس میں شرکت کرنا گناہ

کبیرہ ہے، یہ گناہ پر تعاون ہے۔ وہ پابند شرع انسان، جو گناہ گاروں کی محفل میں بیٹھتا ہے، انہیں محفل سے روکتا بھی نہیں اور خود وہاں سے اٹھتا بھی نہیں، تو بعید نہیں کہ وہ شخص بھی انہیں کی طرح گناہ گار ہو جائے، یا اس کے دل میں برائی کی نفرت کم ہو جائے، اس طرح وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ بھی برائیاں کا شکار ہو جائے گا، نیز یہ مروءت کے خلاف ہے۔

لہٰذا گناہ کی مجالس میں بیٹھنا بھی گناہ ہے، خواہ وہ خود گناہ کرے یا نہ کرے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾

(المائدة : ٧٩)

''وہ لوگ ایک دوسرے کو اس برائی سے نہیں روکتے تھے، جس برائی کا وہ ارتکاب کرتے تھے، بلا شبہ وہ بہت برا عمل کرتے تھے۔''

❁ علامہ ابو عبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلَى النَّهْيِ عَنْ مُّجَالَسَةِ الْمُجْرِمِينَ وَأَمْرٍ بِتَرْكِهِمْ وَهِجْرَانِهِمْ.

''آیت میں دلیل ہے کہ مجرموں کے ساتھ بیٹھنا منع ہے اور ان سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا حکم ہے۔''

(تفسير القرطبي : 253/6)

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ (النّساء : ١٤٠)

’’آپ اس وقت تک ان کے ساتھ بیٹھک نہ کریں جب تک کہ وہ گفتگو کا موضوع بدل نہیں لیتے، ورنہ آپ میں اور ان میں کوئی فرق نہ ہوگا۔‘‘

❀ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) فرماتے ہیں:

﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ فَدَلَّ بِهٰذَا عَلٰى وُجُوبِ اجْتِنَابِ أَصْحَابِ الْمَعَاصِي إِذَا ظَهَرَ مِنْهُمْ مُنْكَرٌ، لِأَنَّ مَنْ لَمْ يَجْتَنِبْهُمْ فَقَدْ رَضِيَ فِعْلَهُمْ، وَالرِّضَا بِالْكُفْرِ كُفْرٌ.

’’﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ کے الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ اہل بدعت جب بدعت کا پرچار کر رہے ہوں، تو ان سے اجتناب واجب ہے، جو ان سے اجتناب نہیں کرتا، وہ ان کی بدعت سے راضی ہے اور کفر پر راضی ہو جانا بھی کفر ہے۔‘‘

(تفسير القرطبي : 418/5)

سوال: کیا عالم دوران خطبہ حدیث بیان کرتے ہوئے یہ کہہ سکتا ہے کہ ’’اللہ کی قسم! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے‘‘؟

جواب: اگر کسی بات پر یقین ہو، تو اس پر قسم اٹھائی جا سکتی ہے، تا کہ مخاطب کو بھی پوری طرح یقین اور اعتبار ہو جائے۔

جب عالم کو کسی حدیث کا صحیح ہونا بالیقین معلوم ہو، تو وہ اس پر حلف بھی اٹھا سکتا ہے، تا کہ عوام کے دل مطمئن ہو جائیں۔

❀ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى إِلَى الْمُصَلّٰى، فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةُ، ثُمَّ

يَنْصَرِفُ، فَيَقُومُ مُقَابِلَ النَّاسِ، وَالنَّاسُ جُلُوسٌ عَلٰى صُفُوفِهِمْ فَيَعِظُهُمْ، وَيُوصِيهِمْ، وَيَأْمُرُهُمْ، فَإِنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهٗ، أَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ أَمَرَ بِهٖ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ : فَلَمْ يَزَلِ النَّاسُ عَلٰى ذٰلِكَ حَتّٰى خَرَجْتُ مَعَ مَرْوَانَ ـوَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِـ فِي أَضْحًى أَوْ فِطْرٍ، فَلَمَّا أَتَيْنَا الْمُصَلَّى إِذَا مِنْبَرٌ بَنَاهُ كَثِيرُ بْنُ الصَّلْتِ، فَإِذَا مَرْوَانُ يُرِيدُ أَنْ يَرْتَقِيَهٗ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ، فَجَبَذْتُ بِثَوْبِهٖ، فَجَبَذَنِي، فَارْتَفَعَ، فَخَطَبَ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَقُلْتُ لَهٗ : غَيَّرْتُمْ وَاللّٰهِ، فَقَالَ : أَبَا سَعِيدٍ قَدْ ذَهَبَ مَا تَعْلَمُ، فَقُلْتُ : مَا أَعْلَمُ وَاللّٰهِ خَيْرٌ مِّمَّا لَا أَعْلَمُ، فَقَالَ : إِنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُونُوا يَجْلِسُونَ لَنَا بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَجَعَلْتُهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ .

”رسول اللہ ﷺ عیدین میں عیدگاہ کی طرف نکلتے تھے،تو سب سے پہلے نماز پڑھاتے،سلام پھیر کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے،لوگ صفوں میں ہی بیٹھے ہوتے، انہیں وعظ و نصیحت کرتے اور نیکی کا حکم دیتے،کوئی لشکر ترتیب دینا ہوتا،تو وہ دیتے یا کوئی بھی معاملہ ہوتا،اس کا حکم فرماتے،پھر واپس چلے آتے، لوگ اسی طرح کرتے رہے، یہاں تک کہ مروان کا دور آ گیا، میں مدینے کے امیر مروان بن حکم کے ساتھ عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے لیے عیدگاہ کی طرف نکلا، جب ہم عیدگاہ پہنچے،تو وہاں منبر پڑا دیکھا، جسے کثیر بن صلت نے بنایا تھا، جب مروان نماز سے پہلے ہی منبر پر چڑھنے لگا،تو میں نے اسے کپڑے سے اپنی

طرف کھینچ لیا، اس نے اپنا کپڑا کھینچا اور منبر پر چڑھ گیا اور نماز سے پہلے ہی خطبہ دے دیا، میں نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے سنت کو بدل دیا، کہنے لگا: ابوسعید! تمہارا علم جاتا رہا، میں نے کہا: اللہ کی قسم! جتنا میں جانتا ہوں، وہ نا جاننے سے بہتر ہے، کہنے لگا: نماز کے بعد لوگ ہماری بات سننے کے لیے بیٹھتے نہیں ہیں، اس لیے میں نے خطبہ نماز سے پہلے کرلیا ہے۔''

(صحيح البخاري: 956)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ حَلِفُ الْعَالِمِ عَلٰى صِدْقِ مَا يُخْبِرُ بِهٖ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ عالم اپنی بات کی سچائی کے لیے قسم اٹھا سکتا ہے۔''

(فتح الباري: 2/450)

❀ ابو حازم بن دینار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''کچھ لوگ سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، انہیں منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لکڑی بارے شک تھا، انہوں نے سہل رضی اللہ عنہ سے اس بارے سوال کیا، تو سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں بخوبی پہچانتا ہوں کہ منبر کس کا بنا تھا؟ پہلے دن جب یہ بنایا گیا اور پہلے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر جلوہ افروز ہوئے، میں جانتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں انصاریہ کی طرف پیغام بھیجا، سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے اس عورت کا نام بھی بتایا تھا، پیغام تھا کہ اپنے بڑھئی غلام سے کہہ دیں کہ میرے لیے کچھ لکڑی کی سیڑھیاں بنا دے کہ لوگوں سے خطاب کرتے وقت جس پر میں بیٹھ سکوں، تو اس عورت کے حکم سے بڑھئی نے طرفاء

الغابہ لکڑی سے منبر تیار کر کے پیش کر دیا، عورت نے وہ منبر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا، تو آپ ﷺ نے اسے یہاں رکھنے کا حکم دیا۔ مجھے یاد ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس پر کھڑے ہو کر نماز شروع کی، اس پر کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہا، پھر اسی پر رکوع کیا، پھر ایڑھیوں کے بل پیچھے ہوئے اور منبر کی جڑ میں سجدہ کیا، پھر واپس منبر پر تشریف لے آئے، فارغ ہو کر لوگوں کی طرف منہ کیا اور فرمایا: لوگو! میں نے ایسا اس لیے کیا، تا کہ آپ میری اقتدا کریں اور نماز کا طریقہ سیکھ لیں۔''

(صحيح البخاري : 917، صحيح مسلم : 544)

سوال: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بالاجماع خلیفہ بلافصل ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ، وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيقًا ۞ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيمًا﴾ (النساء : ٦٩-٧٠)

''جو اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں انعام یافتگان نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور نیکوکاروں کا ساتھ نصیب فرمائے گا، یہ بہت اعلیٰ رفاقت ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور وہ خوب جاننے والا ہے۔''

❀ علامہ ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلٰى خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَذٰلِكَ

أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمَّا ذَكَرَ مَرَاتِبَ أَوْلِيَائِهٖ فِي كِتَابِهٖ، بَدَأَ بِالْأَعْلٰى مِنْهُمْ وَهُمُ النَّبِيُّونَ، ثُمَّ ثَنّٰى بِالصِّدِّيقِينَ وَلَمْ يَجْعَلْ بَيْنَهُمَا وَاسِطَةً، وَأَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى تَسْمِيَةِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صِدِّيقًا، كَمَا أَجْمَعُوا عَلٰى تَسْمِيَةِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَسُولًا، وَإِذَا ثَبَتَ هٰذَا وَصَحَّ أَنَّهُ الصِّدِّيقُ وَأَنَّهُ ثَانِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَجُزْ أَنْ يَتَقَدَّمَ بَعْدَهٗ أَحَدٌ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''اس آیت میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت (بلافصل) پر دلیل ہے، وہ اس طرح کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے اولیا کے مراتب ذکر کیے، تو سب سے اعلیٰ مرتبے سے آغاز کیا، جو کہ نبیوں کا ہے، دوسرے نمبر پر صدیقین کو ذکر کیا اور ان کے درمیان کوئی واسطہ ذکر نہیں کیا۔ اب اس پر تو مسلمانوں کا اجماع ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب ''صدیق'' ہے، جیسا کہ محمد علیہ السلام کو ''رسول'' کہنے پر اتفاق ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ''صدیق'' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرے ہیں، تو اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے کو مقدم کرنا جائز نہیں، واللہ اعلم!''

(تفسير القرطبي: 273/5)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا بَقِيَ نِصْفٌ مِّنْ شَعْبَانَ فَلَا تَصُومُوا .

''جب نصف شعبان باقی رہ جائے، تو روزے مت رکھیں۔''

(سنن أبي داود : 2337، سنن التّرمذي : 738)

جواب: روایت منکر ہے۔

✿ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے سامنے یہ حدیث ذکر کی گئی، تو:

أَنْكَرَهُ . ''آپ رحمہ اللہ نے اسے منکر قرار دیا۔''

(علل الإمام أحمد برواية المروذي، ص 160، الرقم : 278)

✿ نیز فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ .

''یہ حدیث منکر ہے۔''

(مسائل الإمام أحمد برواية أبي داود : 2002)

✿ امام ابو زرعہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهُ مُنْكَرٌ . ''یہ روایت منکر ہے۔''

(الضّعفاء : 388/2)

✿ حافظ خلیلی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''شاذ وغیر محفوظ'' قرار دیا ہے۔

(الإرشاد : 218/1، الرقم : 20)

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے ''منکر'' قرار دیا ہے۔

(سِيَرُ أعلام النُّبلاء : 187/6)

✿✿✿✿✿✿✿

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۰۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: دینی احکامات میں طنز و مذاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: طنز و مذاح جائز ہے، مگر دینی احکام کے ساتھ مذاق یا استہزا کرنا قطعاً حرام ہے، بلکہ بسا اوقات دین کے استخفاف کی وجہ سے معاملہ کفر تک پہنچ جاتا ہے، اللہ، رسولوں، فرشتوں، نماز، اذان، روزہ، قبر، آخرت یا دیگر کسی اسلامی رکن کے ساتھ مذاق کرنا یا ان کی طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کر کے لوگوں کو ہنسانا بھی حرام اور کبیرہ گناہ ہے، کتاب وسنت میں اس کی سخت مذمت ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهٖ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا قَالَ أَعُوذُ بِاللّٰهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ﴾

(البقرة : ٦٧)

”جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے، تو لوگوں نے کہا کہ کیا آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں، تو انہوں (موسیٰ علیہ السلام) نے کہا، میں جاہل بن جانے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔“

❁ علامہ ابو عبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلٰى مَنْعِ الِاسْتِهْزَاءِ بِدِينِ اللّٰهِ وَدِينِ الْمُسْلِمِينَ

وَمَنْ يَجِبُ تَعْظِيمُهُ، وَأَنَّ ذٰلِكَ جَهْلٌ وَصَاحِبُهُ مُسْتَحِقٌّ لِلْوَعِيدِ .

''یہ آیت دلیل ہے کہ اللہ کے دین، مسلمانوں کے دین اور ہر اس شے کا استہزا کرنا ممنوع ہے، جس کی تعظیم واجب ہو، نیز دلیل ہے کہ یہ سراسر جہالت ہے اور ایسا کرنے والا سخت وعید کا مستحق ہے۔''

(تفسير القرطبي :447/1)

❀ علامہ شیخی زادہ حنفی رحمہ اللہ (۱۰۷۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْاِسْتِخْفَافُ بِالْأَشْرَافِ وَالْعُلَمَاءِ كُفْرٌ .

''شرفا اور علما کا استخفاف کرنا باعث کفر ہے۔''

(مَجمع الأنهر :695/1)

❀ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْاِسْتِهْزَاءُ بِالْعِلْمِ وَالْعُلَمَاءِ كُفْرٌ .

''علم اور اہل علم کا استہزا کرنا کفر ہے۔''

(الأشباه والنّظائر، ص 160)

سوال: عمرہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: عمرہ کے وجوب اور عدم وجوب میں اختلاف ہے، ہمارے مطابق ہر اس شخص پر عمرہ کرنا واجب ہے، جو مالی وجسمانی استطاعت رکھتا ہو، البتہ جس نے بیت اللہ کا حج کرلیا، اس سے عمرہ کا وجوب بھی ساقط ہو گیا، واللہ اعلم!

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾(البقرة : ١٩٦)

”اللہ کے لیے حج اور عمرہ کو مکمل کرو۔“

❁ علامہ ابو عبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذِهِ الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلٰى وُجُوبِ الْعُمْرَةِ، لِأَنَّهٗ تَعَالٰى أَمَرَ بِإِتْمَامِهَا كَمَا أَمَرَ بِإِتْمَامِ الْحَجِّ.

”یہ آیت دلیل ہے کہ عمرہ واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حج کی طرح عمرہ کو مکمل کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔“

(تفسير القرطبي: 368/2)

صاحب استطاعت پر عمرہ واجب ہے۔ طرفین کے دلائل کا جائزہ لینے کے بعد یہی راجح معلوم ہوتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ سمیت جمہور اہل علم کا یہی مذہب ہے۔ کئی احادیث سے استدلال کیا گیا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَيْسَ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ أَحَدٌ إِلَّا عَلَيْهِ حَجَّةٌ وَعُمْرَةٌ وَاجِبَتَانِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلٰى ذٰلِكَ سَبِيلًا، فَمَنْ زَادَ بَعْدَهُمَا شَيْئًا فَهُوَ خَيْرٌ وَتَطَوُّعٌ.

”وہ تمام لوگ، جو بیت اللہ تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہیں، پر (کم سے کم ایک مرتبہ) حج اور عمرہ واجب ہے، جو اس سے زیادہ مرتبہ کرے، وہ اس کے لیے خیر و بھلائی اور نفل ہوگا۔“

(سنن الدّارقطني: 2720، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عمرہ کو ”حج اصغر“ کہا ہے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 13659، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۰ھ) فرماتے ہیں:

ذَهَبَ أَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ إِلٰى وُجُوبِهَا .

''اکثر اہل علم کا مذہب ہے کہ عمرہ واجب ہے۔''

(تفسير البغوي :217/1)

علامہ ابوحفص عمر بن علی نعمانی حنفی رحمہ اللہ (۷۷۵ھ) فرماتے ہیں:

ذَهَبَ أَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ إِلٰى وُجُوبِهَا .

''اکثر اہل علم کا مذہب ہے کہ عمرہ واجب ہے۔''

(اللُّباب في عُلوم الكتاب : 359/3)

سوال: کیا غیبت کی معافی ہے؟

جواب: غیبت کبیرہ گناہ ہے، اس پر سخت وعیدیں بیان ہوئی ہیں، یہ زبان کا گناہ ہے، اس سے نیکیاں ضائع ہوتی ہیں، آدمی کی وجاہت اور وقار جاتا رہتا ہے، ایسے شخص سے لوگوں کا اعتبار اور اعتماد اٹھ جاتا ہے، لوگ اس سے گریز کرتے ہیں، ایک وقت کے بعد وہ تنہا رہ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس کی کئی دنیوی و اُخروی قباحتیں ہیں۔

گناہ پر توبہ لازم ہے، وہ توبہ، جو اللہ کے حقوق سے متعلق ہو، اس کے اندر تین چیزوں کا ہونا شرط ہے:

① فوراً اس معصیت سے دستبرداری و کنارہ کشی اختیار کرنا۔

② کیے ہوئے عمل پر نادم و شرمسار ہونا۔

③ آئندہ اس کا اعادہ نہ کرنے کا عزم مصمم کرنا۔

جوتو بہ حقوق العباد سے تعلق رکھتی ہو، اس میں ان تینوں کے علاوہ ایک چوتھی شرط بھی ہے، وہ یہ کہ صاحب حق کو اس کا حق واپس کرنا یا اس سے معافی و برأت حاصل کرنا۔

لہٰذا غیبت کی توبہ ان چار شرائط سے ہوگی ، کیونکہ غیبت کا تعلق حقوق العباد یا حقوق انسانی سے ہے، لہٰذا جس کی غیبت کی گئی ہے، اس سے معافی مانگنا ضروری ہے، صرف اتنا کہنا کافی ہوگا کہ میں نے آپ کی غیبت کی ہے، اس لیے آپ مجھے معاف کر کے حلال وآزاد کریں، یہی بات درست اور راجح ہے۔

جس کی غیبت کی گئی ہے، اگر وہ غائب یا وفات پا چکا ہو، تو اس سے برأت حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس کے لیے بہ کثرت دعائے مغفرت کی جائے، اُمید ہے کہ اسے غیبت سے برأت حاصل ہو جائے گی، ان شاءاللہ!

جس کی غیبت کی گئی ہے اسے چاہیے کہ غیبت کرنے والے کو بری کر دے، ایسا کرنا اس پر واجب نہیں، کیونکہ ایسا کرنا تبرع اور اپنے حق سے دستبردار ہونا ہے، اسے اس کا اختیار ہے کہ دستبردار ہو یا نہ ہو، مگر اس پر تاکیدی طور پر مستحب ہے کہ وہ اسے بری کر دے تاکہ دوسرا مسلمان بھائی معصیت کے وبال سے نجات پا سکے، خود اسے اللہ کی طرف سے عفو درگزر پر ثواب عظیم اور اللہ کی محبت حاصل ہو۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾(آل عمران : ١٣٤)

”جو آسودگی اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں، غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں، اللہ ایسے نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔“

معافی کے ساتھ دل کو تسلی دیں کہ جو بیت چکا سو بیت چکا، اب اس کی وجہ سے میں ثواب سے محروم کیوں رہوں کہ مسلمان بھائی کو معاف کرنا کارِ ثواب ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾(الشّوریٰ: ۳٤)

"جو صبر کرے اور قصور معاف کر دے، تو یہ ہمت کا کام ہے۔"

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾(الأعراف: ۱۹۹)

"عفو اختیار کریں، نیکی کا حکم دیں اور جاہلوں سے اعراض برتیں۔"

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةَ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ.

"جو شخص کسی مومن سے دنیا کی تنگیوں میں سے کوئی تنگی دور کرے گا، اللہ تعالیٰ اس سے آخرت کی تنگیوں میں سے کوئی تنگی دور فرمائے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کے عیب چھپائے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عیب دنیا اور آخرت میں چھپائے گا اور جو شخص کسی تنگدست پر آسانی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دنیا اور آخرت میں آسانی فرمائے گا، اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں رہتا ہے، جب تک

بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔''

(صحيح مسلم : 2699)

ہر گناہ کی توبہ ہے، غیبت پر توبہ واجب ہے۔

جس نے زبان سے ایسی بات ادا کی، جس کا ادا کرنا حرام ہے، تو اس پر توبہ کرنا واجب ہے، توبہ کے تین ارکان ہیں؛

۱۔ فوراً اس معصیت سے دستبردار ہونا۔

۲۔ اپنے کیے پر نادم و پشیمان ہونا۔

۳۔ آئندہ نہ کرنے کا پختہ عزم اور ارادہ ہو۔

اگر معصیت کا تعلق حقوق العباد سے ہو، تو اس کے ساتھ ایک چوتھی شرط بھی ہوگی:

اس کا حق اسے واپس کر دے، یا اس سے اپنی برأت حاصل کرے۔

اگر وہ کسی گناہ سے توبہ کر رہا ہے، تو اسے چاہیے کہ تمام گناہوں سے توبہ کرے، اگر وہ کسی مخصوص گناہ کی توبہ کرا اکتفا کرتا ہے، تو توبہ درست ہے، اگر اس نے کسی گناہ سے سچی توبہ کر لی، پھر وہی گناہ سرزد ہوا، تو دوبارہ گنہگار ہوگا اور دوبارہ توبہ کرنا اس پر واجب ہے، پہلی توبہ باطل نہیں ہوگی، یہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ٭ إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَآئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُّبْصِرُونَ ٭ وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ٭﴾ (الأعراف : ۲۰۰۔۲۰۲)

”شیطان کی طرف سے دل میں وسوسہ پیدا ہو، تو اللہ کی پناہ مانگو، وہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔ جو لوگ پرہیزگار ہیں، جب انہیں شیطان کی طرف سے وسوسہ پیدا ہوتا ہے، تو وہ چوکنا ہو جاتے ہیں اور صاحب بصیرت بن جاتے ہیں۔ ان (شیاطین) کے بھائی انہیں گمراہی میں کھینچتے ہیں، جبکہ وہ اس میں کوتاہی نہیں کرتے۔“

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوآ أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلٰى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۞ أُولَٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ﴾(آل عمران : ١٣٥-١٣٦)

”وہ جب کوئی کھلا گناہ کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جان پر ظلم کر لیتے ہیں، تو اللہ کو یاد کرتے اور گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ جان بوجھ کر اپنے افعال پر اَڑے نہیں رہتے، ایسے لوگوں کا صلہ رب کی طرف سے بخشش اور باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ بستے رہیں گے اور (نیک) کام کرنے والوں کا بدلہ بہت اچھا ہے۔“

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلِفِهٖ : وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰى، فَلْيَقُلْ : لَا إِلٰهَ

إِلَّا اللّٰهُ، وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ : تَعَالَ أُقَامِرْكَ، فَلْيَتَصَدَّقْ .

”جو قسم کھائے اور کہے کہ لات و عزی کی قسم! تو اسے «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ» پڑھنا چاہیے اور جو اپنے ساتھی سے کہے: آؤ جوا کھیلیں، تو اسے صدقہ کرنا چاہیے۔“

(صحيح البخاري : 4860، صحيح مسلم : 1647)

سوال: ”خلق“ اور ”مخلوق“ میں کیا فرق ہے؟

جواب: ”خلق“ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے، جبکہ ”مخلوق“ ایسی موجود شے ہے، جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ ہے، مگر اس کی ذات کے ساتھ قائم نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اپنی ہر مخلوق سے جدا اور منفصل ہے۔

❁ امام قوام السنہ اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

اَلْخَلْقُ غَيْرُ الْمَخْلُوقِ، فَالْخَلْقُ صِفَةٌ قَائِمَةٌ بِذَاتِهٖ، وَالْمَخْلُوقُ هُوَ الْمَوْجُودُ الْمُخْتَرَعُ لَا يَقُومُ بِذَاتِهٖ، وَأَنَّ الصِّفَاتِ الصَّادِرَةَ عَنِ الْأَفْعَالِ مَوْصُوفٌ بِهَا فِي الْقِدَمِ، وَإِنْ كَانَتِ الْمَفْعُولَاتُ مُحْدَثَةً، خِلَافًا لِّمَنْ يَقُولُ : إِنَّ الْخَلْقَ هُوَ الْمَخْلُوقُ، وَالْأَفْعَالُ عَلٰى ضَرْبَيْنِ؛ لَازِمٌ وَّمُتَعَدٍّ، فَاللَّازِمُ مَا لَا مَفْعُولَ لَهٗ، وَالْمُتَعَدِّي مَا لَهٗ مَفْعُولٌ، فَلَوْ كَانَ الْفِعْلُ هُوَ الْمَفْعُولُ، وَالْخَلْقُ هُوَ الْمَخْلُوقُ، لَمْ يَكُنِ اللَّازِمُ فِعْلًا، إِذْ لَا مَفْعُولَ لَهٗ، وَقَوْلُنَا : الْقِرَاءَةُ هِيَ الْمَقْرُوءُ لَوْ قُلْنَا : الْقِرَاءَةُ غَيْرُ الْمَقْرُوءِ، أَفْضٰى إِلٰى حُدُوثِ الْقِرَاءَةِ وَفِي قَوْلِنَا : الْخَلْقُ

غَيْرُ الْمَخْلُوقِ أَكْثَرُ مَا فِيهِ أَنَّ الْمَخْلُوقَ مُحْدَثٌ .

”خلق اور مخلوق میں فرق ہے، خلق صفت ہے، جو ذات باری تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے۔ اور مخلوق جسے بنایا گیا ہے، وہ بذات خود قائم نہیں ہوتی۔ تو افعال سے صادر ہونے والی صفات شروع سے ان افعال کے ساتھ موصوف ہوتی ہیں، اگرچہ ان صفات سے وجود پانے والے مفعول نئے ہوتے ہیں۔ یہ موقف ان لوگوں کے خلاف ہے، جو کہتے ہیں کہ خلق ہی مخلوق ہے۔ افعال دو قسم کے ہوتے ہیں؛ لازم اور متعدی۔ لازم وہ ہوتا ہے، جس کا کوئی مفعول نہ ہو اور متعدی وہ ہوتا ہے، جس کا مفعول ہو۔ اگر فعل ہی مفعول ہوتا اور خلق ہی مخلوق ہوتی، تو فعل لازم کا کوئی وجود ہی نہ ہوتا، کیونکہ اس کا کوئی مفعول نہیں ہے، یہ جو ہم کہتے ہیں کہ قرأت سے مراد پڑھا جانے والا ہے، اگر ہم کہیں کہ قرأت سے مراد پڑھا جانے والا نہیں ہوتا، تو اس کا مطلب ہوگا کہ قرأت حادث ہے۔ تو یہ جو ہم کہتے ہیں کہ خلق مخلوق نہیں ہے، اس میں مخلوق کا محدث ہونا زیادہ وضاحت کے ساتھ سامنے آتا ہے۔“

(الحُجّة في بَيان المَحَجّة :1/327-328)

سوال: کیا جہنم کا وجود ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا اجماعی واتفاقی عقیدہ ہے کہ جہنم وجود میں آ چکی ہے، اس کا وجود حقیقی ہے، جہنم باقی رہنے کے لیے پیدا کی گئی ہے، اسے فنا نہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ﴾(آل عمران : ١٣١)

”نارِ جہنم سے بچ جاؤ کہ جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔“

❁ علامہ ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذِهِ الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ النَّارَ مَخْلُوقَةٌ رَدًّا عَلَى الْجَهْمِيَّةِ، لِأَنَّ الْمَعْدُومَ لَا يَكُونُ مُعَدًّا .

”یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ جہنم پیدا کی گئی ہے، اس میں فرقہ جہمیہ کا رد ہے، کیونکہ معدوم شے کو تیار نہیں کیا جاتا۔“

(تفسير القرطبي : 203/4)

❁ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُّؤَذِّنَ لِلظُّهْرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَبْرِدْ، ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُّؤَذِّنَ، فَقَالَ لَهٗ : أَبْرِدْ، حَتّٰى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُولِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ .

”ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر پر تھے، مؤذن نمازِ ظہر کے لیے اذان کہنے لگا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ظہر کو) ٹھنڈا کیجئے۔ پھر مؤذن اذان کہنے لگا، تو فرمایا: (ظہر کو) ٹھنڈا کیجئے۔ یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھ لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گرمی کی شدت جہنم کے سانس لینے سے ہوتی ہے، لہٰذا جب گرمی سخت ہو، تو نماز (ظہر) کو ٹھنڈا کر لیا کریں۔“

(صحيح البخاري : 539، صحيح مسلم : 616)

سوال: جس ریاست میں کفر و معاصی اور بے حیائی و فحاشی عام ہو، وہاں سکونت اختیار کرنا کیسا ہے؟

جواب: جس ملک اور ریاست میں کفر و معاصی علانیہ کیے جاتے ہوں، وہاں مستقل رہائش رکھنا جائز نہیں، بلکہ مسلم ممالک کی طرف نقل مکانی کرنا ضروری ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ❁ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ❁ فَأُولَئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا﴾(النّساء: ٩٦-٩٩)

”جن لوگوں کو فرشتے اس حال میں فوت کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، وہ پوچھتے ہیں کہ تم کس کام میں تھے، تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم زمین میں بے حد کمزور تھے، فرشتے کہتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس کی طرف ہجرت کر جاتے، ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔ البتہ کمزور مرد، عورتیں اور بچے، جو نہ کوئی حیلہ کر سکتے ہیں اور نہ کوئی راستہ پاتے ہیں (وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔) انہیں یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا، وہ معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے۔“

علامہ ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذِهِ الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلٰى هِجْرَانِ الْأَرْضِ الَّتِي يُعْمَلُ فِيهَا بِالْمَعَاصِي .

’’یہ آیت دلیل ہے کہ اس ریاست سے ہجرت کرنا ضروری ہے، جس میں (سرعام) گناہوں کا ارتکاب کیا جاتا ہو۔‘‘

(تفسير القرطبي : 346/5)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

الْآيَةُ الْكَرِيمَةُ عَامَّةٌ فِي كُلِّ مَنْ أَقَامَ بَيْنَ ظَهَرَانَيِ الْمُشْرِكِينَ وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى الْهِجْرَةِ، وَلَيْسَ مُتَمَكِّنًا مِنْ إِقَامَةِ الدِّينِ، فَهُوَ ظَالِمٌ لِنَفْسِهٖ مُرْتَكِبٌ حَرَامًا بِالْإِجْمَاعِ، وَبِنَصِّ هٰذِهِ الْآيَةِ .

’’یہ آیت ہر اس شخص کو شامل ہے، جو مشرکین کے درمیان (مستقل طور پر) رہتا ہے، جبکہ وہ وہاں سے ہجرت کرنے کی بھی طاقت رکھتا ہے اور وہاں دین کے قیام کی استطاعت نہیں رکھتا، ایسا شخص اپنے نفس پر ظلم کرنے والا اور حرام کا مرتکب ہے، اس کی دلیل اجماع اور یہ (مذکورہ بالا) آیت ہے۔‘‘

(تفسير ابن كثير : 389/2)

یزید بن عبداللہ شخیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا بِالْمِرْبَدِ جُلُوسًا، فَأَتٰى عَلَيْنَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ، لَمَّا رَأَيْنَاهُ قُلْنَا : كَأَنَّ هٰذَا رَجُلٌ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ، قَالَ : أَجَلْ

فَإِذَا مَعَهُ كِتَابٌ فِي قِطْعَةِ أَدِيمٍ، قَالَ : وَرُبَّمَا قَالَ : فِي قِطْعَةِ جِرَابٍ، فَقَالَ : هٰذَا كِتَابٌ كَتَبَهُ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا فِيهِ : بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ، هٰذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ رَسُولِ اللّٰهِ لِبَنِي زُهَيْرِ بْنِ أُقَيْشٍ، وَهُمْ حَيٌّ مِنْ عُكْلٍ، إِنَّكُمْ إِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ، وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ، وَفَارَقْتُمُ الْمُشْرِكِينَ، وَأَعْطَيْتُمُ الْخُمُسَ مِنَ الْمَغْنَمِ، ثُمَّ سَهْمَ النَّبِيِّ، وَالصَّفِيَّ، وَرُبَّمَا قَالَ : وَصَفِيَّهُ، فَأَنْتُمْ آمِنُونَ بِأَمَانِ اللّٰهِ، وَأَمَانِ رَسُولِهٖ .

”ہم مقام مربد میں بیٹھے تھے کہ ہمارے پاس ایک دیہاتی آدمی آیا، جب ہم نے اسے دیکھا،تو کہا: لگتا ہے کہ یہ آدمی اس علاقے کا نہیں ہے۔ وہ آدمی کہنے لگا: ایسا ہی ہے۔اس کے پاس چمڑے کے ٹکڑے پر لکھا ایک خط تھا، اس نے کہا کہ یہ خط میرے لیے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے لکھا تھا، اس میں درج ہے: ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، یہ تحریر نبی محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ) کی طرف سے بنو زہیر بن اقیش کی طرف ہے (یہ قبیلہ عکل کی شاخ ہے۔) اگر آپ نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، مشرکوں سے الگ رہائش اختیار کریں، مال غنیمت میں خمس ادا کریں، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کا حصہ اور مخصوص حصہ نکالیں، تو آپ کو اللہ کی امان اور اس کے رسول کی امان کے ساتھ امان دی جائے گی۔“

(مسند الإمام أحمد : 78/5، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود (۱۰۹۹) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۶۵۵۷) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

عقیدۃ الولاء والبراء ایک بنیادی عقیدہ ہے، اس کا مفہوم ہے کہ دلی محبت صرف مسلمانوں کے لیے ہی رکھی جائے، ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد کی جائے، ان کے علاقہ میں رہائش اختیار کی جائے۔ اپنی تمام تر ہمدردیاں مسلمانوں کے لیے ہوں۔ اس کے برعکس کافروں پر حجت قائم کرنے کے بعد ان سے دلی محبت سے اعراض کیا جائے، بلا وجہ ان کی نصرت وتائید نہ کی جائے، ان کے علاقوں میں رہائش اختیار کرنے سے پرہیز کیا جائے۔ گویا عقیدۃ الولاء والبراء وہ عقیدہ ہے، جس میں مسلمانوں کے کیلئے دلی محبت اور غیر مسلموں سے اعلان برأت کیا جاتا ہے۔

عقیدۃ الولاء والبراء کا تقاضا ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ مستقل رہائش اختیار نہ کی جائے، کیونکہ غیر مسلم ریاست میں رہائش اختیار کرنے سے اہل علاقہ سے تعلق بڑھتا ہے، ایک دوسرے کی مدد اور تعاون کی ضرورت پڑتی ہے، ان سے اُنسیت پیدا ہوتی ہے، مجبوری میں کئی غیر شرعی اُمور انجام دینے پڑتے ہیں، بچوں کی اسلامی تربیت تقریبا ناممکن ہو جاتی ہے، کیونکہ آس پاس کا ماحول غیر شرعی ہوتا ہے، جس سے بچے سیکھتے ہیں۔ اسلام اور اہل اسلام سے محبت کم ہوتی جاتی ہے، کفار کی کئی ممنوعہ خصلتیں دَر آتی ہیں، فطرت میں بگاڑ آتا ہے، اس کے علاوہ بھی کئی دنیوی واخروی خرابیاں درپیش ہوتی ہیں۔

اس لیے اسلام نے حکم دیا ہے کہ غیر مسلم علاقے سے ہجرت کر کے مسلم ریاست میں رہائش اختیار کی جائے، یہ حکم عام ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ اہل ایمان سے دوستی رکھیں، ہر لحاظ سے ان کی خیر خواہی کریں،

ان کو فائدہ بہم پہنچائیں اور کفار وغیر مسلم سے دلی دوست مت لگائیں اور نہ مؤمنوں کے خلاف ان کی مدد کریں۔

مومنین سے محبت واجب ہے، نیز ان سے محبت بہت سے بھلائیوں کا پیش خیمہ ہے، اسی طرح کفار سے عداوت اور نفرت کرنا بھی واجب ہے، کیونکہ ان سے محبت کئی برائیوں کا موجب ہے۔

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾(المائدة : ٥١)

''اہل ایمان! یہود ونصاریٰ سے دلی دوستی مت لگاؤ۔ یہ آپس میں دوست ہیں، تم میں سے جس نے ان سے محبت کی، وہ انہی میں سے ہے، اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا﴾(النّساء : ١٤٤)

''ایمان والو! تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ خود پر اللہ کی واضح حجت قائم کردو؟''

❁ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾(المائدة : ٥٧)

”ایمان والو! جن اہل کتاب اور کفار نے تمہارے دین کو ہنسی مذاق اور کھلواڑ بنا رکھا ہے، انہیں دوست مت بناؤ، اگر مومن ہو، تو اللہ سے ڈر جاؤ۔“

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ﴾(هود : ١١٣)

”تم ظالموں (مشرکوں) کی طرف میلان مت ظاہر کرو کہ تمہیں آگ چھو لے گی اور تمہارا اللہ کے علاوہ کوئی دوست نہ ہوگا، نہ ہی تمہاری مدد کی جائے گی۔“

❁ ارشاد خداوندی ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ﴾(الممتحنة : ١)

”ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم تو انہیں محبت کے

ساتھ پیغام بھیجتے ہو، جبکہ وہ تمہارے پاس آنے والے حق کا انکار کر چکے ہیں، انہوں نے رسول کو اور تمہیں (مکہ سے) صرف اس لیے نکالا کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے ہو، اگر تم میری راہ میں اور میری رضا مندی چاہتے ہوئے جہاد کے لیے نکلتے ہو، (تو ان سے دوستی نہ کرو) تم انہیں محبت کے ساتھ پیغام بھیجتے ہو، جبکہ میں تمہاری مخفی اور اعلانیہ سب باتوں کو جانتا ہوں۔ (آئندہ) تم میں سے جس نے بھی ایسا کیا، وہ جادۂ مستقیم سے بھٹک جائے گا۔''

❁ علامہ بیضاوی رحمہ اللہ (۶۸۵ھ) ایک آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''ایمان والو! یہود ونصاریٰ سے دوستیاں مت لگاؤ، ان پر اعتماد نہ کرو اور ان سے دوست احباب کا سا معاملہ نہ کرو۔ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں، یعنی تمہارے خلاف یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں، کیونکہ ان کا دین ایک جیسا ہے اور یہ لوگ تمہاری دشمنی پر اکٹھے ہیں۔ اب جو ان سے دوستی ومحبت کا ہاتھ بڑھائے گا، وہ ان ہی میں سے شمار ہوگا۔ اس میں ان سے بائیکاٹ کرنے کا سخت حکم ہے۔''

(أنوار التّنزيل وأسرار التّأويل: 130/2)

یہ اور دیگر کئی دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ بلا عذر بلاد کفار میں رہائش اختیار کرنا درست نہیں، اسلام اور اہل اسلام کی خیر خواہی اسی میں ہے کہ وہ مسلم ریاست میں ہی مستقل رہائش اختیار کریں اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچائیں۔

یاد رہے کہ بلادِ کفار میں عارضی رہائش رکھی جا سکتی ہے، مگر اس دوران بھی اپنے ایمان اور تقویٰ کا بچاؤ ضروری ہے۔

سوال: کیا اعمال کی قبولیت کے لیے نیت شرط ہے؟

جواب: ہر عمل کی قبولیت نیت پر منحصر ہے۔ ایک عبادت اگر بری نیت کے ساتھ کی جائے، تو وہ عبادت نہ صرف ضائع ہو جاتی ہے، بلکہ وبال جان بن جاتی ہے اور ایک چھوٹا سا عمل اگر اخلاص اور حسن نیت کے ساتھ انجام دیا جائے، تو اللہ تعالیٰ اسے بہت بڑا اور وزنی بنا دیتا ہے۔

حسن نیت کو اعمال صالحہ میں خاص اہمیت حاصل ہے، نیت قبولیتِ اعمال کی اولین شرط ہے، نیت درست نہیں، تو عمل بھی درست نہیں، بڑے سے بڑا عمل بھی بارگاہ الٰہی میں شرف باریابی تب پائے گا، جب نیت خالص ہوگی، وگرنہ راکھ کا ڈھیر ہوگا، کاٹھ کباڑ ہوگا، بے فائدہ و بدذائقہ ہوگا، اخلاص عاجزی پیدا کرتا ہے، تقویٰ وللّٰہیت کا درس دیتا ہے اور یہی عبادات کی اصل ہے۔

❁ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوْا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاءَ﴾

(البَيِّنة : ٥)

”انہیں اخلاص اور یکسوئی کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔“

❁ نیز فرمایا:

﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾

(الحَجّ : ٣٧)

”اللہ کو ان کے گوشت اور خون کی ضرورت نہیں، بلکہ تمہارا تقوی مطلوب ہے۔“

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾(البقرة : ٢١)

''لوگو! اپنے خالق کی عبادت بجالاؤ، جو امم سابقہ کا بھی خالق ہے، تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔''

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوٰى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ إِلٰى دُنْيَا يُصِيبُهَا، اَوْ إِلَى امْرَاَةٍ يَّنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهٗ إِلٰى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ .

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، ہر شخص اپنی نیت کا پھل پائے گا، تو جس نے اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہجرت کی، اس کی ہجرت اللہ و رسول کے لئے شمار ہوگی اور جس نے دنیوی فائدے کے لئے یا کوئی دوشیزہ بیاہنے کے لئے ہجرت کی، تو اس ہجرت کا شمار وہاں ہوگا، جہاں کے لئے کی گئی ہے۔''

(صحيح البخاري : 1؛ صحيح مسلم : 1907)

اس حدیث کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے، یہ ان احادیث میں سے ہے، جن پر اسلام کا مدار ہے، ائمہ سلف اس حدیث کو کتاب کی ابتدا میں لاتے تھے، تاکہ قارئین اپنی نیت درست کر لیں۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۰۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: نکاح متعہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: نکاح متعہ بالاتفاق باطل نکاح ہے، شروع اسلام میں اس کی اجازت تھی، بعد میں ہمیشہ کے لیے منسوخ ہو گیا، اب قیامت تک متعہ حرام ہے۔

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ٭ إِلَّا عَلٰى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ٭ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ٭﴾

(المؤمنون : 5-7، المعارج : 29-31)

”اہل ایمان اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، بیویوں اور لونڈیوں سے ایسے تعلقات رکھنے پر ملامت نہیں، لیکن جو لوگ تکمیل خواہش کے لیے کوئی دوسرا رستہ اختیار کریں، وہ باغی ہیں۔“

معلوم ہوا کہ بیوی اور لونڈی کے علاوہ کسی سے جنسی تعلق رکھنا جائز نہیں۔ جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے، وہ مرد کی نہ بیوی ہوتی ہے، نہ لونڈی، لہٰذا متعہ حرام ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ نے متعہ کے بارے پوچھا، تو فرمایا:

بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ، قَالَ: وَقَرَأَتْ هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ۝﴾---.

''میرے اور آپ کے مابین کتاب اللہ فیصل ہے۔ آپ نے آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ۝﴾ (المومنون: ٥)

''اہل ایمان اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں......۔''

(النّاسخ والمَنسوخ للقاسم بن سلّام: 131، مسند الحارث [بغية الباحث]: 479، السّنن الكبرٰى للبيهقي: 206/7، 207، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (305/2، 393) نے اسے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❁ علامہ ابو مظفر سمعانی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلٰى تَحْرِيمِ الْمُتْعَةِ.

''یہ آیت دلیل ہے کہ متعہ حرام ہے۔''

(تفسير السّمعاني: 50/6)

❁ جعفر صادق رحمہ اللہ سے متعہ کے بارے میں سوال ہوا، تو فرمایا:

ذٰلِكَ الزِّنَا. یہ تو کھلا زنا ہے۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي: 207/7، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا کسی بے گناہ کا قتل کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ کبیرہ گناہ سے انسان کافر نہیں ہو جاتا ہے، اگر کوئی مؤمن قتل کر دے، تو یہ بہت بڑا جرم ہے، مگر اس سے وہ کافر نہیں ہو جائے

گا، بلکہ مسلمان ہی رہے گا، البتہ سخت سزا اور وعید کا مستحق ٹھہرے گا۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثٰى بِالْأُنْثٰى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ، ذٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

(البقرة : ١٧٨)

”اے ایمان والو! تم پر مقتولین میں قصاص واجب کر دیا گیا ہے، آزاد کے بدلے اسی آزاد، غلام کے بدلے اسی غلام اور عورت کے بدلے اسی عورت (کو ہی قتل کیا جائے گا، قاتل کے علاوہ کسی دوسرے کو قتل نہیں کیا جائے گا)۔ جسے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی مل جائے، تو معروف طریقہ سے اس کا اتباع کرنا ہے اور احسان کے ساتھ اسے ادائیگی کرنا ہے، یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے، جس نے اس کے بعد بھی زیادتی کی، اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۰ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْقَاتِلَ لَا يَصِيرُ كَافِرًا بِالْقَتْلِ، لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَاطَبَهُ بَعْدَ الْقَتْلِ بِخِطَابِ الْإِيمَانِ فَقَالَ : ﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ﴾ وَقَالَ فِي آخِرِ الْآيَةِ

﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ﴾ وَأَرَادَ بِهٖ أُخُوَّةَ الْإِيمَانِ، فَلَمْ يَقْطَعِ الْأُخُوَّةَ بَيْنَهُمَا بِالْقَتْلِ.

”اس آیت میں دلیل ہے کہ قاتل قتل کرنے سے کافر نہیں ہو جاتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قتل کے بعد اس (قاتل) کو اہل ایمان کہہ کر مخاطب کیا ہے، فرمایا: ﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ﴾ ”اے ایمان والو! تم پر قصاص فرض کر دیا گیا ہے۔“ آیت کے آخر میں فرمایا: ﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ﴾ ”جسے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا جائے۔“ اللہ تعالیٰ یہاں اخوت سے مراد اخوت ایمانی لی ہے، اللہ نے قتل کی وجہ سے ان کے درمیان رشتہ اخوت کو ختم نہیں کیا۔“

(تفسير البغوي :191/1)

کبیرہ گناہوں سے انسان کافر نہیں ہو جاتا۔ کتاب وسنت کی نصوص اسی پر دلالت کرتی ہیں، نیز سلف صالحین کا بھی یہی مؤقف ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَوَّلُ خِلَافٍ حَدَثَ فِي الْمِلَّةِ فِي الْفَاسِقِ الْمِلِّيِّ : هَلْ هُوَ كَافِرٌ أَوْ مُؤْمِنٌ؟ فَقَالَتِ الْخَوَارِجُ : إِنَّهٗ كَافِرٌ، وَقَالَتِ الْجَمَاعَةُ : إِنَّهٗ مُؤْمِنٌ، وَقَالَتْ طَائِفَةُ الْمُعْتَزِلَةِ : هُوَ لَا مُؤْمِنٌ وَلَا كَافِرٌ، مَنْزِلَةٌ بَيْنَ مَنْزِلَتَيْنِ، وَخَلَّدُوهُ فِي النَّارِ، وَاعْتَزَلُوا حَلْقَةَ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ وَأَصْحَابِهٖ، فَسُمُّوا مُعْتَزِلَةً، وَأَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ فَلَمْ

يُخْرِجُوهُ مِنَ الْإِسْلَامِ، وَلَمْ يَحْكُمُوا عَلَيْهِ بِخُلُودٍ فِي النَّارِ، وَإِنَّمَا هُوَ فَاسِقٌ بِكَبِيرَتِهِ مُؤْمِنٌ بِإِيمَانِهِ، وَهُوَ تَحْتَ مَشِيئَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى .

”امت میں پہلا اختلاف کبیرہ گناہ کے بارے میں ہوا کہ کیا وہ کافر ہے یا مومن، خوارج نے کہا، وہ کافر ہے، ایک جماعت (مرجیئہ) کے نزدیک وہ مومن ہے، جبکہ معتزلہ نے کہا، وہ نہ کافر ہے نہ مومن، بلکہ منزلہ بین منزلتین ہے، انہوں نے اسے ہمیشہ جہنمی قرار دیا، اس طرح وہ امام حسن بصری رحمہ اللہ اور آپ کے تلامذہ کی مجلس سے علیحدہ ہو گئے، اس وجہ سے ان کو معتزلہ کہا جاتا ہے۔ اہل سنت والجماعت نے ان کو نہ تو اسلام سے خارج کیا اور نہ ان کو ہمیشہ کا جہنمی بتایا، بلکہ وہ اپنے کبیرہ گناہ کی وجہ سے فاسق ہے اور اپنے ایمان کی وجہ سے مومن ہے، اللہ کی مشیت کے تحت ہے۔“

(لَوامِع الأنوار البَهِيّة :1/346)

✿ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْمَسَائِلُ۔ أَعْنِي مَسَائِلَ الْإِسْلَامِ وَالْإِيمَانِ وَالْكُفْرِ وَالنِّفَاقِ۔ مَسَائِلُ عَظِيمَةٌ جِدًّا، فَإِنَّ اللّٰهَ عَلَّقَ بِهَذِهِ الْأَسْمَاءِ السَّعَادَةَ وَالشَّقَاوَةَ، وَاسْتِحْقَاقَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَالِاخْتِلَافَ فِي مُسَمَّيَاتِهَا أَوَّلَ اخْتِلَافٍ وَقَعَ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ، وَهُوَ خِلَافُ الْخَوَارِجِ لِلصَّحَابَةِ، حَيْثُ أَخْرَجُوا عُصَاةَ الْمُوَحِّدِينَ مِنَ

الْإِسْلَامِ بِالْكُلِّيَّةِ، وَأَدْخَلُوهُمْ فِي دَائِرَةِ الْكُفْرِ، وَعَامَلُوهُمْ مُعَامَلَةَ الْكُفَّارِ، وَاسْتَحَلُّوا بِذٰلِكَ دِمَاءَ الْمُسْلِمِينَ وَأَمْوَالَهُمْ۔ ثُمَّ حَدَثَ بَعْدَهُمْ خِلَافُ الْمُعْتَزِلَةِ وَقَوْلُهُمْ بِالْمَنْزِلَةِ بَيْنَ الْمَنْزِلَتَيْنِ، ثُمَّ حَدَثَ خِلَافُ الْمُرْجِئَةِ، وَقَوْلُهُمْ : إِنَّ الْفَاسِقَ مُؤْمِنٌ كَامِلُ الْإِيمَانِ .

''یہ مسائل (اسلام، ایمان، کفر اور نفاق کے مسائل) بہت عظیم مسائل ہیں، اللہ تعالیٰ نے سعادت و شقاوت اور جنت وجہنم انہی ناموں سے معلق کر رکھی ہے، ان کی حقیقت میں اختلاف اس امت میں پہلا اختلاف تھا، خوارج نے صحابہ کرام سے یہ اختلاف کیا کہ گناہ گار موحدین کو اسلام سے بالکل ہی خارج کر دیا اور دائرہ کفر میں لے گئے، ان سے کفار کا سا سلوک کیا، اس طرح انہوں نے مسلمانوں کا مال وجان لوٹنا حلال قرار دے دیا۔

اس کے بعد معتزلہ کا اختلاف سامنے آیا، انہوں نے ''منزلہ بین منزلتین'' کی نئی منطق پیش کی، پھر مرجئہ کی نئی بات رونما ہوئی کہ فاسق کامل مومن ہے۔''

(جامع العُلوم والحِکَم :114/1)

صحابہ وتابعین اس بارے میں درمیانے راستے پر چلے، نہ تو خوارج کی طرح گناہ گار کو اسلام سے خارج کیا اور نہ ہی مرجئہ کی طرح اسے کامل مومن کہا، اس طرح انہوں نے تمام نصوص شرعیہ پر عمل کیا۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ أَنَّ فُسَّاقَ أَهْلِ الْمِلَّةِ لَيْسُوا

مُخَلَّدِينَ فِي النَّارِ، كَمَا قَالَتِ الْخَوَارِجُ وَالْمُعْتَزِلَةُ، وَلَيْسُوا كَامِلِينَ فِي الدِّينِ وَالْإِيمَانِ وَالطَّاعَةِ، بَلْ لَهُمْ حَسَنَاتٌ وَسَيِّئَاتٌ، يَسْتَحِقُّونَ بِهٰذَا الْعِقَابَ، وَبِهٰذَا الثَّوَابَ .

”خوارج اور معتزلہ کے برخلاف اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ مسلمان گناہ گار ہمیشہ جہنم میں نہیں ہیں گے، نہ ہی وہ دین، ایمان اور اطاعت میں کامل ہیں، بلکہ ان کی نیکیاں بھی ہیں اور برائیاں بھی، نیکیوں کی وجہ سے ثواب کے اور برائیوں کی وجہ سے عذاب کے حق دار ہوں گے۔“

(مَجموع الفتاوٰی : 679/7)

❀ نیز فرماتے ہیں:

يَنْبَغِي أَنْ يُعْرَفَ أَنَّ الْقَوْلَ الَّذِي لَمْ يُوَافِقِ الْخَوَارِجَ وَالْمُعْتَزِلَةَ عَلَيْهِ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ هُوَ الْقَوْلُ بِتَخْلِيدِ أَهْلِ الْكَبَائِرِ فِي النَّارِ، فَإِنَّ هٰذَا الْقَوْلَ مِنَ الْبِدَعِ الْمَشْهُورَةِ، وَقَدِ اتَّفَقَ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ، وَسَائِرُ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ عَلٰى أَنَّهٗ لَا يُخَلَّدُ فِي النَّارِ أَحَدٌ مِمَّنْ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ إِيمَانٍ، وَاتَّفَقُوا أَيْضًا عَلٰى أَنَّ نَبِيَّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْفَعُ فِيمَنْ يَأْذَنُ اللّٰهُ لَهٗ بِالشَّفَاعَةِ فِيهِ مِنْ أَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِهٖ .

”یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ اہل سنت والجماعت نے جس بات میں خوارج ومعتزلہ کی مخالفت کی ہے، وہ اہل کبائر کو ہمیشہ جہنمی کہنا ہے، یہ بات مشہور

ومعروف بدعت ہے، صحابہ، تابعین اور باقی ائمہ دین کا اجماع ہے کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے، وہ آگ میں ہمیشہ نہیں رہے گا، نیز اس بات پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ اپنی اُمت کے ان کبیرہ گناہوں کے مرتکبین کی شفاعت کریں گے، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ انہیں اجازت دے گا۔"

(مَجموع الفتاوٰی : 222/7)

اس مسئلہ میں اہل سنت والجماعت نے بہت سے نصوص شرعیہ سے استدلال کیا ہے، جن کا ذکر طوالت کا باعث ہے۔

تنبیہ:

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ .

"مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے۔"

(صحيح البخاري : 48، صحيح مسلم : 64)

مسلمان کا مسلمان سے لڑائی کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے، اس پر اگرچہ کفر کی وعید آئی ہے، مگر یہاں کفر سے مراد "کفر دون کفر" ہے، جس کے ارتکاب سے مسلمان دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

❀ علامہ کرمانی رحمہ اللہ (۷۸۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْإِجْمَاعَ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ مُنْعَقِدٌ عَلٰى أَنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يُكَفَّرُ بِالْقِتَالِ وَلَا بِفِعْلِ مَعْصِيَةٍ أُخْرٰى .

”اہل سنت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ (مسلمان کے ساتھ) لڑائی کرنے یا کسی اور معصیت کا ارتکاب کرنے سے مؤمن کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔“

(شرح الكرماني :190/1)

سوال: کیا جنات میں بھی کوئی آخرت کے منکر ہیں؟

جواب: انسانوں کی طرح جنات بھی مکلّف مخلوق ہیں، ان میں مؤمن، کافر اور فاسق وفاجر ہوتے ہیں۔ جس طرح انسانوں میں قیامت کے منکر ہیں، اسی طرح جنات میں بھی بعضے قیامت کا انکار کرتے ہیں۔

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَأَنَّهُمْ ظَنُّوا كَمَا ظَنَنْتُمْ أَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ أَحَدًا﴾ (الجنّ : ٧)

”تمہاری طرح وہ (جنات) بھی سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بھی دوبارہ زندہ نہیں کرے گا۔“

❁ علامہ ابو مظفر سمعانی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْآيَة دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهٗ كَانَ فِي الْجِنِّ قَوْمٌ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْبَعْثِ كَمَا فِي الْإِنْسِ.

”آیت دلیل ہے کہ انسانوں کی طرح جنات میں بھی ایک گروہ ایسا ہے، جو بعث (قیامت کے دن دوبارہ جی اٹھنے) پر ایمان نہیں رکھتا۔“

(تفسير السّمعاني : 66/6)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عابس غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّفُ عَلٰى أُمَّتِهٖ سِتَّ خِصَالٍ؛ إِمْرَةُ الصِّبْيَانِ، وَكَثْرَةُ الشُّرَطِ، وَالرِّشْوَةُ فِي الْحُكْمِ، وَقَطِيعَةُ الرَّحِمِ، واسْتِخْفَافٌ بِالدَّمِ، وَنَشْوٌ يَتَّخِذُونَ الْقُرْآنَ مَزَامِيرَ يُقَدِّمُونَ الرَّجُلَ لَيْسَ بِأَفْقَهِهِمْ وَلَا أَفْضَلِهِمْ يُغَنِّيهِمْ غِنَاءً .

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، آپ ﷺ اپنی اُمت پر چھ چیزوں کے حوالہ سے خدشہ ظاہر فرما رہے تھے: ① کم عمر ناسمجھوں کی حکومت ② پولیس کی کثرت ③ فیصلوں میں رشوت خوری ④ رشتہ داروں سے قطع تعلقی ⑤ قتل کو معمولی سمجھنا ⑥ ایسی نسل کا ظہور، جو قرآن کو موسیقی کی طرح پڑھیں گے، لوگ ایسے شخص کو آگے کریں گے، جو نہ ان میں زیادہ فقیہ ہوگا اور نہ افضل ہوگا، وہ انہیں گا گا کر (قرآن) سنائے گا۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 37/18)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔

سوال: اسلاف اُمت کے ساتھ بعد والوں کا کیا رویہ ہونا چاہیے؟

جواب: یہ اہل ایمان کی علامت اور نشانی ہے کہ وہ اپنے پہلے مسلمانوں کے لیے دعائے رحمت و مغفرت کرتا ہے، ان کا ذکر خیر کرتا ہے۔ سلف اُمت سے محبت و مودت کرنا اہل ایمان کا شیوہ ہے۔ سلف میں سب سے پہلے جمیع صحابہ کرام ہیں، اس کے بعد تابعین، تبع تابعین، محدثین اور علمائے اُمت شامل ہیں، لہٰذا ان سب سے محبت کرنا اور ان کا ذکر خیر کرنا قرآنی حکم ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ جَاؤُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ﴾(الحشر : ۱۰)

''ان (صحابہ) کے بعد مشرف بہ اسلام ہونے والے دعا گو رہتے ہیں، ہمارے رب! ہمیں اور ایمان میں سبقت لے جانے والے ہمارے بھائیوں کو بخش دے اور مومنوں کے بارے میں ہمارے دلوں میں بغض و کینہ پیدا نہ کیجئے، بلاشک تو مشفق و مہربان ہے۔''

❁ علامہ ابو مظفر سمعانی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْآيَة دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ التَّرَحُّمَ لِلسَّلَفِ ...... وَالدُّعَاءَ لَهُم بِالْخَيرِ وَتَرْكَ ذِكْرِهِمْ بِالسُّوءِ مِنْ عَلَامَةِ الْمُؤْمِنِينَ .

''یہ آیت دلیل ہے کہ سلف اُمت کے لیے رحمت کی دعا کرنا ......ان کے حق میں دعائے خیر کرنا اور ان کی برائیاں نہ کرنا اہل ایمان کی علامت ہے۔''

(تفسير السّمعاني : 402/5)

❁ امام ابو منصور اصبہانی رحمہ اللہ (۴۱۸ھ) فرماتے ہیں:

مِنَ السُّنَّةِ السُّكُوتُ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَشْرُ فَضَائِلِهِمْ وَالْاقْتِدَاءُ بِهِمْ، فَإِنَّهُمُ النُّجُومُ الزَّاهِرَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم، ثُمَّ التَّرَحُّمُ عَلَى التَّابِعِينَ

وَالْأَئِمَّةِ وَالسَّلَفِ الصَّالِحِينَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ .

''سنت ہے کہ اصحاب رسول ﷺ کے اختلافات پر خاموشی اختیار کی جائے، ان کے فضائل بیان کیے جائیں اور ان کی اقتدا کی جائے۔ صحابہ چمکدار ستارے تھے۔ اللہ ان سب پر راضی ہو گیا۔ نیز تابعین، ائمہ دین اور سلف صالحین رحمہم اللہ کے لیے بھی دعائے رحمت کی جائے۔''

(الحُجّة في بيان المحجّة لأبي القاسم الأصبهاني :252/1، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا عورت خود اپنا نکاح کر سکتی ہے؟

جواب: عورت اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی۔ نکاح میں ولایت مرد کا وظیفہ ہے۔ لڑکی کا والد ولی بنے گا، اگر والد موجود نہیں، تو لڑکی کا قریبی مرد رشتہ دار ولی بنے گا، لڑکی خود یا اس کی کوئی قریبی رشتہ دار عورت ولی نہیں بن سکتی، خواہ لڑکی کی ماں ہی کیوں نہ ہو۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾ (البقرة : ٢٣٢)

''اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو، پھر وہ اپنی مقررہ عدت کو پہنچ جائیں تو ان کو اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو۔''

یہ آیت دلیل ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں، اس آیت میں اولیاء کو خطاب ہے، اس سے عورت کے نکاح میں ان کا اختیار اور حق ثابت ہوتا ہے۔

❁ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

''اس آیتِ کریمہ میں واضح دلالت ہے کہ ان لوگوں کی بات صحیح ہے جو کہتے

ہیں کہ عصبہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، کیونکہ اگر عورت نکاح کرنا چاہے تو اس کو روکنے سے اللہ تعالیٰ نے ولی کو منع فرما دیا ہے، اگر عورت بغیر ولی کے خود اپنا نکاح کر سکتی ہوتی یا جسے چاہے اپنا ولی بنا سکتی ہوتی تو اس کے ولی کو نکاح کے سلسلے میں اسے روکنے کی ممانعت کا کوئی معنی مفہوم نہیں، کیونکہ اس صورت میں ولی کے پاس عورت کو روکنے کا کوئی راستہ ہی نہیں، اس لیے کہ وہ جب چاہتی خود اپنا نکاح کر لیتی یا جسے وہ خود اپنا ولی بناتی وہ اس کا نکاح کر دیتا (اصلی ولی کو منع کرنے کا کوئی مطلب ہی نہ ہوتا)۔''

(تفسير الطّبري : 488/2)

✿ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۰ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْمَرْأَةَ لَا تَلِي عَقْدَ النِّكَاحِ إِذْ لَوْ كَانَتْ تَمْلِكُ ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ هُنَاكَ عَضْلٌ وَلَا لِنَهْيِ الْوَلِيِّ عَنِ الْعَضْلِ مَعْنًى .

''یہ آیت دلیل ہے کہ عورت عقد نکاح کی ولی نہیں بن سکتی، کیونکہ اگر وہ نکاح کی ولی بن سکتی ہوتی، تو عضل (روکنا) نہ ہوا اور نہ ولی کو نکاح سے روکنے کی ممانعت کا کوئی مطلب بنتا ہے۔''

(تفسير البغوي :276/1)

✿ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

فِيهَا دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّ الْمَرْأَةَ لَا تَمْلِكُ أَنْ تُزَوِّجَ نَفْسَهَا، وَأَنَّهُ لَا بُدَّ فِي تَزْوِيجِهَا مِنْ وَلِيٍّ، كَمَا قَالَهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ جَرِيرٍ عِنْدَ

هٰذِهِ الْآيَةِ .

”اس آیت میں دلیل ہے کہ عورت خود اپنا نکاح نہیں کرسکتی، بلکہ نکاح کے لیے ولی کا ہونا ضروری ہے، یہی بات امام ترمذی اور امام ابن جریر رحمہما اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہی ہے۔“

(تفسیر ابن کثیر :564/1)

اس آیت کریمہ کی وضاحت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

❀ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ لِي أُخْتٌ تُخْطَبُ إِلَيَّ فَأَتَانِي ابْنُ عَمٍّ لِي فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ، ثُمَّ طَلَّقَهَا طَلَاقًا لَهُ رَجْعَةٌ، ثُمَّ تَرَكَهَا حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا، فَلَمَّا خُطِبَتْ إِلَيَّ أَتَانِي يَخْطُبُهَا، فَقُلْتُ : لَا، وَاللّٰهِ لَا أُنْكِحُهَا أَبَدًا، قَالَ : فَفِيَّ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ : ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾ (البقرة : 232) الْآيَةَ، قَالَ : فَكَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ .

”میری طرف میری ایک بہن سے نکاح کے لیے پیغام آئے، میرا ایک چچازاد بھی آیا، میں نے اس سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا، پھر اس نے اسے رجعی طلاق دے دی، پھر اس کو چھوڑ دیا حتی کہ اس کی عدت پوری ہوگئی، جب میری طرف (دوسرے لوگوں کی طرف سے) نکاح کے پیغام آنے لگے، تو وہ بھی نکاح کا پیغام لے کر آ گیا، میں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں کبھی اپنی بہن کا

نکاح تجھ سے نہیں کرے گا۔ میرے بارے میں ہی یہ آیت نازل ہوئی :

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ......﴾ پھر میں نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا اور اسی سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا۔‘‘

(صحيح البخاري: 5130، سنن أبي داوٗد: 2087، واللّفظ لهٗ، سنن التّرمذي: 2981)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۷۹ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّهٗ لَا يَجُوزُ النِّكَاحُ بِغَيْرِ وَلِيٍّ لِأَنَّ أُخْتَ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ كَانَتْ ثَيِّبًا، فَلَوْ كَانَ الْأَمْرُ إِلَيْهَا دُونَ وَلِيِّهَا لَزَوَّجَتْ نَفْسَهَا وَلَمْ تَحْتَجْ إِلٰى وَلِيِّهَا مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ وَإِنَّمَا خَاطَبَ اللّٰهُ فِي هٰذِهِ الْآيَةِ الْأَوْلِيَاءَ فَقَالَ : ﴿لَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾ فَفِي هٰذِهِ الْآيَةِ دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّ الْأَمْرَ إِلَى الْأَوْلِيَاءِ فِي التَّزْوِيجِ مَعَ رِضَاهُنَّ .

’’اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ بغیر ولی کے نکاح جائز نہیں، کیونکہ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن ثیبہ (طلاق یافتہ) تھی، اگر معاملہ نکاح اسی کے ہاتھ میں ہوتا، تو وہ خود اپنا نکاح کر لیتی اور اپنے ولی معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی محتاج نہ ہوتی، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ولیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾ (ان کو اپنے سابقہ خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو)، لہٰذا اس آیت سے معلوم ہوا کہ

معاملہ نکاح ولیوں کے ہاتھ میں ہے، ہاں عورتوں کی رضامندی بھی ضروری ہے۔“

(سنن التّرمذي، تحت الحديث: 2981)

❀ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ دَلَالَةٌ وَاضِحَةٌ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَ عَقْدَ النِّكَاحِ إِلَى الْأَوْلِيَاءِ دُونَهُنَّ، وَإِنَّهٗ لَيْسَ إِلَى النِّسَاءِ، وَإِنْ كُنَّ ثَيِّبَاتٍ مِنَ الْعَقْدِ شَيْءٌ.

”اس حدیث میں واضح دلیل موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقد نکاح کا اختیار اولیا کو سونپا ہے، نہ کہ خود عورتوں کو، نیز دلیل ہے کہ نکاح کا کچھ بھی اختیار خواتین، خواہ وہ شوہر دیدہ ہی ہوں، کو حاصل نہیں ہے۔“

(المستدرك للحاكم، تحت الحديث: 2719)

سوال: جنت کہاں ہے؟

جواب: جنت آسمانوں پر ہے، بعض کہتے ہیں کہ جنت وجود میں نہیں آئی، یہ نظریہ قرآن وسنت کی واضح نصوص کے خلاف ہے، نیز اسلاف اُمت کے متفقہ واجماعی عقیدہ کے بھی مخالف ہے۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ جنت وجود میں آ چکی ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے باقی رہنے کے لیے پیدا کیا ہے، اسے فنا نہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى﴾ (النّجم: ١٥)

”اس (سدرۃ المنتہیٰ) کے قریب ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی جنت ہے۔“

❀ علامہ ابومظفر سمعانی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْجَنَّةَ فِي السَّمَاءِ وَأَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ، وَمَنْ زَعَمَ أَنَّهَا غَيْرُ مَخْلُوقَةٍ فَهُوَ كَافِرٌ بِهٰذِهِ الْآيَةِ .

”آیت دلیل ہے کہ جنت آسمانوں پر ہے، نیز وہ پیدا ہو چکی ہے، جو یہ کہے کہ (ابھی تک) جنت پیدا نہیں کی گئی، تو وہ اس آیت کریمہ کے ساتھ کفر کرنے والا ہے۔“

(تفسير السّمعاني : 291/5)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ، أَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِهٖ، كُلُّ دَرَجَتَيْنِ مَا بَيْنَهُمَا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَسَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ، فَإِنَّهٗ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ، وَأَعْلَى الْجَنَّةِ، وَفَوْقَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ، وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ .

”جنت کے سو (۱۰۰) درجے ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیا ہے، ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کا فاصلہ ہے۔ لہٰذا جب آپ اللہ سے سوال کریں، تو اس سے ”فردوس“ کا سوال کریں، یہ افضل اور اعلیٰ ترین جنت ہے۔ اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے، اس سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔“

(صحيح البخاري : 7423)

یہ حدیث دلیل ہے کہ جنت آسمانوں پر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عرش ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے اور عرش کے نیچے جنت الفردوس ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت الفردوس کی مہمانی نصیب فرمائے، آمین یا رب العالمین!

سوال: اگر کوئی شخص کہے کہ "اگر میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا، تو اسے طلاق ہے۔" کچھ عرصہ بعد اس نے اسی عورت سے نکاح کر لیا، کیا اب طلاق واقع ہو جائے گی؟

جواب: معلق اور شرطیہ طلاق تب واقع ہوتی ہے، جب وہ نکاح کر چکا ہو۔ جس عورت سے ابھی نکاح ہوا ہی نہیں، اسے معلق طلاق نہیں ہوتی، یہ طلاق رائیگاں ہے، نکاح سے پہلے کوئی طلاق نہیں، کتاب وسنت کے دلائل سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا﴾(الأحزاب : ٤٩)

"مؤمنو! جب مومن عورتوں سے نکاح کرلو، پھر دخول سے قبل طلاق دے دو، تو ان پر کوئی عدت نہیں۔ بس انہیں فائدہ پہنچائیں اور عمدگی کے ساتھ چھوڑ دیں۔"

❀ علامہ ابو مظفر سمعانی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْآيَة دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الطَّلَاقَ لَا يَجُوزُ قَبْلَ النِّكَاحِ؛ لِأَنَّهٗ رَتَّبَ الطَّلَاقَ عَلَى النِّكَاحِ فَدَلَّ عَلٰى أَنَّهٗ لَا يَتَقَدَّمُهٗ.

"یہ آیت دلیل ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے طلاق کو نکاح پر مرتب کیا ہے، ثابت ہوا کہ طلاق نکاح سے پہلے نہیں ہو سکتی۔"

(تفسير السّمعاني : 294/4)

❀ سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا طَلَاقَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ، وَلَا عِتْقَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ.

”جس کا انسان مالک نہیں، اسے طلاق نہیں دے سکتا اور جس کا انسان مالک نہیں، اسے آزاد نہیں کر سکتا۔“

(مسند الإمام أحمد : 189/2، 207، سنن أبي داوٗد : 2190، سنن التّرمذي : 1181، سنن ابن ماجه : 2047، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن صحیح“، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۷۴۳) نے ”صحیح“ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (تلخیص المستدرک : ۲/ ۲۰۴، ۲۰۵) اور ابن ملقن رحمہ اللہ (تحفۃ المحتاج، ح:۱۱۸۴) نے ”صحیح“ کہا ہے۔اس کی اور بھی سندیں ہیں۔

سوال: ایک شخص اسلام کی پابندی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے، مگر اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے الٰہ اور معبود ہونے کے متعلق شک ہے، اسی طرح وہ اسلام کے حق ہونے پر شک کرتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو شخص اللہ تعالیٰ کے حقیقی معبود ہونے میں شک کرے یا اسلام کے حق مذہب ہونے میں شک کرے، وہ کافر ہے، خواہ وہ ظاہری طور پر عبادت اللہ تعالیٰ ہی کرے اور اسلام پر ہی عمل پیرا ہو، اس کا ایمان تب قبول ہوگا، جب دل وجان سے اللہ تعالیٰ کے حقیقی معبود اور اسلام کے سچے دین ہونے پر یقین رکھے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُّرِيبٍ﴾(سبأ : ٥٤)

”وہ (اللہ تعالیٰ کے بارے میں) شک و ریب میں مبتلا تھے۔“

❀ علامہ ابو مظفر سمعانی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ دَلَّتْ هٰذِهِ الْآيَةُ عَلٰى أَنَّ الشَّاكَّ كَافِرٌ وَهُوَ فِي النَّارِ .

”یہ آیت دلالت کناں ہے کہ (اللہ تعالیٰ کے حقیقی معبود ہونے میں) شک کرنے والا بھی کافر ہے اور وہ جہنم میں جائے گا۔“

(تفسير السّمعاني : 343/4)

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿أَفِي اللّٰهِ شَكٌّ﴾(إبراهيم : ١٠)

”کیا اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک (کرتے ہو؟)۔“

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا يَحْتَمِلُ شَيْئَيْنِ، أَحَدُهِمَا : أَفِي وُجُودِهٖ شَكٌّ؟ فَإِنَّ الْفِطَرَ شَاهِدَةٌ بِوُجُودِهٖ، وَمَجْبُولَةٌ عَلَى الْإِقْرَارِ بِهٖ، فَإِنَّ الْاِعْتِرَافَ بِهٖ ضَرُورِيٌّ فِي الْفِطَرِ السَّلِيمَةِ، وَلٰكِنْ قَدْ يَعْرِضُ لِبَعْضِهَا شَكٌّ وَاضْطِرَابٌ، فَتَحْتَاجُ إِلَى النَّظَرِ فِي الدَّلِيلِ الْمُوَصِّلِ إِلٰى وُجُودِهٖ؛ وَلِهٰذَا قَالَتْ لَهُمُ الرُّسُلُ تُرْشِدُهُمْ إِلٰى طَرِيقِ مَعْرِفَتِهٖ بِأَنَّهٗ ﴿فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ الَّذِي خَلَقَهَا وَابْتَدَعَهَا عَلٰى غَيْرِ مِثَالٍ سَبَقَ، فَإِنَّ شَوَاهِدَ الْحُدُوثِ وَالْخَلْقِ وَالتَّسْخِيرِ ظَاهِرٌ عَلَيْهَا، فَلَا بُدَّ لَهَا مِنْ صَانِعٍ، وَهُوَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ، خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلٰهُهٗ وَمَلِيكُهٗ، وَالْمَعْنَى الثَّانِي فِي قَوْلِهِمْ : ﴿أَفِي اللّٰهِ شَكٌّ﴾ أَيْ أَفِي إِلٰهِيَّتِهٖ وَتَفَرُّدِهٖ بِوُجُوبِ الْعِبَادَةِ لَهٗ شَكٌّ، وَهُوَ الْخَالِقُ لِجَمِيعِ الْمَوْجُودَاتِ، وَلَا

يَسْتَحِقُّ الْعِبَادَةَ إِلَّا هُوَ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ؛ فَإِنَّ غَالِبَ الْأُمَمِ كَانَتْ مُقِرَّةً بِالصَّانِعِ، وَلٰكِنْ تَعْبُدُ مَعَهُ غَيْرَهُ مِنَ الْوَسَائِطِ الَّتِي يَظُنُّونَهَا تَنْفَعُهُمْ أَوْ تُقَرِّبُهُمْ مِنَ اللّٰهِ زُلْفٰى .

''اس میں دو احتمال ہیں، ایک تو یہ کہ (رسولوں سے پوچھا) کیا اس کے وجود میں شک ہے؟ فطرت اس کے وجود کی گواہ ہے اور اس کے وجود کا اقرار جبلت میں داخل ہے، کیونکہ فطرت سلیمہ کے لیے اس کا اعتراف ضروری ہے، البتہ بسا اوقات کسی فطرت کو شک واضطراب لاحق ہو جاتا ہے، پھر وہ اس کے وجود پر دلیل کی محتاج ہو جاتی ہے، اسی لیے معرفت الٰہی کی طرف راہنمائی کرتے ہوئے ان رسولوں نے فرمایا: ﴿فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ ''وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔'' اس نے ان کو بغیر کسی سابقہ نمونہ کے پیدا فرمایا ہے، اس کی تخلیق وتسخیر کی علامات ان آسمانوں اور زمین پر واضح موجود ہیں، جن سے پتا چلتا ہے کہ ان کا ضرور کوئی خالق ہے اور وہ اللہ ہے، جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ رسولوں کا یہ کہنا: ﴿أَفِي اللّٰهِ شَكٌّ﴾ ''کیا اللہ کے بارے میں شک ہے۔'' سے مراد ہے کہ کیا اس کی الوہیت و حدانیت اور استحقاق عبادت میں شک ہے، حالانکہ وہی تمام موجودات کا خالق ہے، عبادت کا مستحق اس کے سوا کوئی نہیں، اکثر امتیں صانع کا اقرار کرتی تھیں، لیکن اپنے زعم میں حصول نفع یا تقرب الٰہی کے لیے دوسرے وسائل کو اس کا شریک ٹھہراتی تھیں۔''

(تفسیر ابن کثیر : 4/401-402)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۱۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا رسول اللہ ﷺ کو معلوم تھا کہ آپ ﷺ کی قبر مبارک کہاں بنے گی؟

جواب: احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی خبر دے دی گئی تھی کہ آپ ﷺ حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں مدفون ہوں گے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا بَيْنَ قَبْرِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، وَمِنْبَرِي عَلٰى حَوْضِي .

”میری جائے قبر اور میرے منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغات میں سے ایک باغیچہ ہے، میرا منبر اس جگہ پر ہے، جہاں میرا حوض ہوگا۔“

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 733، القسم الثالث، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کے کئی شواہد ہیں۔

❀ امام آجری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمُوا يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَلِمَ أَنَّهٗ مَيِّتٌ، وَقَدْ عَلِمَ أَنَّهٗ يُدْفَنُ فِي بَيْتِهٖ بَيْتِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ...... وَالدَّلِيلُ عَلٰى هٰذَا قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ : بَيْنَ قَبْرِي وَمِنبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ .

''مسلمانوں کی جماعت! جان لیں کہ نبی کریم ﷺ (بذریعہ وحی) جانتے تھے کہ وہ وفات پانے والے ہیں، نیز یہ بھی جانتے تھے کہ آپ ﷺ اپنے گھر یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں دفن ہونے والے ہیں۔......اس کی دلیل یہ فرمان نبوی ہے: ''میری قبر اور میرے منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔''

(كتاب الشّريعة : 2352/5)

✿ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهٗ عَلِمَ مَوْضِعَ مَوْتِهٖ وَدَفْنِهٖ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی وفات اور دفن کی جگہ کو جانتے تھے۔''

(تفسير ابن رجب :470/1)

✿ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

رَأَيْتُ كَأَنَّ ثَلَاثَةَ أَقْمَارٍ سَقَطَتْ فِي حُجْرَتِي، فَسَأَلْتُ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَ : يَا عَائِشَةُ، إِنْ تَصْدُقْ رُؤْيَاكِ يُدْفَنُ فِي بَيْتِكِ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ ثَلَاثَةٌ، فَلَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدُفِنَ، قَالَ لِي أَبُو بَكْرٍ : يَا عَائِشَةُ، هٰذَا خَيْرُ أَقْمَارِكِ، وَهُوَ أَحَدُهَا .

''میں نے خواب دیکھا کہ تین چاند میرے حجرے میں اُترے ہیں۔ میں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے تعبیر پوچھی، تو فرمایا: عائشہ! اگر آپ کا خواب سچا ہے، تو

(اس کی تعبیر یہ ہے کہ) آپ کے گھر میں کائنات کے تین بہترین لوگ دفن ہوں گے۔ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور دفن ہوئے، تو مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عائشہ! آپ کے چاندوں میں سے سب سے بہترین چاند یہ ہیں۔ (عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ) ان چاندوں میں سے ایک ابوبکر رضی اللہ عنہ خود بھی تھے۔“

(المستدرك للحاكم : 4400، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا سالم بن عبید رضی اللہ عنہ، جو اصحاب صفہ میں سے ہیں، بیان کرتے ہیں:

أُغْمِيَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهٖ، فَأَفَاقَ، فَقَالَ : «أَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ؟» قَالُوا : نَعَمْ، قَالَ : «مُرُوا بِلَالًا فَلْيُوَذِّنْ، وَمُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ»، ثُمَّ أُغْمِيَ عَلَيْهِ، فَأَفَاقَ، فَقَالَ : «أَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ؟» فَقُلْنَ : نَعَمْ، فَقَالَ : «مُرُوا بِلَالًا فَلْيُوَذِّنْ، وَمُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ»، قَالَتْ عَائِشَةُ : إِنَّ أَبِي رَجُلٌ أَسِيفٌ، فَقَالَ : «إِنَّكُنَّ صَوَاحِبَاتُ يُوسُفَ، مُرُوا بِلَالًا فَلْيُوَذِّنْ، وَمُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ»، فَأَمَرْنَ بِلَالًا، أَنْ يُوَذِّنَ، وَأَمَرْنَ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ، فَلَمَّا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ؟» قُلْنَ : نَعَمْ، قَالَ : «ادْعُوا لِي إِنْسَانًا أَعْتَمِدُ عَلَيْهِ»، فَجَاءَ تْ بَرِيرَةُ وَآخَرُ مَعَهَا، فَاعْتَمَدَ عَلَيْهِمَا، فَجَاءَ، وَأَبُو بَكْرٍ يُّصَلِّي، فَجَلَسَ إِلٰى جَنْبِهٖ، فَذَهَبَ أَبُو بَكْرٍ يَّتَأَخَّرُ، فَحَبَسَهٗ، حَتّٰى

فَرَغَ مِنَ الصَّلَاةِ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ عُمَرُ : لَا يَتَكَلَّمْ أَحَدٌ بِمَوْتِهٖ إِلَّا ضَرَبْتُهٗ بِسَيْفِي هٰذَا، فَسَكَتُوا وَكَانُوا قَوْمًا اُمِّيِّينَ، لَمْ يَكُنْ فِيهِمْ نَبِيٌّ قَبْلَهٗ، قَالُوا : يَا سَالِمُ، اذْهَبْ إِلٰى صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَادْعُهٗ، قَالَ : فَخَرَجْتُ، فَوَجَدْتُ أَبَا بَكْرٍ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ : مَاتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قُلْتُ : إِنَّ عُمَرَ يَقُولُ : لَا يَتَكَلَّمُ أَحَدٌ بِمَوْتِهٖ إِلَّا ضَرَبْتُهٗ بِسَيْفِي هٰذَا، فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى سَاعِدِي، ثُمَّ أَقْبَلَ يَمْشِي حَتّٰى دَخَلَ، قَالَ : فَوَسَّعُوا لَهٗ حَتّٰى أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَكَبَّ عَلَيْهِ حَتّٰى كَادَ أَنْ يَّمَسَّ وَجْهُهٗ وَجْهَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى اسْتَبَانَ لَهٗ أَنَّهٗ قَدْ مَاتَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾(الزمر : ٣٠)، قَالُوا : يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَمَاتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : فَعَلِمُوا أَنَّهٗ كَمَا قَالَ، قَالُوا : يَا صَاحِبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هَلْ نُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالُوا : وَكَيْفَ يُصَلّٰى عَلَيْهِ؟ قَالَ : يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُونَ وَيَدْعُونَ، ثُمَّ يَخْرُجُونَ،

وَيَجِيءُ آخَرُونَ، قَالُوا : يَا صَاحِبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، هَلْ يُدْفَنُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالُوا : وَأَيْنَ يُدْفَنُ؟ قَالَ : فِي الْمَكَانِ الَّتِي قَبَضَ اللّٰهُ فِيهَا رُوحَهُ، فَإِنَّهُ لَمْ يَقْبِضْ رُوحَهُ إِلَّا فِي مَكَانٍ طَيِّبَةٍ، قَالَ : فَعَلِمُوا أَنَّهُ كَمَا قَالَ، ثُمَّ قَالَ أَبُو بَكْرٍ : عِنْدَكُمْ صَاحِبُكُمْ، وَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ، وَاجْتَمَعَ الْمُهَاجِرُونَ، فَجَعَلُوا يَتَشَاوَرُونَ بَيْنَهُمْ، ثُمَّ قَالُوا : انْطَلِقُوا إِلٰى إِخْوَانِنَا مِنَ الْأَنْصَارِ، فَإِنَّ لَهُمْ مِّنْ هٰذَا الْحَقِّ نَصِيبًا، فَأَتَوُا الْأَنْصَارَ، فَقَالَ الْأَنْصَارُ : مِنَّا أَمِيرٌ وَّمِنْكُمْ أَمِيرٌ، فَقَالَ عُمَرُ : سَيْفَانِ فِي غِمْدٍ وَّاحِدٍ، إِذًا لَّا يَصْلُحَانِ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ : مَنْ لَّهُ هٰذِهِ الثَّلَاثُ؟ ﴿إِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ﴾(التوبة : ٤٠)، مَنْ صَاحِبُهُ ﴿إِذْ هُمَا فِى الْغَارِ﴾(التوبة : ٤٠) مَنْ هُمَا ﴿لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾(التوبة : ٤٠)، مَعَ مَنْ؟ ثُمَّ بَايَعَهُ، ثُمَّ قَالَ : بَايِعُوا، فَبَايَعَ النَّاسُ أَحْسَنَ بَيْعَةٍ وَّأَجْمَلَهَا .

”رسول اللہ ﷺ کی بیماری میں آپ ﷺ پر غشی طاری ہوگئی۔جب افاقہ ہوا،تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا نماز کا وقت ہوگیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: جی ہاں!،تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلال کو کہیں کہ وہ اذان دیں اور ابو بکر کو کہیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پھر آپ ﷺ پر غشی طاری ہوگئی۔ پھر جب افاقہ ہوا، تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ ازواج مطہرات

نے عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: بلال کو کہیں کہ وہ اذان دیں اور ابو بکر کو کہیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: میرے ابو جی بڑے کمزور دل والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ ان عورتوں کی طرح ہیں، جو یوسف کو دیکھنے کے لئے جمع ہو گئیں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلال کو کہیں کہ وہ اذان دیں اور ابو بکر کو کہیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پھر انہوں نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کہنے اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا کہا۔ جب جماعت کھڑی ہو گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا جماعت شروع ہو گئی ہے؟ ازواجِ مطہرات نے عرض کیا: جی ہاں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے لئے کوئی ایسا آدمی دیکھیں، جس کا میں سہارا لے سکوں۔ سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا اور ایک دوسرا آدمی آئے۔ ان دونوں کا سہارا لیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ایک جانب آ کر بیٹھ گئے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روک دیا، یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو گئے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے، تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سن لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں، تو میں اسے اپنی تلوار سے مار ڈالوں گا۔ اس پر لوگ خاموش ہو گئے، کیونکہ وہ اَن پڑھ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ان میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا تھا۔ لوگوں نے مجھے کہا: سالم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بلا لائیں۔ میں ان کی طرف نکلا۔ میں نے انہیں مسجد میں کھڑے دیکھا۔ انہوں نے

دریافت کیا: کیا رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے ہیں؟ میں نے کہا: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سن لیا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں، تو میں اسے اپنی تلوار سے مار ڈالوں گا۔ انھوں نے میری کلائی پکڑی اور چل پڑے، یہاں تک کہ حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں داخل ہو گئے۔ لوگوں نے ان کو راستہ دیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاس آ کر جھک گئے، حتی کہ ان کا چہرہ آپ ﷺ کے رخِ انور کو چھو گیا اور انہیں یقین ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ واقعی وفات پا چکے ہیں۔ پھر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾ (الزمر: ۳۰) ''بلاشبہ آپ بھی فوت ہونے والے ہیں، یقیناً یہ (کفار) بھی مر جائیں گے۔'' صحابہ کرام نے پوچھا: اے رسول اللہ ﷺ کے ساتھی! کیا رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں! تو لوگوں نے جان لیا کہ صحیح بات ایسے ہی ہے۔ پھر صحابہ کرام نے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کے صحابی! کیا رسول اللہ ﷺ کی نمازِ جنازہ بھی ادا کی جائے گی؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں! صحابہ کرام نے پوچھا: ہم آپ ﷺ کی نمازِ جنازہ کیسے ادا کریں گے؟ انہوں نے فرمایا: کچھ لوگ اندر (حجرہ میں) داخل ہوں گے، تکبیریں پڑھیں گے اور دعا کریں گے۔ پھر وہ باہر آ جائیں گے اور دوسرے لوگ جائیں گے۔ صحابہ نے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کے صحابی! کیا رسول اللہ ﷺ کی تدفین بھی ہو گی؟ فرمایا: جی ہاں۔ صحابہ نے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کی تدفین کہاں ہو گی؟ فرمایا: جس جگہ پر رسول اللہ ﷺ کی روح کو اللہ تعالیٰ نے قبض کیا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ

کی روح کو اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ جگہ ہی میں قبض کیا ہے؟ تو لوگوں نے جان لیا کہ صحیح بات یہی ہے۔ پھر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (ابھی) آپ کے صاحب (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے پاس ہیں۔ پھر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ چلے گئے اور مہاجرین جمع ہو کر (خلافت کے بارے میں) باہم مشورہ کرنے لگے۔ انہوں نے کہا: انصاری بھائیوں کے پاس چلیں کہ ان کا بھی اس (خلافت) میں حق ہے۔ وہ انصار کے پاس آئے، تو انصار نے کہا: ایک امیر ہم میں سے ایک آپ میں سے ہو گا۔ اس پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دو تلواریں ایک میان میں! دونوں ہی درست نہیں رہیں گی۔ پھر انہوں نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: یہ تینوں باتیں کس کے بارے میں ہیں؟ ﴿اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ﴾ ”جب نبی اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے۔“ وہ ساتھی کون تھا؟ ﴿اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾ ”جب وہ دونوں غار میں تھے۔“ وہ دونوں کون تھے؟ ﴿لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ ”آپ غم نہ کھائیے، بلاشبہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“ کس کے ساتھ؟ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور لوگوں سے فرمایا: آپ بھی بیعت کریں، تو سب لوگوں نے بڑے خوبصورت اور احسن انداز میں بیعت کر لی۔“

(سنن ابن ماجه : 1234، شَمائل التّرمذي : 396، مسند عبد بن حُمَيد : 365، المُعجم الكبير للطّبراني : 65/7، دلائل النُّبوّة للبَيْهقي : 299/7، وسندهٗ حسنٌ)

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1514، 1624) نے اسے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

✿ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيْحٌ، رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ .

”یہ سند صحیح ہے اور اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔“

(مِصباح الزُّجاجة :146/1، ح : 1234)

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ، لٰكِنَّهٗ مَوْقُوْفٌ .

”سند صحیح ہے، البتہ یہ قول صحابی ہے۔“

(فتح الباري :523/1)

سوال: کیا مشرک کو حسب ضرورت مسجد میں داخل کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اعتقادی مشرک عقیدے کے اعتبار سے نجس ہوتا ہے، اس کا جسم نجس نہیں ہوتا، لہٰذا وہ مسجد میں داخل ہو سکتا ہے، مگر اسے مسجد میں اپنے معبودِ باطل کی عبادت کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

✿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَ تْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهٗ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک چھوٹا لشکر بھیجا، تو وہ بنوحنیفہ کے ایک شخص کو پکڑ کر لائے، جس کا نام ثمامہ بن اُثال تھا۔ صحابہ نے اسے مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ دیا۔“

(صحیح البخاري : 469، صحیح مسلم : 1764)

❁ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یوں تبویب فرمائی ہے:

بَابُ دُخُولِ الْمُشْرِكِ الْمَسْجِدَ .

”(اعتقادی) مشرک کے مسجد میں داخل ہونے کا بیان۔“

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ إِدْخَالِ الْمُشْرِكِ إِلَى الْمَسْجِدِ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ مشرک کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے۔“

(فتح الباري لابن رجب : 390/3، تفسير ابن رجب :508/1)

سوال: شریعت کا جو حکم سمجھ میں نہ آئے، کیا اس پر عمل کرنا واجب نہیں؟

جواب: شریعت کا ہر حکم واجب الاتباع ہے، اسے دل و جان سے تسلیم کرنا ضروری ہے، اسے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے، اہل علم اور اہل فن سے دریافت کرنا چاہیے، اگر سمجھ آ جائے، تو اللہ کا شکر ادا کریں اور اگر کسی صورت سمجھ نہ آئے، تو اس کا علم اللہ کے سپرد کر دیں، مگر اسے حق اور سچ تسلیم کریں، اس پر عمل کریں، یہی کتاب و سنت کا مطالبہ ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾(البقرة : ١٤٢)

”عنقریب بیوقوف لوگ کہیں گے کہ مسلمانوں کو ان کے اس قبلہ سے کس چیز نے پھیر دیا، جس پر وہ پہلے تھے، کہہ دیجئے کہ مشرق و مغرب سب اللہ تعالیٰ کا ہے، وہ جسے چاہتا ہے راہِ راست کی توفیق دیتا ہے۔“

علامہ ابن عرفہ رحمہ اللہ (۸۰۳ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْحُكْمَ الشَّرْعِيَّ إِذَا لَمْ تَظْهَرْ لَنَا عِلَّتُهٗ فَالْأَصْلُ فِيهِ التَّعَبُّدُ.

''یہ آیت دلیل ہے کہ جس حکم شرعی کی علت ہم پر ظاہر نہ ہو، تب بھی قاعدہ یہی ہے کہ اس حکم پر عمل کرنا ہے۔''

(تفسير ابن عرفة : 451/2)

عقل کا کام وحی کو سمجھنا ہے، ہر حکم کی علت اور حکمت معلوم ہونا ضروری نہیں، سب سے بڑی عقل مندی یہی ہے کہ شریعت کو دل و جان سے تسلیم کر لیا جائے، یہ جان لیا جائے کہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یقینی طور پر مبنی بر حکمت ہے۔ اسی میں ہی عافیت اور بھلائی ہے۔ عقل کو وحی پر معیار نہیں بنایا جا سکتا، کیونکہ وحی اس کا علم ہے، جس نے عقل اور اہل عقل کو تخلیق کیا ہے، بھلا مخلوق کا علم خالق کے علم پر حاکم بن سکتا ہے؟ ہر گز ہر گز نہیں!

سوال: کیا نکاح میں حق مہر ضروری ہے؟

جواب: حق مہر نکاح کا بنیادی رکن ہے۔ جس نکاح میں حق مہر کی مقدار مقرر نہ کی جائے، تو مہر مثل مقرر ہو گا، اگر نکاح میں مہر نہ ہو، تو نکاح باطل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً﴾ (النّساء : ٢٤)

''جن عورتوں سے تم فائدہ اٹھاؤ، انہیں ان کے حق مہر ضرور ادا کرو۔''

امام طبری رحمہ اللہ (۳۱۰) فرماتے ہیں:

أَوْلَى التَّأْوِيلَيْنِ فِي ذٰلِكَ بِالصَّوَابِ تَأْوِيلُ مَنْ تَأَوَّلَهٗ : فَمَا

نَكَحْتُمُوهُ مِنْهُنَّ فَجَامَعْتُمُوهُ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ .

''اس آیت کی درست تفسیر یہ ہے: جن عورتوں سے تم نے نکاح کیا اور خلوت بھی اختیار کر لی، انہیں مہر ادا کرو۔''

(تفسير الطّبري : 738/3)

✿ علامہ زجاج رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ التَّزْوِيجَ لَا بُدَّ فِيهِ مِنْ مَّهْرٍ .

''یہ آیت دلیل ہے کہ شادی میں مہر ضروری ہے۔''

(مَعاني القرآن وإعرابه : 159/5)

✿ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَامٰى بِالْقِسْطِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيمًا﴾(النّساء : ١٢٧)

''لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ ان سے کہہ دیں کہ اللہ تمہیں عورتوں اور یتیم بچیوں کے بارے میں نصیحت کر رہا ہے، یتیم بچیوں کے احکام بیان ہو چکے ہیں۔ تم ان سے نکاح میں رغبت تو رکھتے ہو، لیکن حق مہر پورا نہیں دیتے، یہ نصیحت کمزور و نادار بچوں کے متعلق بھی ہے، یتیموں کے حقوق کی ادائیگی میں انصاف برتنا اور یاد رکھنا کہ اللہ تمہارے نیک اعمال سے بخوبی

واقف ہے۔''

❀ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے (سورۃ النساء:3) کے متعلق پوچھا، فرمانے لگی: بھانجے! ایک بچی اپنے ولی کی سرپرستی میں ہوتی ہے، اس کے پاس مال بھی ہوتا ہے، ولی اس کے مال اور اس کے حسن کی طرف راغب ہو جاتا ہے اور پورا حق مہر ادا کیے بغیر اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے، اس آیت میں اس قبیل کے لوگوں کو ممانعت کی گئی ہے، انہیں حکم دیا گیا ہے کہ نکاح کرنا ہے، تو حق مہر معاشرے کے مطابق جتنا بنتا ہے، پورا دیں۔ یا پھر کسی اور سے شادی کر لیں ان سے نہ کریں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس آیت کے بعد کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ مانگا، تو (سورۃ النساء: 127) نازل ہو گئی۔ اس آیت میں ﴿مَا يُتْلٰى﴾ سے مراد پہلے والی (النساء: 3) آیت مراد ہے۔ دوسری (النساء: 127) میں اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ﴾ کی تفسیر کچھ یوں ہے کہ یتیم بچی جب کم مال اور کم جمال والی ہوتی، تو اس سے نکاح کرنے میں بے رغبتی کرتے، لہٰذا حکم ہوا کہ جیسے تم مال و جمال کی کمی کی وجہ سے نکاح نہیں کرتے، ایسے ہی اگر انصاف نہیں کر سکتے، تو جن یتیم بچیوں کے مال و جمال میں تمہیں رغبت ہو، ان سے بھی نکاح مت کرو۔''

(صحيح البخاري: 2494)

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَانْكِحُوْهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ أُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾

(النّساء : ۲۵)

''تم ان کے گھر والوں کی اجازت کے ساتھ ان سے نکاح کرو اور انہیں معروف طریقے سے حق مہر ادا کرو۔''

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَآ آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيَ أَخْدَانٍ﴾(المائدة : ٥)

''اہل کتاب کی پاک دامن عورتیں (تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں)، بشرطیکہ تم ان کا مہر ادا کرو، تمہارا مقصد پاکدامنی حاصل کرنا ہو۔ اعلانیہ زنا، یا پوشیدہ طور پر آشنائی کی نیت نہ ہو۔''

ان تمام قرآنی نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ نکاح میں حق مہر ضروری ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يَّنْكِحَ امْرَأَةً إِلَّا نِكَاحَ الْإِسْلَامِ، يُمْهِرُهَا، وَيَرِثُهَا وَتَرِثُهُ، وَلَا يُقَاضِيهَا عَلٰى أَجَلٍ مَّعْلُومٍ، إِنَّهَا امْرَأَتُهُ، فَإِنْ مَّاتَ أَحَدُهُمَا لَمْ يَتَوَارَثَا .

''کسی مرد کے لیے جائز نہیں کہ کسی عورت سے اسلام کے نکاح کے علاوہ کوئی اور نکاح کرے۔ مرد عورت کو حق مہر دے گا اور بیوی (کے فوت ہونے پر اس)

کا وارث بنے گا (اور اس کے فوت ہونے پر) بیوی اس کی وارث بنے گی۔ کوئی مرد عورت سے معین مدت تک نکاح نہ کرے کہ وہ اس کی بیوی تو ہو، لیکن اگر وہ فوت ہو جائے، ان میں سے ایک کے مرنے پر دوسرا وارث نہ بن سکے۔''

(السّنن الكبرٰى للبَيْهقي : 207/7، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: فرشتے تمام اہل زمین کے لیے استغفار کرتے ہیں یا صرف مؤمنوں کے لیے، کیونکہ درج ذیل آیت میں اہل زمین کا ذکر ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالْمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ أَلَآ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (الشّورٰى : ٥)

''فرشتے اپنے رب کی حمد کی تسبیح کرتے ہیں اور زمین میں رہنے والوں (اہل ایمان) کے لیے استغفار کرتے ہیں، جان لو کہ اللہ تعالیٰ خوب بخشنے والا اور خوب رحم کرنے والا ہے۔''

جواب: فرشتے صرف مؤمنوں کے لیے استغفار کرتے ہیں، کفار کے لیے استغفار نہیں۔ مذکورہ آیت مجمل ہے، اس کی تفصیل دوسری آیت میں آئی ہے، ملاحظہ ہو۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا، فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ❊ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَّهُمْ

وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ، إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ * وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ *﴾(غافر : ۷۔۹)

”حاملین عرش اور ارد گرد والے فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں، اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور مؤمنوں کے لیے استغفار کرتے ہیں، (کہتے ہیں:) اللہ! تیری رحمت اور تیرے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے، توبہ کرنے والوں اور تیرے راستے کے پیروؤں کو معاف فرما، انہیں عذاب جہنم سے بچا لے۔ اللہ! تو نے ان سے ہمیشہ کی جنت کا وعدہ کیا تھا، لہٰذا انہیں اور ان کے نیک آباء کو، ان کی صالح بیویوں اور پرہیز گار اولادوں کو اس میں داخل فرما، یقیناً تو غالب وحکمت والا ہے۔ اُس پر تیری رحمت ہوگی، جسے تو قیامت کے روز گناہوں کے وبال سے بچالے گا، ان صالحین کو بھی گناہوں کے وبال سے بچا۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔“

کافروں کے لیے تو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں کی لعنت ہے، بھلا ملعون کفار کے بارے میں فرشتے کیونکر دعا کریں گے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾(البقرۃ : ۱۶۱)

”بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا اور حالت کفر میں ہی فوت ہو گئے، تو ان پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔“

❁ علامہ زجاج رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْمَلَائِكَةَ إِنَّمَا يَسْتَغْفِرُونَ لِلْمُؤْمِنِينَ، وَيَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ قَوْلُهٗ فِي سُورَةِ الْمُؤْمِنِ: ﴿وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا ......﴾.

''یہ آیت دلیل ہے کہ فرشتے صرف مؤمنوں کے لیے استغفار کرتے ہیں، نیز اس پر سورت مؤمن میں موجود یہ فرمان الٰہی بھی دلالت کناں ہے: ''فرشتے مؤمنوں کے لیے استغفار کرتے ہیں (کہتے ہیں:) ہمارے رب! تیری رحمت اور علم نے ہر شے کا احاطہ کیا ہوا ہے......۔''

(مَعاني القرآن وإعرابه: 294/4)

سوال: کیا مغرب کی تیسری رکعت میں سورت فاتحہ سے زائد قرأت کی جا سکتی ہے؟

جواب: نماز مغرب کی تیسری رکعت میں سورت فاتحہ سے زائد قرأت مستحب ہے، اگر کوئی سورت فاتحہ پر اکتفا کرے، تو بھی جائز ہے۔

❁ ابوعبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ فَصَلَّيْتُ وَرَاءَهٗ الْمَغْرِبَ، فَقَرَأَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ بِأُمِّ الْقُرْآنِ، وَسُورَةٍ سُورَةٍ مِنْ قِصَارِ الْمُفَصَّلِ، ثُمَّ قَامَ فِي الثَّالِثَةِ، فَدَنَوْتُ مِنْهُ حَتّٰى إِنَّ ثِيَابِي لَتَكَادُ أَنْ تَمَسَّ ثِيَابَهٗ، فَسَمِعْتُهٗ قَرَأَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَبِهٰذِهِ الْآيَةِ: ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا، وَهَبْ لَنَا

مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ﴾(آل عمران : ٨)

’’سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں میں مدینہ گیا اور آپ رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز مغرب ادا کی، آپ رضی اللہ عنہ نے پہلی دو رکعتوں میں سورت فاتحہ اور قصار مفصل میں سے ایک ایک سورت پڑھی، پھر تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے، تو میں آپ رضی اللہ عنہ کے قریب ہو گیا، یہاں کہ قریب تھا کہ میرا کپڑا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے کپڑوں سے مَس ہونے لگے، تو میں نے سنا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فاتحہ پڑھی اور اس آیت کی قرأت کی: ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا، وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ (آل عمران : ٨) ’’ہمارے رب! ہدایت یافتہ بننے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا، ہمیں اپنے جناب سے خاص رحمت عطا فرما، بلاشبہ تو ہی خوب عطا کرنے والا ہے۔‘‘

(مؤطأ الإمام مالك :1/79، مسند الشافعي، ص 215، وسندهٗ صحيحٌ)

دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ الْمَغْرِبَ فَدَنَوْتُ مِنْهُ حَتّٰى مَسَّتْ ثِيَابِي ثِيَابَهٗ، أَوْ يَدِي ثِيَابَهٗ، شَكَّ ابْنُ مُبَارَكٍ، فَقَرَأَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّالِثَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَقَالَ: ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا﴾ (آل عمران : ٨)

’’میں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ نماز مغرب ادا کی، میں آپ رضی اللہ عنہ کے قریب ہوا، یہاں تک کہ میرے کپڑے یا میرا ہاتھ آپ رضی اللہ عنہ کے کپڑوں سے

لگنے لگا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تیسری رکعت میں سورت فاتحہ کی قراءت کی، پھر اس آیت کی قراءت کی: ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا ......﴾ (آل عمران: ٨) ''ہمارے رب! ہدایت یافتہ ہونے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا......۔''

(مصنف ابن أبي شيبة: 325/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنْ لَمْ تَزِدْ عَلٰى أُمِّ الْقُرْآنِ أَجْزَأَتْ وَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ.

''اگر آپ سورت فاتحہ سے زائد قراءت نہ بھی کریں، تو جائز ہے اور اگر زائد قراءت کریں، تو زیادہ بہتر ہے۔''

(صحيح البخاري: 772، صحيح مسلم: 396)

سوال: سنی سنائی باتیں کرنا کیسا ہے؟

جواب: سنی سنائی باتوں کو بغیر تحقیق آگے پہنچانا جائز نہیں، بالخصوص اس انداز میں کہ آگے والا اسے حق اور سچ سمجھے۔ دین کی طرح اُمور عامہ میں بھی احتیاط چاہیے۔ یہ ایسی بیماری ہے کہ اس سے معاشرے کا سکون جاتا رہتا ہے، لوگوں میں فساد اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔

جو شخص بکثرت سنی سنائی باتیں کرتا ہے، وہ معاشرے میں اپنا اعتماد اور اعتبار کھو بیٹھتا ہے اور لوگ اسے متہم کرتے ہیں،

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ

كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾(بني إسرائيل : ٣٦)

”جس کا علم نہیں، اُس کے پیچھے نہ پڑیں، کان، آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں باز پرس ضرور ہوگی۔“

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾(قٓ : ١٨)

”زبان سے جو بھی لفظ نکلتا ہے، اس پر ایک نگہبان موجود ہوتا ہے۔“

❁ نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾(الفجر : ١٤)

”تمہارا پروردگار تاک میں ہے۔“

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ .

”انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کردے۔“

(صحیح مسلم : 5)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۱۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَالَ إِذَا أَوٰى إِلٰى فِرَاشِهٖ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَفَانِي وَآوَانِي، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي وَسَقَانِي، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي مَنَّ عَلَيَّ فَأَفْضَلَ، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِعِزَّتِكَ أَنْ تُنَجِّيَنِي مِنَ النَّارِ، فَقَدْ حَمِدَ اللّٰهَ بِجَمِيعِ مَحَامِدِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ .

”جس نے بستر پر آرام کرتے وقت یہ دعا پڑھی، تو اس نے تمام مخلوقات کے حمدیہ کلمات کے برابر اللہ تعالیٰ کی حمد کی:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَفَانِي وَآوَانِي، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي وَسَقَانِي، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي مَنَّ عَلَيَّ فَأَفْضَلَ، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِعِزَّتِكَ أَنْ تُنَجِّيَنِي مِنَ النَّارِ .

”تمام تعریفات اللہ کے لیے، جو مجھے کافی ہوا اور پناہ دی، تمام تعریفیں اللہ کے لیے، جس نے مجھے کھلایا پلایا، تعریف صرف اللہ کے لیے، جس نے مجھ پر احسان کیا اور مجھے فضیلت دی، اے اللہ! میں تجھ سے تیری عزت کے وسیلے

سوال کرتا ہوں کہ مجھے جہنم سے نجات عطا فرما۔‘‘

(عمل اليوم والليلة لابن السُّنِّي : 720، المُستدرك للحاكم : 545/1، شُعَب الإيمان للبَيْهقي : 4072)

(جواب): اس کی سند حسن ہے۔ اسے امام حاکم رحمہ اللہ نے ’’صحیح الاسناد‘‘ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

(سوال): کیا منگنی سے پہلے لڑکی کو دیکھنا جائز ہے؟

(جواب): جس نے پہلے لڑکی کو نہ دیکھا ہو، وہ منگنی کے وقت لڑکی کے چہرے کو دیکھ سکتا ہے۔ ایک نظر دیکھنے میں کوئی حرج نہیں، یہ ضرورت ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَّلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيبًا﴾ (الأحزاب : ٥٢)

’’(اے نبی!) اس کے بعد آپ کے لیے عورتیں حلال نہیں ہیں، نہ یہ کہ آپ ان بیویوں کے بدلے دوسری بیویاں کر لیں، اگرچہ آپ کو ان کا حسن اچھا لگے، البتہ لونڈیوں کے بارے میں اجازت ہے۔ اللہ ہر شے پر نگہبان ہے۔‘‘

❀ علامہ ابن عطیہ رحمہ اللہ (۵۴۲ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذِهِ اللَّفْظَةِ : ﴿أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ﴾ دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ أَنْ يَنْظُرَ الرَّجُلُ إِلٰى مَنْ يُرِيدُ زَوَاجَهُ .

’’آیت کے الفاظ : ﴿أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ﴾ ’’آپ کو ان کا حسن اچھا

لگے۔'' میں دلیل ہے کہ لڑکا جس سے شادی کا ارادہ رکھتا ہے، اسے (ایک نظر) دیکھ سکتا ہے۔''

(تفسير ابن عطيّة : 394/4)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ تَزَوَّجَ امْرَأَةً مِّنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَنَظَرْتَ إِلَيْهَا؟، قَالَ : لَا، قَالَ : فَاذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا، فَإِنَّ فِي أَعْيُنِ الْأَنْصَارِ شَيْئًا .

''میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ ایک شخص آیا، اس نے بتایا کہ وہ ایک انصاری لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا آپ نے اس لڑکی کو دیکھا ہے؟ عرض کیا: نہیں، فرمایا: جائیے، پھر اسے دیکھ لیجئے، کیونکہ (بعض) انصار کی آنکھ میں کچھ مسئلہ ہوتا ہے (آنکھ چھوٹی ہوتی ہے یا کچھ اور)۔''

(صحيح مسلم : 1424)

❀ علامہ ابن ملک فرشتا رحمہ اللہ (۸۵۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا رُخْصَةٌ فِي جَوَازِ النَّظْرِ إِلَى الْمَخْطُوبَةِ .

''یہ رخصت ہے کہ (منگنی کرتے ہوئے) منگیتر کو دیکھا جا سکتا ہے۔''

(شرح مَصابيح السّنّة : 545/3)

❀ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ امْرَأَةً جَاءَ تْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ جِئْتُ لِأَهَبَ لَكَ نَفْسِي، فَنَظَرَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَعَّدَ النَّظَرَ إِلَيْهَا وَصَوَّبَهُ، ثُمَّ طَأْطَأَ رَأْسَهُ، فَلَمَّا رَأَتِ الْمَرْأَةُ أَنَّهُ لَمْ يَقْضِ فِيهَا شَيْئًا جَلَسَتْ ....

''ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا: اللہ کے رسول! میں خود کو آپ پر ہبہ کرتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا، نظر کو اوپر اٹھا اور نیچے تک لے آئے، پھر سر کو نیچے جھکا لیا، پھر جب عورت نے محسوس کیا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کر رہے، تو وہ بیٹھ گئی......۔''

(صحيح البخاري : 5030، صحيح مسلم : 1425)

✿ علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (۶۵۶ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ نَظْرِ الْخَاطِبِ إِلَى الْمَخْطُوبَةِ، وَتَأَمُّلِهِ مَا لَاحَ مِنْ مَحَاسِنِهَا .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ منگنی کرنے والے کا منگیتر کی طرف دیکھنا جائز ہے، نیز اس کے ظاہری محاسن میں غور و خوض کرنا بھی جائز ہے۔''

(المُفهم : 128/4)

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ الْجُمْهُورُ : لَا بَأْسَ أَنْ يَنْظُرَ الْخَاطِبُ إِلَى الْمَخْطُوبَةِ .

''جمہور کہتے ہیں کہ منگنی کرنے والا اپنی منگیتر کو (ایک بار) دیکھ سکتا ہے۔''

(فتح الباري : 182/9)

✿ علامہ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ (۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلظَّاهِرُ مِنَ الْأَحَادِيثِ الْوَارِدَةِ اسْتِحْبَابُ النَّظْرِ إِلَى الْمَخْطُوبَةِ وَتَحْقِيقِ ذٰلِكَ، وَلَوْ بِبَعْثِ مَنْ يَنْعِتُهَا لَهُ.

''احادیث مبارکہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ منگیتر کی طرف دیکھنا اور اس کے متعلق پوچھ گچھ کرنا مستحب ہے، خواہ کسی دوسرے کو بھیج دے، جو اسے منگیتر کا حال بیان کر دے۔''

(لَمعات التّنقیح : 24/6)

✿ علامہ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

دَلَّتِ الْأَحَادِيثُ عَلٰى أَنَّهٗ يُنْدَبُ تَقْدِيمُ النَّظَرِ إِلٰى مَنْ يُّرِيدُ نِكَاحَهَا، وَهُوَ قَوْلُ جَمَاهِيرِ الْعُلَمَاءِ.

''احادیث دلالت کرتی ہیں کہ جس لڑکی سے نکاح کا ارادہ ہو، پہلے اس کی طرف دیکھنا مستحب ہے، یہ جمہور اہل علم کا مؤقف ہے۔''

(سُبُل السّلام : 165/2)

سوال: ایک شخص بوڑھے والدین کو مارتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: والدین مسلمان ہوں یا کافر، بہر صورت ان سے حسن سلوک کا حکم ہے، یہی اسلامی تعلیمات ہیں۔ جو شخص بوڑھے والدین کو مارتا ہے، وہ سخت گناہ گار ہے، اہل علاقہ کو چاہیے کہ اسے کسی طریقے روکیں، قانونی کاروائی کرنی پڑے، تو ضرور کریں۔

اسلام میں سب سے زیادہ حقوق والدین کے ہی ہیں۔ ہر صورت ان سے عمدہ برتاؤ ضروری ہے، بالخصوص جب وہ بڑھاپے میں پہنچ جائیں۔

والدین یا ان کے ہم مرتبہ بزرگوں کو ڈانٹنا یا جھڑکنا سخت حرام ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا، وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾

(بني إسرائيل: ٢٤-٢٥)

”آپ کا رب فیصلہ کرتا ہے کہ اس کے سوا کسی کو معبود نہ بناؤ، والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، اگر تمہارے والدین یا ان میں سے کوئی بڑھاپے میں پہنچ جائیں، تو انہیں اُف بھی نہیں کہنا، بلکہ بڑی عمدہ بات کرنی ہے۔ عجز و نیاز سے اُن کے آگے جھکے رہو اور اُن کے حق میں دعا کرو کہ اے اللہ! جیسے انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے، تو بھی اُن پر رحمت فرما۔“

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَآءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي؟ قَالَ: أُمُّكَ قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أُمُّكَ قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أُمُّكَ قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أَبُوكَ.

”ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: اللہ کے

رسول! لوگوں میں سے میرے عمدہ برتاؤ کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: آپ کی ماں، پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: آپ کی ماں، پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: آپ کی ماں، پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: پھر آپ کے والد گرامی۔"

(صحيح البخاري: 5971، صحيح مسلم: 2548)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ أَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ.

"سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت بھیجے، پوچھا گیا: یا رسول اللہ! کوئی اپنے والدین پر کیسے لعنت بھیجے گا؟ فرمایا: وہ کسی کے باپ کو برا بھلا کہے گا، تو وہ بھی اس کے باپ اور اس کی ماں کو برا بھلا کہے گا۔"

(صحيح البخاري: 5973، صحيح مسلم: 90)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: الْعَاقُّ بِوَالِدَيْهِ، وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ الْمُتَشَبِّهَةُ بِالرِّجَالِ، وَالدَّيُّوثُ.

"تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے اور نہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھے گا: ① والدین کا نافرمان ② مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت ③ دیوث۔"

(مسند الإمام أحمد: 6180، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَهٗ، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ .

''اس پر اللہ کی لعنت، جو اپنے والد پر لعنت کرے اور اس پر بھی اللہ کی لعنت، جو غیر اللہ کے لیے ذبح کرے۔''

(صحیح مسلم : 1978)

❁ سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُحْضُرُوا الْمِنْبَرَ، فَحَضَرْنَا، فَلَمَّا ارْتَقٰى دَرَجَةً قَالَ : آمِينَ، فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ قَالَ : آمِينَ، فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ قَالَ : آمِينَ، فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَّا كُنَّا نَسْمَعُهٗ، قَالَ : إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَرَضَ لِي، فَقَالَ : بُعْدًا لِّمَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهٗ، قُلْتُ : آمِينَ، فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّانِيَةَ قَالَ : بُعْدًا لِّمَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ، قُلْتُ : آمِينَ، فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّالِثَةَ قَالَ : بُعْدًا لِّمَنْ أَدْرَكَ أَبَوَاهُ الْكِبَرَ عِنْدَهٗ أَوْ أَحَدُهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ، قُلْتُ : آمِينَ .

''منبر لائیں۔ ہم منبر لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا، تو آمین کہا۔ دوسری سیڑھی پر پہنچے، تو آمین کہا۔ جب تیسری سیڑھی پر چڑھے، تو پھر آمین کہا۔ نیچے تشریف لائے، تو ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آج ہم نے

آپ سے خلاف معمول بات سنی، فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہنے لگے: اس کے لیے ہلاکت ہو، جو رمضان پائے، لیکن اس کی مغفرت نہ ہو سکے۔ میں نے آمین کہہ دیا۔ دوسری سیڑھی پر پہنچا، تو جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ بھی ہلاک ہو، جس کے پاس آپ کا تذکرہ ہو، لیکن وہ آپ پر درود نہ پڑھے۔ میں نے آمین کہا۔ تیسری پر چڑھا، تو جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ بھی ہلاک ہو، جس کے پاس اس کے ماں باپ، دونوں یا ایک بوڑھا ہو اور وہ اس کے جنت میں داخلے کا سبب نہ بن سکیں۔ میں نے پھر آمین کہہ دیا۔''

(المُستدرك على الصّحيحين للحاكم : 4/153، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: مشرکین کے جو بچے بلوغت سے قبل فوت ہو گئے، ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: مشرکین کے بچے اگر بلوغت سے پہلے فوت ہو جائیں، تو وہ جنت میں جائیں گے، تمام دلائل کا موازنہ کرنے کے بعد یہی بات حق معلوم ہوتی ہے۔

شرعی قاعدہ یہی ہے کہ گناہ بلوغت کے بعد لکھے جاتے ہیں، تو جب مشرکین کے بچوں کے گناہ ہی نہیں لکھے جاتے، تو انہیں کس بنا پر جہنم رسید کیا جائے گا۔ یہ عدل کے خلاف ہے، لہٰذا مشرکین کے بچے جہنم میں داخل نہیں ہوں گے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا الْمَوْؤُودَةُ سُئِلَتْ، بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾ (التّكوير : ٨-٩)

''جب زندہ درگور کی گئی بچی سے پوچھا جائے گا، کس گناہ کی پاداش میں اسے قتل کیا گیا؟''

علامہ ابوحفص عمر بن علی نعمانی دمشقی حنفی رحمہ اللہ (۷۷۵ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْأَطْفَالَ الْمُشْرِكِينَ لَا يُعَذَّبُونَ، وَعَلٰى أَنَّ التَّعْذِيبَ لَا يَسْتَحِقُّ إِلَّا بِذَنْبٍ.

''یہ آیت دلیل ہے کہ مشرکین کے بچوں کو عذاب نہیں دیا جائے گا، نیز دلیل ہے کہ عذاب گناہ پر ہی ہوتا ہے۔''

(اللُّباب في عُلوم الكتاب : 184/20)

سوال: جو کفار مسلمانوں کو اذیت دیں، ان پر بددعا کرنا کیسا ہے؟

جواب: کفار پر بددعا کرنا جائز ہے۔ کئی قرآنی آیات، احادیث متواترہ مشہورہ اور تواتر عملی سے ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ﴾ (البقرة : ١٠)

''ان (منافقین) کے دلوں میں بیماری ہے، اللہ تعالیٰ ان کی بیماری مزید بڑھا دے (یا اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری اور بڑھا دی)۔ ان کے جھوٹ کے سبب ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

علامہ ابو عبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

يَكُونُ فِي الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ الدُّعَاءِ عَلَى الْمُنَافِقِينَ وَالطَّرْدِ لَهُمْ.

''آیت میں دلیل ہے کہ منافقین پر بددعا کرنا اور انہیں دھتکارنا جائز ہے۔''

(تفسير القرطبي :197/1)

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾(يونس : ٨٥-٨٦)

''پروردگار! ہمیں ظالموں کے لیے فتنہ نہ بنا اور اپنی رحمت کے ساتھ کافروں سے نجات دے۔''

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾(آل عمران : ١٤٧)

''ہمارے رب! ہمارے گناہوں کی بخشش فرما، ہم نے دین میں غلو کیا ہو، تو ہمیں معاف کر، دین پر ثابت قدم رکھ اور کافروں کے خلاف ہماری مدد فرما۔''

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾(البقرة : ٢٥٠)

''اے ہمارے رب! ہمیں صبر عطا کر، ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں کے خلاف ہماری مدد فرما۔''

❁ سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑائی کے موقع پر انتظار کیا، پھر جب سورج ڈھل گیا، تو لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: لوگو! دشمن سے لڑائی بھڑائی کی تمنا مت کیا کریں، بلکہ

اللہ تعالیٰ سے سلامتی مانگا کریں، ہاں اگر جنگ چھڑ جائے، تو ثابت قدم رہیں اور ڈٹ کر مقابلہ کریں اور جان لیں کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے، پھر آپ ﷺ نے دعا کی:

اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، وَمُجْرِيَ السَّحَابِ، وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ، اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ.

''اللہ! کتاب نازل کرنے والے! بادلوں کو چلانے والے! اے (کفار کے) لشکروں کو شکست دینے والے! ہمارے دشمن کو شکست دے اور ان کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما!۔''

(صحيح البخاري : 3024؛ صحيح مسلم : 1742)

❁ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احزاب کے موقع پر یہ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، سَرِيعَ الْحِسَابِ، اهْزِمِ الْاَحْزَابَ، اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ.

''اللہ! اے کتاب نازل کرنے والے! اے جلد حساب لینے والے! لشکروں کو شکست دے، انہیں ایسی شکست دے کہ لرز اٹھیں۔''

(صحيح البخاري : 6392؛ صحيح مسلم : 1742)

❁ نبی کریم ﷺ نے خندق کے موقع پر فرمایا:

مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا، شَغَلُونَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ.

''اللہ ان (کفار) کے گھر اور قبریں آگ سے بھرے، انہوں نے نماز عصر سے لیٹ کیا، حتی کہ سورج غروب ہو چکا ہے۔''

(صحيح البخاري :2931، صحيح مسلم : 627)

❁ علامہ ابو مظفر ابن ہبیرہ رحمہ اللہ (۵۶۰ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ مِنَ الْفِقْهِ اسْتِحْبَابُ الدُّعَاءِ عَلَى الْكُفَّارِ .

”اس حدیث میں فقہی مسئلہ ہے کہ کفار پر بددعا کرنا مستحب ہے۔“

(الإفصاح عن معاني الصحاح :250/1)

❁ حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (۷۰۲ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ الدُّعَاءِ عَلَى الْكُفَّارِ بِمِثْلِ هٰذَا .

”حدیث میں دلیل ہے کہ کفار پر اس طرح کی بددعائیں کرنا جائز ہے۔“

(إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام :174/1)

❁ نبی کریم ﷺ نے قراء صحابہ کے قاتلین کے لیے بددعائیں کی اور مسلسل ایک ماہ تک یہ سلسلہ جاری رکھا، آپ ﷺ فرماتے:

اَللّٰهُمَّ الْعَنْ بَنِي لِحْيَانَ، وَالْعَنْ رِعْلًا، وَذَكْوَانَ .

”اللہ! قبیلہ بنولحیان، رعل اور ذکوان پر لعنت بھیج۔“

(صحيح البخاري : 4090، صحيح مسلم : 679)

❁ نبی کریم ﷺ نے مشرکین مکہ کے لیے بددعا کی:

اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ .

”اللہ ان کے خلاف میری یوں مدد فرما کہ ان پر سات سال تنگی کر دے، جس طرح یوسف علیہ السلام کی قوم پر کی تھی۔“

(صحيح البخاري : 4774، صحيح مسلم : 2798)

✿ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ جَوَازُ الدُّعَاءِ عَلَى الْكُفَّارِ بِالْجُوعِ وَالْجُهْدِ وَغَيْرِهِمَا .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ کفار پر بھوک اور تنگی وغیرہ کی بددعا کرنا جائز ہے۔''

(التّوضیح : 222/8)

✿ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ، وُعِكَ أَبُو بَكْرٍ، وَبِلَالٌ ...... قَالَ : اَللّٰهُمَّ الْعَنْ شَيْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ، وَعُتْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ، وَأُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ كَمَا أَخْرَجُونَا مِنْ أَرْضِنَا إِلٰى أَرْضِ الْوَبَاءِ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ، اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَفِي مُدِّنَا، وَصَحِّحْهَا لَنَا، وَانْقُلْ حُمَّاهَا إِلَى الْجُحْفَةِ، قَالَتْ : وَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَهِيَ أَوْبَأُ أَرْضِ اللّٰهِ .

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ہجرت کر کے) مدینہ تشریف لائے، تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو سخت بخار ہو گیا۔...... بلال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ! تو شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور اُمیہ بن خلف پر لعنت فرما، انہوں نے ہمیں ہمارے وطن (مکہ) سے وبائی علاقہ (مدینہ) کی طرف نکلنے پر مجبور کر دیا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ! جس طرح ہمیں مکہ محبوب تھا، اسی طرح یا اس سے بھی زیادہ ہمارے لیے مدینہ محبوب بنا دے، اللہ! ہمارے

صاع اور مُد میں برکت فرما، مدینہ کو ہمارے موافق کر دے، اس کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل فرما دے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہم مدینہ آئے، تو اس وقت مدینہ سب سے زیادہ وبائی علاقہ تھا۔“

(صحيح البخاري : 1889، صحيح مسلم : 1376)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ الدُّعَاءِ عَلَى الْكُفَّارِ بِالْأَمْرَاضِ وَالْأَسْقَامِ وَالْهَلَاكِ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ کافروں پر بیماریوں، مصائب اور ہلاکت خیزی کی بددعا کرنا جائز ہے۔“

(شرح مسلم : 150/9)

❁ علامہ طیبی رحمہ اللہ (٧٤٣ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ الدُّعَاءِ عَلَى الْكُفَّارِ بِالْأَمْرَاضِ وَالْأَسْقَامِ وَالْهَلَاكِ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ کافروں پر بیماریوں، مصائب اور ہلاکت خیزی کی بددعا کرنا جائز ہے۔“

(شرح المشكاة : 2057/6)

اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کافروں کے لیے بددعائیں کیں، کئی احادیث میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔

سوال: بعض صوفیا کہتے ہیں کہ کھانے پینے میں عمدہ اور لذیذ چیزیں استعمال نہیں

کرنی چاہیے، کیونکہ اس سے دنیا میں رغبت بڑھتی ہے۔اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب:صوفیا ترک دنیا کی بات کرتے ہیں، ان کا یہ نظریہ کتاب وسنت کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔ دنیاوی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا، طیب اور حلال کھانے کھانا، حلال اور لذیذ مشروبات پینا جائز ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنٰى بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ﴾(البقرة : ٦١)

”انہوں (موسیٰ علیہ السلام) نے کہا کہ کیا تم بہترین (خوراک) کے بدلے میں کم ترین (خوراک) لینا چاہتے ہو۔“

❀ علامہ ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذِهِ الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ أَكْلِ الطَّيِّبَاتِ وَالْمَطَاعِمِ الْمُسْتَلَذَّاتِ .

”یہ آیت دلیل ہے کہ حلال، پاکیزہ اور لذیذ کھانے کھانا جائز ہے۔“

(تفسير القرطبي :429/1)

سوال:عذاب قبر کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب:اہل سنت والجماعت کا اجماعی واتفاقی عقیدہ ہے کہ عذاب قبر حق ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُونَ﴾(البقرة : ١٥٤)

”اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کو مردہ مت کہو، وہ یقیناً زندہ ہیں، مگر تم (ان کی زندگی کو) سمجھ نہیں سکتے۔“

❁ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلٰى ثُبُوتِ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَلَا اعْتِدَادَ بِخِلَافِ مَنْ خَالَفَ فِي ذٰلِكَ، فَقَدْ تَوَاتَرَتْ بِهِ الْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ وَدَلَّتْ عَلَيْهِ الْآيَاتُ الْقُرْآنِيَّةُ.

''اس آیت میں عذاب قبر کا اثبات ہے، اس مسئلہ میں (اہل سنت کی) مخالفت کرنے والوں کی کوئی حیثیت نہیں، کیونکہ اس بارے میں متواتر احادیث ثابت ہیں اور کئی قرآنی آیات اس پر دلالت کناں ہیں۔''

(فتح القدير :184/1)

❁ اسی معنی کی یہ آیت بھی ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ (آل عمران : ١٦٩)

''اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کو مردہ مت خیال کریں، وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں۔''

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مَذْهَبَ أَهْلِ السُّنَّةِ إِثْبَاتُ عَذَابِ الْقَبْرِ وَقَدْ تَظَاهَرَتْ عَلَيْهِ دَلَائِلُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا﴾ الْآيَةَ، تَظَاهَرَتْ بِهِ الْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ رِّوَايَةِ جَمَاعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ فِي

مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَّلَا يَمْتَنِعُ فِي الْعَقْلِ أَنْ يُّعِيدَ اللّٰهُ تَعَالَى الْحَيَاةَ فِي جُزْءٍ مِّنَ الْجَسَدِ وَيُعَذِّبُهُ وَإِذَا لَمْ يَمْنَعْهُ الْعَقْلُ وَوَرَدَ الشَّرْعُ بِهٖ وَجَبَ قَبُولُهُ وَاعْتِقَادُهُ وَقَدْ ذَكَرَ مُسْلِمٌ هُنَا أَحَادِيثَ كَثِيرَةً فِي إِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَسَمَاعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ مَنْ يُعَذَّبُ فِيهِ وَسَمَاعِ الْمَوْتٰى قَرْعَ نِعَالِ دَافِنِيهِمْ وَكَلَامِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْقَلِيبِ وَقَوْلِهٖ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ مِنْهُمْ وَسُؤَالِ الْمَلَكَيْنِ الْمَيِّتَ وَإِقْعَادِهِمَا إِيَّاهُ وَجَوَابِهٖ لَهُمَا وَالْفَسْحِ لَهٗ فِي قَبْرِهٖ وَعَرْضِ مَقْعَدِهٖ عَلَيْهِ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ وَسَبَقَ مُعْظَمُ شَرْحِ هٰذَا فِي كِتَابِ الصَّلَاةِ وَكِتَابِ الْجَنَائِزِ وَالْمَقْصُودُ أَنَّ مَذْهَبَ أَهْلِ السُّنَّةِ إِثْبَاتُ عَذَابِ الْقَبْرِ كَمَا ذَكَرْنَا خِلَافًا لِّلْخَوَارِجِ وَمُعْظَمِ الْمُعْتَزِلَةِ وَبَعْضِ الْمُرْجِئَةِ.

''اہل سنت عذاب قبر کا اثبات کرتے ہیں۔اس پر کتاب وسنت سے واضح دلائل موجود ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:﴿النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا﴾ ''وہ صبح وشام جہنم پر پیش کئے جاتے ہیں۔'' اثبات عذاب قبر کی روایات بہت سی کتابوں میں بہت سے علاقوں میں موجود صحابہ سے مروی ہیں۔اللہ بدن کے کسی جزء میں زندگی لٹانے اور اس کو عذاب دینے پر قادر ہے،اس میں کوئی عقلی بُعد نہیں،جب بُعد نہیں اور نصوص شریعت بھی اس کی مؤید ہیں،تو عذاب قبر کا عقیدہ رکھنا واجب ہوا۔امام مسلم رحمہ اللہ عذاب قبر کے

بارے میں بہت سی روایات لائے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا صاحب قبر کی آواز سننا، جب اسے عذاب دیا جا رہا تھا، مردوں کا دفنانے والوں کے قدموں کی چاپ سننا، نبی کریم ﷺ کا اہل قلیب سے گفتگو کرنا اور یہ فرمانا کہ اب یہ آپ سے زیادہ سن رہے ہیں، فرشتوں کا مرنے والے سے سوال کرنا، اسے بٹھانا، میت کا سوالات کے جوابات دینا، قبر کا کشادہ ہونا، صبح وشام اس کا ٹھکانہ دکھایا جانا، یہ سب کچھ شریعت میں موجود ہے۔ جن پر تفصیلی بحث کتاب الصلاۃ اور کتاب الجنائز میں گزر چکی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ عذاب قبر کا اثبات اہل سنت کا مذہب ہے، جبکہ خوارج، اکثر معتزلہ اور بعض مرجیہ اس کے منکر ہیں۔"

(شرح صحيح مسلم : 17/200-201، طرح التّثريب للعِراقي : 3/306، عمدة القاري للعيني : 3/118)

سوال: تقلید کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: دین میں تقلید ناجائز اور حرام ہے۔ تقلید کا مطلب ہے کہ کتاب وسنت کے کسی حکم کے مقابلہ میں کسی اُمتی کی بات ماننا، جبکہ اس پر کوئی شرعی دلیل بھی نہ ہو۔

آباء کی تقلید کرنا کافر قوموں کا شعار ہے، اسلام میں تقلید کا کوئی جواز نہیں۔ قرآن، احادیث صحیحہ، آثار صحابہ اور فہم سلف کی روشنی میں تقلید ممنوع ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلٰى مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا أَوَ لَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُونَ﴾ (المائدة : ١٠٤)

”جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی وحی اور رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹ آؤ، تو کہتے ہیں، ہمیں وہی کافی ہے، جس پر ہمارے آبا تھے۔ کیا اگر چہ ان کے آبا واجداد نہ تو کچھ علم رکھتے ہوں اور نہ ہدایت پر ہوں۔“

❀ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُونَ﴾

(البقرۃ : ۱۷۰)

”جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی نازل کردہ وحی کی پیروی کرو، تو کہتے ہیں کہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے، جس پر اپنے آبا کو عمل کرتے پایا ہے، یہ لوگ کچھ عقل نہیں رکھتے اور نہ ہدایت پا سکتے ہیں۔“

❀ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

فِي ذٰلِكَ دَلِيلٌ عَلٰى قُبْحِ التَّقْلِيدِ، وَالْمَنْعِ مِنْهُ، وَالْبَحْثُ فِي ذٰلِكَ يَطُولُ، وَقَدْ أَفْرَدْتُّهٗ بِمُؤَلَّفٍ مُّسْتَقِلٍّ سَمَّيْتُهٗ «اَلْقَوْلُ الْمُفِيدُ فِي حُكْمِ التَّقْلِيدِ» وَاسْتَوْفَيْتُ الْكَلَامَ فِيهِ.

”یہ آیت دلیل ہے کہ تقلید قبیح اور ممنوع ہے۔ اس بارے میں بحث باعث طوالت ہے، میں نے اس بارے میں ایک مستقل تصنیف کی ہے، جس کا نام ”القول المفید فی حکم التقلید“ ہے۔ میں نے اس میں تفصیل سے مکمل بحث کر دی ہے۔“

(فتح القدیر : 194/1)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۱۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا انبیائے کرام اجتہاد کرتے ہیں؟

جواب: فقہی معاملات میں انبیائے کرام علیہم السلام بھی اجتہاد کرتے تھے، کبھی کبھار ان کا اجتہاد بھی خطا ہو جاتا تھا، مگر اللہ تعالیٰ انہیں فوراً تنبیہ کر دیتا تھا اور انہیں خطا پر قائم نہیں رہنے دیتا تھا، بالآخر ہر نبی کا اجتہاد صحیح ہو جاتا تھا، خطا کو اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی ختم کر دیتا تھا۔ کتاب وسنت میں اس پر کئی مثالیں موجود ہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَّكُونَ لَهٗٓ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾(الأنفال : ٦٧)

”کسی نبی کو لائق نہیں کہ ان کے پاس قیدی ہوں، تا آنکہ وہ زمین میں خون بہا دے، تم لوگ دنیا کا سامان چاہتے ہو، جبکہ اللہ تعالیٰ آخرت کا ارادہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ خوب غالب اور حکمت والا ہے۔“

❀ علامہ بیضاوی رحمہ اللہ (٦٨٥ھ) فرماتے ہیں:

اَلْآيَةُ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يَجْتَهِدُونَ وَأَنَّهٗ قَدْ يَكُونُ خَطَأً وَلٰكِنْ لَا يُقِرُّونَ عَلَيْهِ .

”یہ آیت دلیل ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام بھی اجتہاد کرتے تھے، نیز کبھی ان کا اجتہاد خطا بھی ہو جاتا تھا، مگر وہ خطا پر قائم نہیں رہتے تھے۔“

(تفسير البيضاوي : 67/3)

❀ سیدنا یعلی بن اُمیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ وَعَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبٌ قَدْ ظُلِّلَ بِهٖ عَلَيْهِ مَعَهٗ فِيهِ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِهٖ مِنْهُمْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِذْ جَاءَهٗ رَجُلٌ عَلَيْهِ جُبَّةٌ مُّتَضَمِّخٌ بِطِيبٍ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرٰى فِي رَجُلٍ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ فِي جُبَّةٍ بَعْدَ مَا تَضَمَّخَ بِطِيبٍ فَنَظَرَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً ثُمَّ سَكَتَ فَجَاءَهُ الْوَحْيُ فَأَشَارَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِيَدِهٖ إِلٰى يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ تَعَالَ قَالَ : فَجَاءَ يَعْلٰى فَأَدْخَلَ رَأْسَهٗ فَإِذَا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ يَغِطُّ سَاعَةً ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ : أَيْنَ السَّائِلُ الَّذِي سَأَلَنِي عَنِ الْعُمْرَةِ آنِفًا فَالْتُمِسَ الرَّجُلُ فَجِيءَ بِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَمَّا الطِّيبُ الَّذِي بِكَ فَاغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَأَمَّا الْجُبَّةُ فَانْزِعْهَا ثُمَّ اصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ مَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقام جعرانہ میں تھے اور آپ پر ایک کپڑے سے سایہ کیا گیا

تھا، جس میں آپ کے ساتھ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سمیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ بھی تھے، ایک آدمی آیا، جس نے کوٹ پہنا ہوا تھا اور خوشبو بھی لگا رکھی تھی، پوچھا: اللہ کے رسول! اس شخص کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے، جو خوشبو لگانے کے بعد عمرہ کا احرام باندھ لے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لمحہ بھر اس کی طرف خاموشی سے دیکھا، تو آپ پر وحی آ گئی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے سیدنا یعلی رضی اللہ عنہ کو آنے کا اشارہ کیا، چنانچہ سیدنا یعلی رضی اللہ عنہ آئے اور اپنا سر (کپڑے کے) اندر داخل کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا اور آپ خراٹے لے رہے تھے، پھر آپ سے وحی کی کیفیت دور ہوئی، تو فرمایا: وہ شخص کہاں ہے، جس نے ابھی مجھ سے عمرہ کے متعلق پوچھا تھا؟ چنانچہ اس شخص کو تلاش کر کے لایا گیا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خوشبو کو تین مرتبہ دھو ڈالیں اور جبہ اتار دیں، پھر جس طرح آپ حج میں کرتے ہیں، ویسے ہی عمرہ میں بھی کر لیں۔''

(صحیح البخاري : 1789، صحیح مسلم : 1180، المُنتقٰی لابن الجارود : 447)

سوال: کیا سحری کھانا مستحب ہے؟

جواب: سحری کھانا مسنون و مستحب ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رخصت ہے اور رخصت پر عمل کرنا محبوب ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾(البقرۃ : ۱۸۷)

''کھاؤ پیو، یہاں تک کہ فجر کا سفید دھاگہ کالے دھاگے سے واضح ہو جائے۔''

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

فِي إِبَاحَتِهِ تَعَالٰى جوازَ الْأَكْلِ إِلٰى طُلُوعِ الْفَجْرِ، دَلِيلٌ عَلَى اسْتِحْبَابِ السَّحُورِ؛ لِأَنَّهُ مِنْ بَابِ الرُّخْصَةِ، وَالْأَخْذُ بِهَا مَحْبُوبٌ؛ وَلِهٰذَا وَرَدَتِ السُّنَّةُ الثَّابِتَةُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَثِّ عَلَى السَّحُورِ لِأَنَّهُ مِنْ بَابِ الرُّخْصَةِ.

''اللہ تعالیٰ کا طلوع فجر تک کھانے (پینے) کی اجازت دینا اس بات پر دلیل ہے کہ سحری کرنا مستحب ہے، کیونکہ یہ رخصت کی قبیل سے ہے اور رخصت پر عمل کرنا محبوب ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ سے ثابت حدیث میں سحری کرنے کی ترغیب وارد ہوئی ہے، کیونکہ یہ رخصت ہے۔''

(تفسیر ابن كثير: 513/1)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً.

''سحری کیجئے، کیونکہ سحری میں برکت ہے۔''

(صحيح البخاري: 1923، صحيح مسلم: 1095)

❀ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَضَانَ، فَلَمْ يَقُمْ بِنَا شَيْئًا مِّنَ الشَّهْرِ حَتّٰى بَقِيَ سَبْعٌ، فَقَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ، فَلَمَّا كَانَتِ السَّادِسَةُ، لَمْ يَقُمْ بِنَا، فَلَمَّا كَانَتِ

الْخَامِسَةُ، قَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لَوْ نَفَّلْتَنَا قِيَامَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ، قَالَ : فَقَالَ : «إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلّٰى مَعَ الْإِمَامِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ، حُسِبَ لَهٗ قِيَامُ لَيْلَةٍ»، قَالَ : فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ، لَمْ يَقُمْ، فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ، جَمَعَ أَهْلَهٗ وَنِسَاءَهٗ وَالنَّاسَ، فَقَامَ بِنَا حَتّٰى خَشِينَا أَنْ يَّفُوتَنَا الْفَلَاحُ، قَالَ : قُلْتُ : وَمَا الْفَلَاحُ؟ قَالَ : السُّحُورُ، ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِقِيَّةَ الشَّهْرِ .

''ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے۔آپ ﷺ نے قیام نہیں کروایا، تئیسویں شب کا تہائی حصہ قیام کروایا۔ چوبیسویں کو قیام نہیں کروایا، پھر پچیسویں کو نصف رات تک قیام کروایا۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کاش کہ آپ پوری رات قیام کرواتے۔فرمایا: باجماعت نماز پڑھنے پر پوری رات کے قیام کا ثواب ملتا ہے۔ چھبیسویں رات قیام نہیں کروایا۔ ستائیسویں شب صحابہ کرام کو بمع اہل وعیال قیام کروایا، تا آنکہ ہمیں خدشہ ہوا کہ ہم ''فلاح'' سے محروم نہ رہ جائیں۔ راوی نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: فلاح سے کیا مراد ہے؟ کہا: سحری۔ پھر بقیہ ایام قیام نہیں کروایا۔''

(مسند الإمام أحمد : 159/5، سنن أبي داوٗد : 1375، سنن النّسائي : 1606، سنن التِّرمِذي : 806، سنن ابن ماجه : 1327، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ

لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَّعِشْرِينَ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ قُمْنَا مَعَهٗ لَيْلَةَ خَمْسٍ وَّعِشْرِينَ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ، ثُمَّ قُمْنَا مَعَهٗ لَيْلَةَ سَبْعٍ وَّعِشْرِينَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنْ لَّا نُدْرِكَ الْفَلَاحَ، وَكَانُوا يُسَمُّونَهُ السُّحُورَ.

''ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان کی تئیسویں شب کا تہائی حصہ قیام کیا۔ پھر پچیسویں کو نصف رات، ستائیسویں کو اتنا لمبا قیام کیا کہ ہمیں سحری فوت ہونے کا خدشہ ہوا۔''

(مسند الإمام أحمد: 272/4، سنن النّسائي: 1607، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم نے رحمہ اللہ (440/1) نے اس حدیث کو''امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''حسن'' کہا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّا مَعْشَرَ الْأَنْبِيَاءِ أُمِرْنَا أَنْ نُؤَخِّرَ سُحُورَنَا، وَنُعَجِّلَ فِطْرَنَا، وَأَنْ نُمْسِكَ بِأَيْمَانِنَا عَلٰى شَمَائِلِنَا فِي صَلَاتِنَا.

''ہم انبیا کو حکم دیا گیا کہ ہم سحری میں تاخیر کریں اور افطاری میں جلدی کریں، نیز (حکم دیا گیا کہ) ہم نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھیں۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني: 199/11، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۷۷۰) نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(تنوير الحوالك: 133/1)

یہ تمام احادیث دلیل ہیں کہ سحری کرنا پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کی بھی سنت ہے، رسول

اللہ ﷺ کی بھی سنت ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی عمل ہے، سحری کے مستحب ہونے کو یہی کافی ہے۔

سوال: کیا سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو بھی توبہ کے بعد نبوت ملی؟

جواب: سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے توبہ کی، مگر اس بارے میں کوئی دلیل ثابت نہیں کہ انہیں یا ان میں سے کسی کو نبوت بھی ملی۔ بلکہ اس کے خلاف سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبیوں کو نبوت سے قبل بھی عصمت عطا فرماتا ہے، سیدنا یوسف علیہ السلام پر بھائیوں نے جو ظلم ڈھائے ہیں، بعد میں اگرچہ انہیں معافی مل گئی، مگر ایسے شخص سے یہ سب بہت بعید ہے، جسے بعد میں نبوت ملنی ہو۔

انبیائے کرام علیہم السلام نبوت سے پہلے اور بعد ہر حال میں معصوم ہوتے ہیں، ان سے ایسا کوئی عمل سرزد نہیں ہوتا، جو شانِ نبوت کے خلاف ہو۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ (یوسف: ۸)

”جب انہوں نے کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں، جبکہ ہم تو جماعت ہیں، بلا شبہ ہمارا باپ واضح خطا پر ہے۔“

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّهُ لَمْ يَقُمْ دَلِيلٌ عَلَىٰ نُبُوَّةِ إِخْوَةِ يُوسُفَ، وَظَاهِرُ هٰذَا السِّيَاقِ يَدُلُّ عَلَىٰ خِلَافِ ذٰلِكَ، وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَزْعُمُ أَنَّهُمْ أُوحِيَ إِلَيْهِمْ بَعْدَ ذٰلِكَ، وَفِي هٰذَا نَظَرٌ، وَيَحْتَاجُ مُدَّعِي ذٰلِكَ

إِلٰى دَلِيلٍ .

”جان لیجئے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت پر کوئی دلیل قائم نہیں ہوئی، ان آیات کا سیاق تو نبوت نہ ملنے پر دلالت کرتا ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بعد میں یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرف بھی وحی کی جاتی تھی، جبکہ یہ بات محل نظر ہے۔ جو یہ دعویٰ کرے، اس پر دلیل واجب ہے۔“

(تفسیر ابن کثیر : 372/4)

سوال: سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے دادی اور نانی کی میراث کے متعلق ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے، اس کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے دادی اور نانی کی میراث کے متعلق ایک قصہ مشہور ہے، مگر سنداً وہ واقعہ ثابت نہیں۔ ملاحظہ ہو؛

❀ قبیصہ بن ذؤیب رحمہ اللہ سے مروی ہے:

جَاءَ تِ الْجَدَّةُ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا فَقَالَ : مَا لَكِ فِي كِتَابِ اللّٰهِ شَيْءٌ، وَّمَا عَلِمْتُ لَكِ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا، فَارْجِعِي حَتّٰى أَسْأَلَ النَّاسَ فَسَأَلَ النَّاسَ، فَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ : حَضَرْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهَا السُّدُسَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : هَلْ مَعَكَ غَيْرُكَ؟ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ الْمُغِيرَةُ، فَأَنْفَذَهُ لَهَا أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ،

ثُمَّ جَاءَتِ الْجَدَّةُ الْأُخْرٰى إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا فَقَالَ : مَا لَكِ فِي كِتَابِ اللّٰهِ شَيْءٌ، وَّمَا الْقَضَاءُ الَّذِي بَلَغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِهٖ إِلَّا لِغَيْرِكِ، وَمَا أَنَا زَائِدٌ فِي الْفَرَائِضِ شَيْئًا، وَّلٰكِنْ هُوَ ذٰلِكَ السُّدُسُ فَإِنِ اجْتَمَعْتُمَا فِيهِ فَهُوَ بَيْنَكُمَا وَأَيُّكُمَا خَلَتْ بِهٖ فَهُوَ لَهَا .

”ایک دادی/ نانی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی میراث کے متعلق دریافت کرنے آئیں، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کتاب اللہ میں تو آپ کا کوئی حصہ مذکور نہیں ہے اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے مجھے آپ کا حصہ معلوم ہے، واپس چلی جائیں، میں لوگوں سے اس بارے میں پوچھوں گا، چنانچہ آپ نے لوگوں سے پوچھا، سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا، آپ نے اسے (جدہ کو) چھٹا حصہ عطا کیا تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: کیا آپ کے ساتھ کوئی اور بھی (گواہ) ہے؟ تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر وہی بات کی، جو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہی تھی۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس بارے یہ حکم نافذ کر دیا۔ پھر دوسری دادی / نانی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اپنی میراث کے متعلق دریافت کرنے آئیں، تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی کتاب میں تو آپ کے لیے کچھ بھی نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو فیصلہ ہمیں پہنچا ہے، وہ آپ کے متعلق نہیں ہے، نیز

میں فرائض میں اپنی طرف سے کچھ نہیں بڑھا سکتا اور آپ کا چھٹا حصہ ہے، اگر آپ دونوں موجود ہوں، تو وہ آپ دونوں کے درمیان تقسیم ہو گا اور اگر آپ میں سے کوئی اکیلی ہو گی، تو وہ چھٹا حصہ اسی کا ہی ہو گا۔''

(موطأ الإمام مالك : 513/2، سنن أبي داوٗد : 2894، سنن التّرمذي : 2101، سنن ابن ماجه : 2724)

یہ حدیث مرسل و منقطع ہے۔قبیصہ کا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ صُوْرَتَهٗ مُرْسَلٌ فَإِنَّ قَبِيصَةَ لَا يَصِحُّ لَهٗ سَمَاعٌ مِّنَ الصِّدِّيقِ وَلَا يُمْكِنُ شُهُودُهٗ لِلْقِصَّةِ قَالَهٗ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ بِمَعْنَاهُ وَقَدِ اخْتُلِفَ فِي مَوْلِدِهٖ وَالصَّحِيحُ أَنَّهٗ وُلِدَ عَامَ الْفَتْحِ فَيَبْعُدُ شُهُودُهُ الْقِصَّةَ وَقَدْ أَعَلَّهٗ عَبْدُ الْحَقِّ تَبَعًا لِّابْنِ حَزْمٍ بِالْاِنْقِطَاعِ .

''اس کی صورت مرسل روایت والی ہے، کیونکہ قبیصہ کا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں اور نہ قبیصہ کا اس قصہ میں حاضر ہونا ممکن ہے، اس طرح کی بات امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے کی ہے۔قبیصہ کی سن ولادت میں اختلاف ہے، صحیح بات یہ ہے کہ وہ فتح مکہ والے سال پیدا ہوئے، تو اس اعتبار سے ان کا اس واقعہ میں حاضر ہونا بعید ہے۔اس روایت کو ابن حزم رضی اللہ عنہ نے منقطع کہا ہے اور ان کے اتباع میں علامہ عبد الحق دہلوی رحمہ اللہ نے بھی معلول کہا ہے۔''

(التّلخيص الحبير : 82/3، ح : 1349)

سوال: شب برأت کی کیا فضیلت ہے؟

(جواب): پندرہویں شعبان کی رات (شب براءت) کی فضیلت میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔

❁ علامہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ حَدِيثٌ يُعَوَّلُ عَلَيْهِ، لَا فِي فَضْلِهَا، وَلَا فِي نَسْخِ الْآجَالِ فِيهَا، فَلَا تَلْتَفِتُوا إِلَيْهَا .

''پندرہویں شعبان کی رات کے بارے میں کوئی بھی قابل اعتماد حدیث موجود نہیں ہے، نہ اس کی فضیلت کے بارے میں اور نہ اس میں عمریں لکھے جانے کے بارے میں، لہٰذا (ثواب کی نیت سے) آپ اس کی طرف التفات ہی نہ کریں۔''

(أحكام القرآن : ١٦٩٠/٤)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ مِنْهَا شَيْءٌ .

''پندرہویں رات کی فضیلت کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث میں سے کوئی بھی ثابت نہیں۔''

(المَنار المُنيف، ص ٩٨-٩٩)

❁ جناب محمد یوسف بنوری دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

لَمْ أَقِفْ عَلٰى حَدِيثٍ مُّسْنَدٍ مَّرْفُوعٍ صَحِيحٍ فِي فَضْلِهَا .

''پندرہویں شعبان کی رات کی فضیلت کے بارے میں مجھے کوئی متصل سند والی، مرفوع اور صحیح حدیث نہیں ملی۔'' (معارف السنن : ٤١٩/٥)

❁ مفتی تقی عثمانی دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

”شبِ براءت کی فضیلت میں بہت سی روایات مروی ہیں، جن میں سے بیشتر علامہ سیوطی نے ”الدرالمنثور“ میں جمع کردی ہیں، یہ تمام روایات سنداً ضعیف ہیں۔“

(درسِ ترمذی: ۵۷۹/۲۔۵۸۰)

تنبیہ:

محدث البانی رحمہ اللہ نے پندرہویں شعبان کی رات کی فضیلت والی ایک روایت کو مختلف طرق کی بنا پر ”صحیح“ قرار دیا ہے۔(الصَّحيحة : ١١٤٤)

انتہائی اختصار اور جامعیت کے ساتھ ان کے بارے میں تحقیق پیش خدمت ہے؛

① حدیثِ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ:

❀ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَطَّلِعُ اللّٰهُ إِلٰى خَلْقِهٖ لَيْلَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَيَغْفِرُ لِجَمِيعِ خَلْقِهٖ؛ إِلَّا مُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ .

”اللہ تعالیٰ پندرہویں شعبان کی رات کو اپنی مخلوق کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں، مشرک اور اپنے مسلمان بھائی سے بغض و عداوت اور دشمنی و کینہ رکھنے والے کے علاوہ اپنی تمام مخلوق کی بخشش فرمادیتے ہیں۔“

(السّنّة لابن أبي عاصم : ٥١٢، المُعجم الكبير للطّبراني : ١٠٨/٢٠، صحيح ابن حبان : ٥٦٣٦، المُعجم الأوسط للطّبراني : ٢٩٧/٧، شُعب الإيمان للبيهقي : ٣٨٣٣)

سند ”ضعیف“ ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَكْحُولٌ لَمْ يَلْقَ مَالِكَ بْنَ يُخَامِرٍ .

''مکحول نے مالک بن یخامر سے ملاقات نہیں کی۔''

(الصّحيحة : ١١٤٤، سِيَر أعلام النُّبلاء : 156/5، المهذّب : 4019/8)

لہٰذا یہ سند ''منقطع'' ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

تنبیہ:

❁ مکحول رحمہ اللہ کا قول ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَطْلُعُ عَلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ فِي النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ إِلَّا لِرَجُلَيْنِ إِلَّا كَافِرٍ أَوْ مُشَاحِنٍ .

''اللہ تعالیٰ پندرھویں شعبان کی رات کو اہل زمین پر خصوصی توجہ فرماتے ہیں، دو شخصوں، کافر اور اپنے بھائی سے بغض و عداوت رکھنے والے کے علاوہ سب کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔''

(شُعَب الإيمان للبَيْهقي : ٣٨١/٣، ح : ٣٨٣٠، وسندهٗ حسنٌ)

عین ممکن ہے کہ مکحول رحمہ اللہ کے اس قول کو ضعیف اور کمزور راویوں نے ''مرفوع'' حدیث بنا دیا ہو۔

❁ الاوسط للطبرانی (١/ ١٣٠، ح: ٢٠٥) والی سند بھی ''ضعیف'' ہے، اس میں سلیمان بن احمد واسطی ''ضعیف'' ہے۔

② حدیثِ ابی ثعلبہ رضی اللہ عنہ

❁ سیدنا ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا كَانَ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، يَطَّلِعُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلٰى خَلْقِهٖ، فَيَغْفِرُ لِلْمُؤْمِنِينَ، وَيَتْرُكُ أَهْلَ الضَّغَائِنِ، وَأَهْلَ الْحِقْدِ بِحِقْدِهِمْ .

”جب پندرہویں شعبان کی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں اور مومنوں کو معاف فرما دیتے ہیں، جبکہ مسلمان بھائی سے دشمنی، حسد و کینہ، بغض و عداوت رکھنے والوں کو معاف نہیں فرماتے ہیں۔“

(السّنّة لابن أبي عاصم : ٥١١، المُعجم الكبير للطّبراني : ٢٢/٢٢٤)

سند ”ضعیف“ ہے۔

① احوص بن حکیم ”ضعیف الحفظ“ ہے۔(التقریب لابن حَجَر : ٢٩٠)

✿ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ. ”جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔“

(مَجمع الزّوائد : ٣/٤٢)

② مہاصر بن حبیب کی سیدنا ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں۔

✿ کتاب العرش لابن ابی شیبہ (٨٧) کی سند میں مکحول کا واسطہ ہے، لیکن اس میں بشر بن عمارہ ”ضعیف“ ہے۔

المعجم الکبیر للطبرانی (٢٢/ ٢٢٣، ح:٥٩٠) میں بشر بن عمارہ کی متابعت عبدالرحمٰن بن محمد محاربی نے کی ہے۔ مگر یہ مدلس ہے، اسے امام عقیلی رحمہ اللہ (الضعفاء :٢/ ٣٤٨) اور امام عجلی رحمہ اللہ (تہذیب التہذیب :٦/ ٢٦٤) وغیرہما نے ”مدلس“ قرار دیا ہے، نیز محمد بن آدم مصیصی کے حالات معلوم نہیں ہو سکے، لہٰذا یہ متابعت مفید نہیں ہے۔

③ حدیث عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما:

✿ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَطَّلِعُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلٰى خَلْقِهٖ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ

لِعِبَادِهِ إِلَّا لِاثْنَيْنِ؛ مُشَاحِنٍ، وَقَاتِلِ نَفْسٍ .

''اللہ تعالیٰ پندرہ شعبان کی رات کو اپنی مخلوق کی طرف خصوصی نگاہ فرماتے ہیں، مسلمان بھائی سے عداوت رکھنے والے اور قاتل کے علاوہ اپنے تمام بندوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔'' (مسند الإمام أحمد : ١٧٦/٢)

سند ''ضعیف'' ہے۔ ابن لہیعہ ''ضعیف'' اور ''مختلط'' ہے۔

❁ حافظ منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَوَاهُ أَحْمَدُ بِإِسْنَادٍ لَيِّنٍ .

''اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔''

(التّرغيب والتّرهيب : ٤٦٠/٣)

ابن لہیعہ کی متابعت رشدین بن سعد نے کی ہے۔ رشدین بن سعد ''ضعیف'' ہے۔

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ . ''جمہور نے ضعیف کہا ہے۔''

(مَجمع الزّوائد : ١٦٠/١، ٦٦/٥)

④ حدیث ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ:

❁ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَيَطَّلِعُ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِجَمِيعِ خَلْقِهِ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ .

''اللہ تعالیٰ پندرہ شعبان کی رات کو خصوصی توجہ فرماتے ہیں اور اپنی تمام مخلوق کو ماسوائے مشرک اور کینہ پرور کے معاف کر دیتے ہیں۔''

(سنن ابن ماجه : ١٣٩٠، السّنّة لابن أبي عاصم : ٥١٠)

سند ''ضعیف'' ہے،

① ابنِ لہیعہ ''ضعیف و مدلس و مختلط'' ہے۔

② زبیر بن سلیم ''مجہول'' ہے۔(تقریب التّهذيب لابن حجر : ١٩٩٦)

③ عبدالرحمٰن بن عزرب بھی ''مجہول'' ہے۔(التّقريب : ٣٩٥٠)

❁ سنن ابن ماجہ کی دوسری سند بھی ''ضعیف'' ہے۔

① ابنِ لہیعہ ''ضعیف و مدلس و مختلط'' ہے۔

② ولید بن مسلم ''تدلیس التسویہ'' کا مرتکب ہے۔

③ ضحاک بن ایمن ''مجہول'' ہے۔(التّقريب : ٢٩٦٥)

⑤ حدیثِ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ:

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا كَانَ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لِعِبَادِهٖ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ .

''جب شعبان کی پندرہویں رات ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ مشرک اور بغض وعداوت رکھنے والے کے علاوہ اپنے تمام بندوں کی بخشش فرماتا ہے۔''

(كشف الأستار عن زوائد البزّار : ٤٣٦/٢، ح : ٢٠٤٦، العِلَل المتناهية : ٧٠/٢)

سند ''ضعیف'' ہے۔ ہشام بن عبدالرحمٰن ''مجہول'' ہے۔

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَعْرِفْهُ . ''میں اس کو نہیں جان سکا۔''(مَجمع الزّوائد : ٦٥/٨)

⑥ حدیثِ ابی بکر رضی اللہ عنہ:

❀ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَنْزِلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَغْفِرُ لِكُلِّ نَفْسٍ؛ إِلَّا إِنْسَانٍ فِي قَلْبِهٖ شَحْنَاءُ، أَوْ مُشْرِكٍ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ .

''شعبان کی پندرہویں رات اللہ تبارک وتعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں، ہر جان کی بخشش فرماتے ہیں، سوائے اس انسان کے، جس کے دل میں بغض وعداوت ہو یا وہ اللہ عزوجل کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہو۔''

(السّنّة لابن أبي عاصم : ٥٠٩، كتاب التوحيد لابن خزيمة : ٢٠٠، كشف الأستار : ٢/٤٣٥، شُعب الإيمان للبيهقي : ٣٨٢٧، أخبار أصفهان لأبي نُعيم : ٢/٢)

سند ''ضعیف'' ہے۔

① عبدالملک بن عبدالملک جمہور کے نزدیک مجروح ہے۔

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ نَظَرٌ . ''یہ متروک ہے۔''

(التاريخ الكبير : ٥/٤٢٤)

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''متروک'' کہا ہے۔

(سؤالات البُرقاني : ٣٠٤)

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''منکر الحدیث جدا'' کہا ہے۔

(كتاب المَجروحين : ٢/١٣٦)

⑥ مصعب بن ابی ذئب کو امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''متروک'' کہا ہے۔

(سؤالات البُرقاني : ٥٠٨)

⑦ حدیثِ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ:

(كشف الأستار : ٤٣٦/٢، المجلس السّابع لأبي محمد الجوهري : الصّحيحة للألباني : ١٣٧/٣)

سند ''ضعیف'' ہے، عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی ''ضعیف'' اور ''مدلس'' ہے۔

✿ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ ضَعِيفٌ بِالْإِتِّفَاقِ .

''یہ بالاتفاق ضعیف ہے۔'' (خلاصة الأحكام : ٤٤٩/١)

اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ نے کتاب المجروحین (٥٠/٢) میں ذکر کیا ہے اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''مدلس'' قرار دیا ہے۔

⑧ حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا:

✿ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَغْفِرُ لِأَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ .

''اللہ تعالیٰ پندرہویں شعبان کی رات کو آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور کلب قبیلہ کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ انسانوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔''

(سنن التّرمذي : ٧٣٩، سنن ابن ماجه : ١٣٨٩، مسند الإمام أحمد : ٢٣٨/٦، شُعب الإيمان للبيهقي : ٣٨٢٤، مسند عبد بن حميد : ١٥٠٧، العِلَل المتناهية : ٦٦/٢)

سند ''ضعیف'' ہے۔

① امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے سنا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ یحییٰ بن ابی کثیر نے عروہ سے اور حجاج بن ارطاۃ نے یحییٰ بن ابی کثیر سے نہیں سنا۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : ٧٣٩)

② حجاج بن ارطاۃ ''ضعیف'' اور ''مدلس'' ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''حجاج بن ارطاۃ جمہور کے نزدیک حجت نہیں ہے۔''

(ميزان الاعتدال : ٢٩٦/٤)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اِتَّفَقُوا عَلٰی أَنَّہٗ مُدَلِّسٌ وَضَعَّفَہُ الْجُمْھُورُ، فَلَمْ یَحْتَجُّوا بِہٖ .

''یہ بالاتفاق مدلس ہے، اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے، انہوں نے اس سے حجت نہیں پکڑی۔'' (تهذيب الأسماء واللّغات : ١٥٢/١)

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

ضَعَّفَہُ الْجُمْھُورُ . ''جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(طرح التّثريب : ٤٢/٣)

❁ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

إِنَّ الْأَکْثَرَ عَلٰی تَضْعِیفِہٖ، وَالْاِتِّفَاقُ عَلٰی أَنَّہٗ مُدَلِّسٌ .

''اکثر محدثین اسے ضعیف کہتے ہیں، اس کے مدلس ہونے پر اجماع ہے۔''

(التّلخيص الحبير : ٢/٢٢٦)

اس حدیث کے تین شواہد ہیں۔

①

(العِلَل المتناهية لابن الجوزي : ٢/٦٧، ٦٨، ح : ٩١٧)

اس میں سلیمان بن ابی کریمہ ضعیف ہے، یہ منکر روایات بیان کرتا تھا۔

②

(العِلَل المتناهية لابن الجوزي : ٢/٦٨ـ٦٩، ح : ٩١٨)

یہ سند بھی "ضعیف" ہے، سعید بن عبد الکریم الواسطی کی توثیق مطلوب ہے۔

③

(العِلَل المتناهية لابن الجوزي : ٢/٦٩، ح : ٩١٩)

سند عطاء بن عجلان "کذاب ومتروک" کی وجہ سے ضعیف ہے۔

یہ وہ آٹھ روایات ہیں جن کی بنا پر علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو "صحیح" کہا ہے، ان کا ضعف واضح ہے، لہٰذا ان کی بنا پر اس حدیث کو "صحیح" کہنا درست نہیں۔

الحاصل:

یہ حدیث جمیع سندوں سے "ضعیف" ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۱۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: عدت میں نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: عدت میں نکاح جائز نہیں، عدت میں کیا گیا نکاح باطل ہے، خواہ وہ عدت طلاق کی ہو یا وفات شوہر کی، بہر صورت نکاح ممنوع ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهٗ﴾(البقرۃ : ۲۳۵)

''جب تک عدت مکمل نہ ہو جائے، عقد نکاح کو پختہ مت کرو۔''

❁ علامہ الکیا الہراسی رحمہ اللہ (۵۰۴ھ) فرماتے ہیں:

دَلِيلٌ عَلٰى تَحْرِيمِ نِكَاحِ الْمُعْتَدَّةِ .

''یہ آیت دلیل ہے کہ عدت والی عورت سے نکاح حرام ہے۔''

(أحكام القرآن : 198/1)

عدت والی عورت سے منگنی بھی جائز نہیں، البتہ باتوں باتوں میں اشارے سے اپنی دلچسپی ظاہر کی جا سکتی ہے۔

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ﴾(البقرۃ : ۲۳۵)

”اگر تم (عدت والی) عورتوں کو نکاح کا اشارہ کرو، تو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں۔“

یہ آیت بھی دلیل ہے کہ عدت والی عورت سے نکاح جائز نہیں، کیونکہ اگر نکاح ہی جائز ہوتا، تو اپنی دلچسپی ظاہر کرنے کی اجازت دینے کی ضرورت نہ تھی۔

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵٦ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا أَنَّ كُلَّ نِكَاحٍ عَقَدَتْهُ امْرَأَةٌ وَهِيَ فِي عِدَّتِهَا الْوَاجِبَةِ عَلَيْهَا ...... فَهُوَ مَفْسُوخٌ أَبَدًا .

”اہل علم کا اتفاق ہے کہ ہر وہ نکاح، جو عورت واجب عدت میں کرتی ہے، وہ نکاح یقینی طور پر فسخ ہے۔“

(مَراتب الإجماع، ص 78)

❁ علامہ کاسانی حنفی رحمہ اللہ (۵۸۷ھ) فرماتے ہیں:

اَلْخُلُوُّ عَنِ الْعِدَّةِ، وَإِنَّمَا عُرِفَ شَرْطًا فِي نِكَاحِ الْمُسْلِمِينَ بِالْإِجْمَاعِ .

”(عورت کا) عدت سے خالی ہونا مسلمانوں کے نکاح میں بالاجماع شرط ہے۔“

(بدائع الصّنائع : 311/2)

❁ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

جُمْلَةُ الْأَمْرِ أَنَّ الْمُعْتَدَّةَ لَا يَجُوزُ لَهَا أَنْ تَنْكِحَ فِي عِدَّتِهَا إِجْمَاعًا، أَيَّ عِدَّةٍ كَانَتْ .

”خلاصہ بحث یہ ہے عورت کے لیے عدت میں نکاح کرنا بالاجماع جائز نہیں، خواہ عدت کوئی بھی ہو۔“

(المُغني : 124/8)

❁ علامہ ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) فرماتے ہیں:

حَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَقْدَ النِّكَاحِ فِي الْعِدَّةِ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰی : ﴿وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهٗ﴾ وَهٰذَا مِنَ الْمُحْكَمِ الْمُجْمَعِ عَلٰى تَأْوِيلِهٖ، أَنَّ بُلُوغَ أَجَلِهِ انْقِضَاءُ الْعِدَّةِ .

”اللہ تعالیٰ نے عدت میں نکاح حرام قرار دیا ہے، فرمان الٰہی ہے: ﴿وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهٗ﴾ ”جب تک عدت مکمل نہ ہو جائے، عقد نکاح کو پختہ مت کرو۔“ آیت کی محکم اور متفق علیہ تفسیر یہی ہے کہ ”بلوغ اجلہ“ سے مراد عدت کا ختم ہونا ہے۔“

(تفسير القرطبي : 193/3)

❁ نیز فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ أَنَّ مَنْ عَقَدَ عَلَى امْرَأَةٍ نِكَاحَهَا وَهِيَ فِي عِدَّةٍ مِنْ غَيْرِهٖ أَنَّ النِّكَاحَ فَاسِدٌ .

”فقہا کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جس شخص نے کسی ایسی عورت سے نکاح کیا، جو کسی دوسرے شخص کی عدت میں ہے، تو اس کا نکاح فاسد ہے۔“

(تفسير القرطبي : 195/3)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

اتَّفَقَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى أَنَّ مَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ مِنْ نِكَاحِ الْمَحَارِمِ وَمِنَ النِّكَاحِ فِي الْعِدَّةِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ يَقَعُ بَاطِلًا غَيْرَ لَازِمٍ .

”مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محرم رشتہ داروں سے نکاح اور عدت میں نکاح وغیرہ کو جو حرام قرار دیا ہے، (اگر وہ نکاح کیے جائیں، تو) وہ باطل قرار پائیں گے، لازم نہیں ہوں گے۔“

(مَجموع الفتاویٰ : 18/33)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

لَوْ وَقَعَ الْعَقْدُ فِي الْعِدَّةِ وَدَخَلَ فَاتَّفَقُوا عَلٰى أَنَّهٗ يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا .

”اگر عدت میں نکاح کیا گیا اور ازدواج بھی قائم کرلیا گیا، تو اہل علم کا اتفاق ہے کہ ان کے درمیان جدائی واقع کرادی جائے گی۔“

(فتح الباري : 180/9)

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ (۸۶۱ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ نِكَاحَ الْمُعْتَدَّةِ مُجْمَعٌ عَلٰى بُطْلَانِهٖ عِنْدَنَا .

”ہمارے نزدیک عدت والی عورت کا نکاح بالاجماع باطل ہے۔“

(فتح القدير : 414/3)

❁ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ حُرْمَةَ نِكَاحِ الْمُعْتَدَّةِ مُجْمَعٌ عَلَيْهَا .

”عدت میں نکاح کے حرام ہونے پر اجماع ہے۔“

(البحر الرّائق : 222/3)

سوال: کیا فقیر کے لیے بھی نکاح مشروع ہے؟

جواب: جس کے پاس مال و دولت نہ ہو، فقیر ہو، وہ بھی نکاح کرے، اللہ تعالیٰ

اسے نکاح کی برکت سے فضل ورحمت سے نواز دے گا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنْ يَّكُونُوا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾(النّور : ٣٢)

”اگر وہ فقیر ومحتاج ہیں، تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔“

❁ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذِهِ الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلٰى تَزْوِيجِ الْفَقِيرِ، وَلَا يَقُولَنَّ كَيْفَ أَتَزَوَّجُ وَلَيْسَ لِي مَالٌ؟ فَإِنَّ رِزْقَهٗ وَرِزْقَ عِيَالِهٖ عَلَى اللّٰهِ .

”یہ آیت دلیل ہے کہ فقیر کی بھی شادی کی جا سکتی ہے، نیز اسے یہ نہیں کہنا چاہیے کہ ”میں کیسے شادی کروں، میرے پاس تو مال ہی نہیں؟“ کیونکہ اس کا اور اس کے گھر والوں کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔“

(أحكام القرآن : 395/3)

❁ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ، فَقَالَتْ : إِنَّهَا قَدْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : مَا لِي فِي النِّسَاءِ مِنْ حَاجَةٍ، فَقَالَ رَجُلٌ : زَوِّجْنِيهَا، قَالَ : أَعْطِهَا ثَوْبًا، قَالَ : لَا أَجِدُ، قَالَ : أَعْطِهَا؛ وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيدٍ، فَاعْتَلَّ لَهٗ، فَقَالَ : مَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ؟، قَالَ : كَذَا وَكَذَا، قَالَ : فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ .

’’نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ اس نے اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہبہ کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے (مزید) عورتوں میں رغبت نہیں۔ ایک صحابی نے عرض کیا: اس عورت سے میری شادی کر دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے (حق مہر میں) کوئی کپڑا ادے دیجیے۔ اس نے عرض کیا: میرے پاس کپڑا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے کوئی چیز ضرور دیجیے، خواہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔ اس نے پھر معذرت کر لی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: آپ کو قرآن کتنا یاد ہے؟ اس نے عرض کیا: فلاں فلاں سورت۔ فرمایا: میں نے آپ کے ساتھ اس عورت کی شادی اس قرآن کے عوض کر دی ہے، جو آپ کو یاد ہے۔‘‘

(صحيح البخاري : 5029؛ صحيح مسلم : 1425)

رسول اللہ ﷺ نے فقیر آدمی سے عورت کی شادی کرائی، یہ دلیل ہے کہ شادی اور نکاح کے لیے معاش کو بہانہ نہیں بنانا چاہیے، کئی لوگوں اپنی اولادوں کی شادی صرف اس لیے لیٹ کرتے ہیں کہ پہلے یہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں۔ یہ نفس کا دھوکہ ہے۔

جو شادی شرعی تقاضوں کے مطابق کی جائے، اس میں کبھی غربت آڑے نہیں آتی، بلکہ کئی غریب لوگ شادی کے بعد امیر اور خوشحال ہوئے ہیں۔

البتہ جس نے شادی پر غیر شرعی رسومات کرنی ہوں اور ناجائز اُمور پر بے دریغ مال بہانا ہو، انہیں یہ فکر رہتی ہے کہ اگر میں نے پیسے کمائے بغیر شادی کر لی، تو میرا کیا ہوگا؟

سوال: کیا اللہ تعالیٰ نے کسی عورت کو مبعوث کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی پیغمبر اور پیغام رساں بھیجے سب مرد تھے، کسی عورت کو

نبی یا رسول مبعوث نہیں کیا، نہ کسی عورت کو دعوت عامہ کے لیے بھیجا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوْحِي إِلَيْهِمْ فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾(الأنبياء : ٧)

”(اے نبی!) آپ سے قبل جتنے انبیا ہم نے بھیجے اوران کی طرف وحی کی، سبھی مرد تھے۔ اگر آپ کو نہیں معلوم تو اہل ذکر سے پوچھ لیجئے۔“

❁ علامہ بیضاوی رحمہ اللہ (٦٨٥ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهٗ تَعَالٰى لَمْ يُرْسِلِ امْرَأَةً وَّلَا مَلَكًا لِلدَّعْوَةِ الْعَامَّةِ .

”اس آیت میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی عورت یا فرشتے کو دعوتِ عامہ کے لیے نہیں بھیجا۔“

(تفسير البيضاوي : 227/3)

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾(النّحل : ٤٣)

”(اے نبی!) آپ سے قبل جتنے انبیاء ہم نے بھیجے اوران کی طرف وحی کی، سبھی مرد تھے۔ اگر آپ کو نہیں معلوم تو اہل ذکر سے پوچھ لیجئے۔“

❁ نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَ هُمُ الْهُدٰى إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُولًا ❁ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَّسُولًا﴾

(بني إسرائيل : ٩٤_٩٥)

”جب لوگوں کے پاس ہدایت آ چکی، تو انہیں اس پر ایمان لانے سے اس خیال نے روک دیا کہ کیا اللہ نے ایک بشر کو رسول بنا بھیجا ہے؟ تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ زمین پر اگر فرشتے ہوتے جو یہاں مطمئن ہو کر چلتے پھرتے تو ہم ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ ہی رسول بنا کر نازل کرتے۔“

معلوم ہوا کہ تمام انبیا اور رسل مرد اور بشر تھے، کوئی عورت، جن یا فرشتہ نبی یا رسول بنا کر مبعوث نہیں کیا گیا، نہ ان کے ذمہ دعوت عامہ کا کام لگایا گیا۔

سوال: نظر بد کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جواب: نظر برحق ہے، اس کی حقیقت ہے، اللہ کے حکم سے اس میں تاثیر ہے۔ نظر لگنے سے نقصان ہو سکتا ہے۔ اس پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔ کتاب وسنت کے دلائل اس پر واضح ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ يَّكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهٗ لَمَجْنُونٌ﴾(القلم : ٥١)

”کافر لوگ جب ذکر سنتے ہیں، تو قریب ہے کہ وہ آپ کو اپنی نظروں سے (گھور گھور کر) پھسلا دیں، کہتے ہیں کہ یہ دیوانہ ہو چکا ہے۔“

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذِهِ الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْعَيْنَ إِصَابَتُهَا وَتَأْثِيرُهَا حَقٌّ، بِأَمْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، كَمَا وَرَدَتْ بِذٰلِكَ الْأَحَادِيثُ الْمَرْوِيَّةُ مِنْ طُرُقٍ مُتَعَدِّدَةٍ كَثِيرَةٍ.

''یہ آیت دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نظر کا نقصان دہ اور مؤثر ہونا برحق ہے۔ اس بارے میں متعدد طرق سے کئی احادیث وارد ہوئی ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر : 201/8)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْعَيْنُ حَقٌّ.

''نظر برحق ہے۔''

(صحیح البخاري : 5740، صحیح مسلم : 2187)

❀ علامہ ابو عبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا قَوْلُ عُلَمَاءِ الْأُمَّةِ، وَمَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَقَدْ أَنْكَرَتْهُ طَوَائِفُ مِنَ الْمُبْتَدِعَةِ، وَهُمْ مَحْجُوجُونَ بِالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ عُلَمَاءِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، وَبِمَا يُشَاهَدُ مِنْ ذٰلِكَ فِي الْوُجُودِ.

''(نظر برحق ہے) یہ علمائے اُمت کا عقیدہ ہے اور اہل سنت کا مذہب ہے، اہل بدعت کے کئی گروہوں نے نظر کا انکار کیا ہے، ان کا رد حدیث اور علمائے اُمت کے اجماع سے ہوتا ہے، نیز نظر کے وجود پر مشاہدہ بھی ہے۔''

(تفسیر القرطبي : 226/9)

سوال: کیا بھولنا باعث عیب ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص حصول علم میں پوری کوشش کرتا ہے، کوئی ایسا کام یا گناہ نہیں کرتا، جو اسے علم شریعت سے مشغول کر دے، تو وہ علم کے حقوق ادا کر رہا ہے، اس کے بعد اگر اسے کوئی علمی بات بھول جائے، تو یہ ایک عارضہ ہے، جو اس شخص کے لیے باعث عیب یا باعث عار نہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

سَمِعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقْرَأُ فِي سُورَةٍ بِاللَّيْلِ، فَقَالَ: يَرْحَمُهُ اللّٰهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا، آيَةً كُنْتُ أُنْسِيتُهَا مِنْ سُورَةِ كَذَا وَكَذَا.

”ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد میں تلاوت کر رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس پر رحم کرے، اس نے مجھے فلاں آیت یاد دلا دی، جو مجھے بھلا دی گئی تھی۔“

(صحيح البخاري: 5038، 5042، صحيح مسلم: 788)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَعَاهَدُوا هٰذِهِ الْمَصَاحِفَ ـوَرُبَّمَا قَالَ: الْقُرْآنَ، فَلَهُوَ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِّنْ صُدُورِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ مِنْ عُقُلِهٖ، قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ نَسِيتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ، بَلْ هُوَ نُسِّيَ.

”قرآن یاد کریں، قرآن دلوں سے اتنی تیزی سے نکل جاتا ہے، جیسے اونٹ جس کی رسی کھل جائے، بھاگ جاتا ہے، کوئی یوں نہ کہے کہ میں فلاں آیت بھول گیا، بلکہ یوں کہے کہ فلاں آیت مجھے بھلا دی گئی۔“

(صحيح البخاري : 5032، صحيح مسلم : 790، واللّفظ لهٗ)

✿ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ، وَالَّذِي قَبْلَهٗ، دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ حُصُولَ النِّسْيَانِ لِلشَّخْصِ لَيْسَ بِنَقْصٍ لَهٗ إِذَا كَانَ بَعْدَ الْاجْتِهَادِ وَالْحِرْصِ .

”یہ اور اس سے پچھلی حدیث دلیل ہیں کہ ایک شخص کوشش اور شوق کے بعد اگر کوئی شے بھول جائے، تو یہ اس کے لیے باعث نقص وعیب نہیں۔“

(مقدمة تفسير ابن كثير :75/1)

البتہ اگر کوئی حصول علم میں سستی کرتا ہے، اسے یاد کرنے یا حاصل کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتا یا طلب دنیا میں مشغول ہو چکا ہے یا مہلک گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے، تو اگر وہ کوئی علمی بات بھول جائے، تو یہ اس کے لیے باعث عیب اور باعث عار ہے، اللہ ایسے فتنے سے محفوظ فرمائے، آمین!

سوال: کیا حد زنا میں چار گواہ ضروری ہیں؟

جواب: زنا کی حد (رجم یا سو کوڑے) اس صورت میں واجب ہوگی، جب زنا ثابت ہو جائے، زنا کا ثبوت کئی طرح سے ہو سکتا ہے: ① زانی خود اعتراف کر لے۔ ② چار عادل لوگ گواہی دے دیں کہ ہم نے خود انہیں زنا کرتے دیکھا ہے۔ ③ کوئی ایسا ثبوت مل جائے کہ جو چار گواہوں کے قائم مقام ہو، مثلاً زانی کی حقیقی وڈیو ریکارڈ ہو جائے، وڈیو

کے جعلی نہ ہونے کی صورت میں یہ چار گواہوں کے قائم مقام ہوگی۔

اگر کسی صورت میں چار سے کم گواہ ہوں، تو حدِ زنا ثابت نہ ہوگی، کیونکہ حد زنا میں چار سے کم گواہ قبول نہیں۔

اگر کوئی شخص تین گواہ لائے، چوتھا نہ مل سکے، تو بھی اسے حد قذف لگے گی اور آئندہ اس کی کسی معاملہ میں گواہی معتبر نہ ہوگی۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ (النّور : ٤)

''جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، پھر چار گواہ بھی نہیں لے کر آتے، تو انہیں اَسی کوڑے (حد قذف میں) لگاؤ اور آئندہ ان کی گواہی بھی قبول نہ کرو، یہ فاسق لوگ ہیں۔''

❀ علامہ الکیا الہراسی رحمہ اللہ (۵۰۴ھ) فرماتے ہیں:

دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْأَرْبَعَ حَدٌّ فِي هٰذَا الْبَابِ، لَا يَجُوزُ أَنْ يَنْقَضِيَ مِنْهُ شَيْءٌ، وَدَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْقَاذِفَ مُكَذَّبٌ شَرْعًا، إِذَا لَمْ يَأْتِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ.

''یہ آیت دلیل ہے کہ اس (زنا) کے باب میں (کم سے کم) چار (گواہ) ہونا حد ہے، اس سے کم گواہ ہونا جائز نہیں، نیز یہ دلیل ہے کہ تہمت زنا لگانے والا

اگر چار گواہ نہ لا سکے، تو وہ شرعی طور پر جھوٹا قرار پائے گا۔“

(أحکام القرآن : 308/4)

سوال: خبر واحد کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جواب: خبر واحد ایک ایسی حقیقت ہے، جس سے انکار تو ممکن ہے، اس سے مفر مگر ممکن نہیں، جو لوگ اور جو فرق خبر واحد کی حجیت کا انکار کرتے ہیں، ان میں سے اکثر خبر واحد سے دلیل اور استنباط لیتے پائے گئے ہیں، حتی انہوں نے اپنے اعمال وعقائد کی بنیاد بھی خبر واحد پر رکھ چھوڑی ہیں، خبر واحد کیا انہوں نے کئی دفعہ اخبار ضعیفہ وموضوعہ کو بھی اپنے لئے حجت بنایا ہے، اس کی تفصیل کسی دوسرے وقت پہ اٹھاتے ہیں۔

بعض لوگ مطلق خبر واحد کو ٹھکراتے ہیں، بعض کے یہاں خبر واحد میں تفصیل پائی گئی ہے، کہ عام احوال میں حجت ہے عقائد وغیرہ میں حجت نہیں، اجماع کے مخالف ہو تو حجت نہیں یا اس قسم کی دیگر شرائط، اہل سنت خبر واحد کو مطلق طور پر حجت مانتے ہیں، جب کہ وہ صحیح سند سے ثابت ہو جائے۔

ہمارا ماننا ہے کہ خبر واحد کی وہ صورت جو علم حدیث اور علل کی چھننی سے صحیح سلامت گزر آتی ہے اور امت کے محدثین اس کو صحیح قرار دیتے ہیں، اس کے بعد خبر واحد نہ تو عقل کے خلاف رہ جاتی، نہ اجماع کے مخالف ہوتی اور نہ قطعی الثبوت معاملات کی مخالفت کرتی، اگر کسی کو لگے کہ یہ خبر ان میں سے کسی چیز کی مخالفت کر رہی ہے، تو اس کو مزید غور وفکر کرنا چاہیے، تا آنکہ اس پر حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا

بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ﴾

(البقرة : 159)

”بلاشبہ جولوگ ہماری نازل کردہ نشانیوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں، بعد اس کے کہ ہم نے اسے کتاب میں لوگوں کے لیے واضح کر دیا ہے، ان لوگوں پر اللہ کی بھی لعنت ہے اور تمام لعنت کرنے والوں کی بھی لعنت ہے۔“

❁ علامہ الکیا الہراسی رحمہ اللہ (۵۰۴ھ) اور علامہ ابو عبد اللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى وُجُوبِ الْعَمَلِ بِقَوْلِ الْوَاحِدِ، لِأَنَّهُ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْبَيَانُ إِلَّا وَقَدْ وَجَبَ قَبُولُ قَوْلِهِ.

”اس آیت میں دلیل ہے کہ ایک (راوی) کی روایت پر عمل کرنا واجب ہے، کیونکہ راوی پر (دین کو) بیان کرنا واجب ہی اس لیے ہے، کیونکہ اس کی بات کو قبول کرنا واجب ہے۔“

(أحكام القرآن : 25/1، تفسير القُرطبي : 185/3)

❁ علامہ ابوالعباس احمد بن ابی احمد ابن القاص رحمہ اللہ (۳۳۵ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ أَنْكَرَ خَبْرَ الْآحَادِ أَنْكَرَ الشَّرِيعَةَ.

”اخبار احاد کا انکار کرنے والے لوگ، درحقیقت شریعت کا انکار کر رہے ہوتے ہیں۔“

(الفقيه والمتّفقة للخطيب : 37/2، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا وقوف عرفہ حج کا بنیادی رکن ہے؟

جواب: وقوف عرفہ مناسک حج میں سے ہے، یہ حج کا بنیادی رکن ہے، اس کے بغیر

حج نہیں، اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ الْوُقُوفَ بِعَرَفَةَ فَرْضٌ، وَلَا حَجَّ لِمَنْ فَاتَهُ الْوُقُوفُ بِهَا .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ وقوف عرفہ فرض ہے، نیز جس سے وقوف عرفہ رہ گیا، اس کا حج نہیں۔''

(الإجماع، ص 57)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ أَنَّ الْوُقُوفَ بِعَرَفَةَ وَطَوَافَ الزِّيَارَةِ مِنْ جُمْلَةِ الْأَرْكَانِ .

''امت کا اجماع ہے کہ وقوف عرفہ اور طواف زیارت (افاضہ) حج کے ارکان میں سے ہیں۔''

(البِناية : 236/4)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّآلِّينَ﴾(البقرة : ۱۹۸)

''جب تم عرفات سے واپس آؤ، تو مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو اور اس کا ذکر اس طرح کرو، جس طرح اس نے تمہیں ہدایت دی گئی ہے، بلاشبہ تم اس سے پہلے راہِ راست سے ہٹے ہوئے تھے۔''

❁ علامہ الکیا الہراسی رحمہ اللہ (۵۰۴ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْوُقُوفَ بِعَرَفَةَ مِنْ مَنَاسِكِ الْحَجِ .

''یہ آیت دلیل ہے کہ وقوف عرفہ مناسک حج میں سے ہے۔''

(أحكام القرآن : 115/1)

❁ سیدنا عروہ بن مضرس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ بِالْمُزْدَلِفَةِ فَقُلْتُ : أَتَيْتُكَ مِنْ جَبَلَيْ طَيِّءٍ وَقَدْ أَكْلَلْتُ رَاحِلَتِي وَلَمْ أَدَعْ جَبْلًا إِلَّا وَقَفْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ : مَنْ شَهِدَ بِالصَّلَاةِ مَعَنَا وَوَقَفَ بِعَرَفَةَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ فَقَدْ قَضٰى تَفَثَهٗ وَتَمَّ حَجُّهٗ .

''میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ میں تھے، عرض کیا: میں آپ کے پاس طے کے پہاڑوں سے آیا ہوں، میں نے اپنی سواری کو تھکا دیا ہے اور ہر پہاڑ پر وقوف کیا ہے (کیا میرا حج ہو گیا ہے) فرمایا: جس نے ہمارے ساتھ (مغرب اور عشاء کی) نماز ادا کی اور رات یا دن کو عرفہ میں قیام کر لیا، اس نے اپنی میل کچیل دور کر لی اور حج مکمل ہو گیا۔''

(مسند الإمام أحمد : 15/4، سنن أبي داوٗد : 1950، سنن النّسائي : 3042، سنن التّرمذي : 891، سنن ابن ماجه : 3016، المُنتقٰى لابن الجارود : 467، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۸۲۰) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۸۵۰،۳۸۵۱) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلٰى شَرْطِ كَافَّةِ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ وَ هِيَ قَاعِدَةٌ مِّنْ قَوَاعِدِ الْإِسْلَامِ .

''یہ حدیث تمام ائمہ حدیث کے شرط پر صحیح ہے۔ یہ حدیث اسلام کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے۔''

(المُستدرك على الصّحيحين :463/1)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ سیدنا عبدالرحمٰن بن یعمر دیلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا:

الْحَجُّ عَرَفَاتٌ، ثَلَاثًا، فَمَنْ أَدْرَكَ عَرَفَةَ قَبْلَ أَنْ يَطْلُعَ الْفَجْرُ فَقَدْ أَدْرَكَ .

''وقوفِ عرفات ہی حج ہے، جس نے طلوع فجر سے پہلے پہلے وقوف عرفات پا لیا، اس نے حج پا لیا۔''

(مسند الإمام أحمد : 309/4، سنن أبي داوٗد : 1949، سنن النّسائي : 3019، سنن التّرمذي : 889، سنن ابن ماجه : 3015، المُنتقٰى لابن الجارود : 468، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۸۲۲) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۲/ ۲۷۸، ۴۶۳، ۴۶۴) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ اور امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے سماع کی تصریح کی ہے، نیز ان کی متابعت بھی ہوئی ہے۔

سوال: اگر کسی مقدمہ میں والدین کے خلاف گواہی دینا ضروری ہو جائے، تو کیا

حکم ہے؟

(جواب): مقدمہ اور فیصلہ میں گواہی انتہائی اہم رکن ہے۔ گواہی سچی اور مضبوط ہونی چاہیے۔ اگر کسی تنازع میں گواہ بیٹا اور ملزم باپ ہو، تو بھی بیٹے کو حق بات کی گواہی دینی چاہیے، اگرچہ گواہی والدین کے خلاف جارہی ہو۔ والدین کے خلاف سچی گواہی دینا ان سے حسن سلوک کے منافی نہیں، کیونکہ ایک تو سچی گواہی دینا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، یوں اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنا والدین کے حقوق ادا کرنے پر مقدم ہے، کیونکہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

دوسرا یہ کہ والدین کے خلاف سچی گواہی دینا بھی ان سے حسن سلوک ہے، کیونکہ اس طرح جرم پر سزا ملنے سے والدین اس جرم سے بری ہو جائیں گے اور آخرت کی کڑی سزا سے بچ جائیں گے۔

بہرکیف حق بات کی گواہی دینا قرآنی حکم ہے، خواہ وہ گواہی اپنے ہی خلاف ہو یا والدین یا قریبی رشتہ یا دوستوں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ﴾ (النّسآء : ١٣٥)

”ایمان والو! انصاف قائم کرنے والے اور اللہ کے لیے گواہ بن جاؤ، خواہ وہ گواہی تمہارے اپنے خلاف ہو یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف ہو۔“

❀ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

ذٰلِكَ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ شَهَادَةَ الِابْنِ عَلَى الْأَبَوَيْنِ لَا يَمْنَعُ ذٰلِكَ

بِرَّهُمَا، بَلْ مِنْ بِرِّهِمَا أَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْهِمَا بِالْحَقِّ، وَيُخْلِصَهُمَا مِنَ الْبَاطِلِ، وَهُوَ مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿قُوآ أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾(التّحريم:٦) فِي بَعْضِ مَعَانِيهِ.

''یہ آیت دلیل ہے کہ بیٹے کا اپنے والدین کے خلاف گواہی دینا ان سے حسن سلوک کے منافی نہیں ہے، بلکہ ان سے حسن سلوک کا تقاضا ہے کہ ان کے خلاف حق کے ساتھ گواہی دے اور انہیں باطل سے خلاصی دے، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:﴿قُوآ أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾(التّحريم:٦) ''خود کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم سے بچالو۔'' اس معنی کی اور بھی آیات ہیں۔''

(أحكام القرآن: 637/1)

❀ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَّإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ، فَأَقْضِي عَلٰى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا، فَلَا يَأْخُذْهُ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ.

''میں ایک بشر ہوں، آپ میرے پاس مقدمات لاتے ہیں، ممکن ہے کوئی اپنے دعوی کے دلائل کو بہتر انداز میں سمجھانے کی صلاحیت رکھتا ہو اور میں دلائل کی سماعت کی بنیاد پر اس کے حق میں فیصلہ دے دوں، وہ اگر فیصلہ لینے میں حق بجانب نہ ہوا اور اس کے بھائی کے حق کا ایک بھی ٹکڑا اس کے فیصلے میں

آ گیا، تو وہ اس کے لئے آگ کا ٹکڑا ہو گا۔“

(صحيح البخاري : 7169، صحيح مسلم : 1713)

اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ بیٹے کا اپنے والدین سے حسن سلوک کا تقاضا ہے کہ ان کے خلاف گواہی دے کر انہیں آخرت کی عقوبت سے آزاد کرائے، کیونکہ دنیا میں ناحق یا ظلم آخرت میں جہنم کا ایک ٹکڑا ہے، لہٰذا بیٹے کو چاہیے کہ اپنے والدین کو ایسے ظلم اور ناحق کام کا ارتکاب نہ کرنے دے اور دنیا میں ہی اس کا صحیح فیصلہ کرا دے۔

نیز بیٹے کو چاہیے کہ والدین کے حق میں جھوٹی گواہی بھی نہ دے، کیونکہ جھوٹی گواہی بہت بڑا جرم ہے۔ یہ ظلم و جور پر تعاون ہے، جو کہ شرعی تقاضوں کے سراسر خلاف ہے۔

❁ سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟ ثَلَاثًا، الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ أَوْ قَوْلُ الزُّورِ، وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا، فَجَلَسَ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا : لَيْتَهٗ سَكَتَ.

”کیا میں آپ کو تین سب سے بڑے گناہوں کی خبر نہ دوں؟ یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمائی؛ (پھر فرمایا:) کسی کو اللہ کا شریک سمجھنا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا، نبی کریم اس وقت ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، پھر اسی بات کو اتنی بار دہرایا کہ ہم نے آرزو کی کہ کاش! آپ ﷺ خاموشی فرما لیں۔“

(صحيح البخاري : 2654، صحيح مسلم : 87)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۱۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا دین اسلام پر طعن کرنا باعث کفر ہے؟

جواب: دین اسلام پر یا دین کے کسی ثابت شدہ مسئلہ پر طعن کرنا باعث کفر وارتداد ہے، جاننے کے باوجود ایسا شخص اگر توبہ نہ کرے، تو مرتد اور زندیق ہے، جس کی شرعی سزا قتل ہے۔ اسلامی ریاست اس پر حد شرعی قائم کرنے کی پابند ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ﴾(التّوبة : ۱۲)

”عہد و پیمان کے بعد اگر وہ اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن کریں، تو تم کفر کے سرخنوں سے قتال کرو، کیونکہ اب ان کی قسموں کی کوئی حیثیت نہیں، شاید یہ باز آ جائیں۔“

❀ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الطَّاعِنَ فِي الدِّينِ كَافِرٌ، وَهُوَ الَّذِي يَنْسِبُ إِلَيْهِ مَا لَا يَلِيقُ بِهٖ، أَوْ يَعْتَرِضُ بِالْاِسْتِخْفَافِ عَلٰى مَا هُوَ مِنَ الدِّينِ؛ لِمَا ثَبَتَ مِنَ الدَّلِيلِ الْقَطْعِيِّ عَلٰى صِحَّةِ أُصُولِهٖ وَاسْتِقَامَةِ فُرُوعِهٖ.

”یہ آیت دلیل ہے کہ دین میں طعن کرنا کفر ہے۔طعن یہ ہے کہ دین کی طرف کوئی نامناسب بات منسوب کرنا یا دین کے کسی (ثابت) مسئلہ کا استخفاف کرنا، کیونکہ دین کے بنیادی مسائل کی صحت اور فروعی احکام کی درستی دلیل قطعی سے ثابت ہے۔“

(أحکام القرآن: 460/2)

سوال: ایک عورت کافر کی منکوحہ تھی، بعد میں مسلمان ہو گئی اور ہجرت کر کے مسلم ریاست میں آ بسی، جبکہ اس کا کافر شوہر اسے واپس لانا چاہتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: کوئی مسلمان عورت کافر کے نکاح میں نہیں رہ سکتی، خواہ وہ پہلے یہودی تھی یا عیسائی یا کوئی اور کافر۔ جب وہ مسلمان ہو گئی، تو وہ کافر شوہر کو اسلام کی دعوت دے، اگر وہ دعوت قبول کر لے، تو نکاح قائم ہے، اگر اسلام قبول کرنے سے انکار کر دے، تو مسلمان عورت کا نکاح ختم ہو جاتا ہے۔اب وہ عدت گزار کر آگے نکاح کر سکتی ہے۔

البتہ مذکورہ صورت میں اگر اس کا کافر شوہر بھی مسلمان ہو جائے، تو وہ بدستور اس کی بیوی رہے گی۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ، اللّٰهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَآتُوهُمْ مَّآ أَنْفَقُوا﴾ (المُمتحنة: ١٠)

”اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مؤمن عورتیں ہجرت کر کے آئیں، تو

انہیں آزماؤ، اللہ ان کے ایمان کو بہتر جانتا ہے۔ اگر تم انہیں مؤمن پاؤ، تو انہیں کفار کے پاس واپس مت بھیجو، نہ یہ عورتیں ان کفار کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ کفار ان (مؤمن) عورتوں کے لیے حلال ہیں، البتہ انہیں وہ خرچ ادا کر دو، جو انہوں نے (ان عورتوں پر) کیا ہے۔''

علامہ الکیا الہراسی رحمہ اللہ (۵۰۴ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى ارْتِفَاعِ النِّكَاحِ، فَإِنَّهُ تَعَالٰى مَنَعَ رَدَّهَا إِلٰى زَوْجِهَا، وَأَوْجَبَ عَلَيْهَا رَدَّ مَا أَنْفَقَ عَلَيْهَا .

''یہ آیت دلیل ہے کہ (اسلام قبول کرنے والی ان عورتوں کا کافر شوہروں سے) نکاح ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کو ان کے خاوندوں کی طرف لوٹانے سے منع فرمایا ہے اور جو ان خاوندوں نے اپنی بیویوں کو (حق مہر) دیا ہے، وہ انہیں واپس کرنے کا حکم دیا ہے۔''

(أحكام القرآن : 4/410)

سوال: کیا فوت شدہ کفار کے لیے دعائے رحمت کی جاسکتی ہے؟

جواب: جس کا کفر اور شرک پر فوت ہونا معلوم ہو، اس کے حق میں دعائے رحمت یا دعائے مغفرت کرنا جائز نہیں، خواہ نماز جنازہ میں ہو یا عام دعا میں۔ یہ قرآنی حکم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ﴾ (التّوبة : ٨٤)

''(کفار و مشرکین میں سے) کسی پر نماز جنازہ مت پڑھیں۔''

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

نَصٌّ فِي الِامْتِنَاعِ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَى الْكُفَّارِ .

”یہ آیت نص ہے کہ کفار کی نماز جنازہ پڑھنا ممنوع ہے۔“

(أحكام القرآن: 559/2)

(سوال): عورت کے لیے زیور پہننا کیسا ہے؟

(جواب): عورت شرعی دائرہ میں رہ کر زیب وزینت کرسکتی ہے، زیور بھی زینت ہے، لہٰذا وہ سونے، چاندی اور ہیرے وغیرہ ہر دھات کا زیور پہن سکتی ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿أَوَمَنْ يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ﴾ (الزُّخرف: ١٨)

”بھلا جس کی پرورش زیورات میں کی جاتی ہے (اسے اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دیا جاسکتا ہے)؟“

❁ علامہ الکیا الہراسی رحمہ اللہ (۵۰۴ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى إِبَاحَةِ الْحُلِيِّ لِلنِّسَاءِ وَالْإِجْمَاعُ مُنْعَقِدٌ عَلَيْهِ، وَالْأَخْبَارُ فِي ذٰلِكَ لَا تُحْصٰى .

”یہ آیت دلیل ہے کہ عورتوں کے لیے زیور پہننا مباح ہے، اس پر اجماع منعقد ہے، اس بارے میں احادیث بے شمار ہیں۔“

(أحكام القرآن: 369/4)

❁ حدیث اُم زرع میں ہے کہ گیارویں عورت نے اپنے خاوند کے بارے میں کہا:

أَنَاسَ مِنْ حُلِيٍّ أُذُنَيَّ .

”اس نے زیورات سے میرے کان لچکا دیئے۔“

(صحيح البخاري : 5189، صحيح مسلم : 2448)

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عید کے بعد عورتوں کو صدقہ کی ترغیب دلائی، تو:

جَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي قُرْطَهَا .

”عورت اپنی بالیاں اتارنے لگی۔“

(صحيح البخاري : 5883، صحيح مسلم : 884)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ عورت زیور پہن سکتی ہے۔

سوال: دخول سے پہلے حالت حیض میں طلاق دینا کیسا ہے؟

جواب: حالت حیض میں طلاق دینے کی ممانعت اس صورت میں ہے، جب بیوی سے ازدواجی تعلقات قائم ہو چکے ہوں۔ اگر نکاح کے بعد ابھی تعلقات قائم نہیں ہوئے اور شوہر طلاق دینا چاہتا ہے، تو طلاق دے سکتا ہے، خواہ عورت حالت حیض میں ہو یا حالت طہر میں۔ لہٰذا دخول سے قبل حالت حیض میں طلاق دینا ممنوع اور حرام نہیں، بلکہ جائز ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ﴾(البقرة : ٢٣٦)

”تم پر کوئی گناہ نہیں، اگر تم بیویوں کو طلاق دے دو، جب تک کہ تم نے انہیں چھوا نہ ہو۔“

یہ آیت عام ہے، دخول سے قبل طلاق دینا گناہ نہیں، خواہ عورت حالت حیض میں ہو یا حالت طہر میں، آیت نے حالت طہر کی تخصیص نہیں کی۔

❁ علامہ الکیا الہراسی رحمہ اللہ (۵۰۴ھ) فرماتے ہیں:

دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ الطَّلَاقِ فِي حَالَةِ الْحَيْضِ قَبْلَ الدُّخُولِ .

''اس آیت میں دلیل ہے کہ دخول سے قبل بیوی کو حالت حیض میں طلاق دینا جائز ہے۔''

(أحكام القرآن :201/1)

سوال: کیا وضو میں نیت شرط ہے؟

جواب: ہر عبادت میں نیت شرط ہے، وضو بھی عبادت اور قربتِ الٰہی کا ذریعہ ہے، لہٰذا وضو میں بھی نیت شرط ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ﴾

(الزُّمر : ٢)

''یقیناً ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی، لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے۔''

❁ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

هِيَ دَلِيلٌ عَلٰى وُجُوبِ النِّيَّةِ فِي كُلِّ عَمَلٍ؛ وَأَعْظَمُهُ الْوُضُوءُ الَّذِي هُوَ شَطْرُ الْإِيمَانِ، خِلَافًا لِأَبِي حَنِيفَةَ .

''یہ آیت دلیل ہے کہ ہر عمل کے لیے نیت واجب ہے، سب سے بڑا عمل وضو ہے، جو نصف ایمان ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس کے برعکس کہتے ہیں (کہ وضو میں نیت شرط نہیں)۔''

(أحكام القرآن : 76/4)

سوال: ایک شخص مرض الموت میں ہے، اس نے اپنی تمام جائیداد ایک ہسپتال کے نام لگوادی، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: مرض الموت میں صدقہ کرنا وصیت ہے اور وصیت زیادہ سے زیادہ ایک تہائی مال کی ہوسکتی ہے۔ مرض الموت میں تمام جائیداد صدقہ کر دینا جائز نہیں، جائیداد ورثاء کا حق ہے۔

❀ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ سِتَّةَ مَمْلُوكِينَ لَهُ عِنْدَ مَوْتِهِ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُمْ، فَدَعَاهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَزَّأَهُمْ أَثْلَاثًا، ثُمَّ أَقْرَعَ بَيْنَهُمْ فَأَعْتَقَ اثْنَيْنِ وَأَرَقَّ أَرْبَعَةً قَالَ : وَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلًا شَدِيدًا .

''ایک آدمی نے فوت ہوتے وقت اپنے چھ غلام آزاد کر دیے، جب کہ اس کے پاس ان کے علاوہ کوئی مال ہی نہیں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا کر تین حصوں میں تقسیم کیا، پھر ان کے مابین قرعہ ڈال کر دو کو آزاد کر دیا اور چار کو غلام بنا دیا اور اس آدمی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت الفاظ استعمال کیے۔''

(صحيح مسلم : 1668، المنتقى لابن الجارود : 948)

❀ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَرِضْتُ بِمَكَّةَ مَرَضًا أَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى الْمَوْتِ، فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ

لِي مَالًا كَثِيرًا وَّلَيْسَ يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَتِي أَفَأُوصِي بِثُلُثَيْ مَالِي؟ قَالَ : لَا، قُلْتُ : فَالشَّطْرُ؟ قَالَ : لَا، قُلْتُ : فَالثُّلُثُ؟ قَالَ : الثُّلُثُ، وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ، أَوْ كَبِيرٌ إِنَّكَ إِنْ تَتْرُكْ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ أَنْ تَتْرُكَهُمْ عَالَةً .

”ایک دفعہ میں مکہ میں اتنا بیمار ہوا کہ قریب المرگ ہو گیا، رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لیے آئے، تو میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے پاس بہت زیادہ مال ہے اور صرف ایک بیٹی ہی میری وارث ہے، کیا میں دو تہائی مال صدقہ کرنے کی وصیت کر دوں؟ فرمایا: نہیں! میں نے پوچھا: آدھا مال صدقہ کر دوں؟ فرمایا: نہیں! میں نے پوچھا: ایک تہائی صدقہ کر دوں؟ فرمایا: ایک تہائی (ہوسکتا ہے) لیکن یہ بھی بہت زیادہ ہے۔ اگر آپ اپنے ورثا کو خوشحال چھوڑ کر جائیں، تو انہیں تنگ دست چھوڑنے سے بہتر ہے۔“

(صحيح البخاري : 6373، صحيح مسلم : 1628، المنتقى لابن الجارود : 947)

❁ علامہ الکیا الہراسی رحمہ اللہ (۵۰۴ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الصَّدَقَةَ فِي الْمَرَضِ وَصِيَّةٌ غَيْرُ جَائِزَةٍ إِلَّا مِنَ الثُّلُثِ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ مرض الموت میں صدقہ کی وصیت صرف ثلث مال تک جائز ہے۔“

(أحكام القرآن : 371/2)

سوال: کیا وکالت کے شعبہ میں جھوٹے اور مجرم کا وکیل بننا جائز ہے؟

(جواب): جب تک کسی شخص کے سچے اور برحق ہونے کا ظن غالب نہ ہو، تب تک اس کی طرف سے مقدمہ لڑنا جائز نہیں۔ وکالت کا شعبہ انتہائی حساس ہے، چند پیسوں کے لیے عدل وانصاف کا خون کرنا جائز نہیں۔

وکلاء کو چاہیے کہ ہمیشہ حق پرستی کا علم بلند کریں، رزق وروزی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، وہ بہتر اسباب پیدا کر دے گا۔ کسی کا مال ودولت دیکھ کر اس کا وکیل نہیں بننا چاہیے، بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ حق پر ہے یا مجرم ہے؟ اگر اس پر جھوٹا مقدمہ ہے، تو اسے جھوٹے مقدمہ سے بری کرانا بڑی نیکی ہے، لیکن اگر وہ واقعتاً مجرم ہے، تو اسے جرم سے آزادی دلانا بذات خود بہت بڑا جرم ہے، نیز یہ حق دار کے حق کو غصب کرنا ہے۔

یاد رہے کہ جس طرح کسی کا حق کھانا حرام ہے، اسی طرح حق کھانے اور ظلم کرنے میں کسی کی مدد کرنا بھی حرام ہے، یہ گناہ پر تعاون ہے، ایسے مقدمات سے کمائی ہوئی روزی بھی حرام ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(المائدة : ٢)

”نیکی اور تقویٰ کے امور پر ایک دوسرے کی معاونت کیا کریں، گناہ اور ظلم کے کام پر کسی کا ہاتھ نہ بٹایا کریں۔“

اس لیے وکلاء کو چاہیے کہ آخرت کو مدنظر رکھ کر کسی مقدمہ کی وکالت کریں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّآ أَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ

اللّٰهُ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِينَ خَصِيمًا﴾(النّساء : ۱۰۵)

”یقیناً ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے، تا کہ آپ لوگوں کے مابین اس چیز سے فیصلہ کریں، جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دیا ہے اور آپ خیانت کرنے والوں کے طرف دار مت بنیں۔“

❁ علامہ الکیا الہراسی رحمہ اللہ (۵۰۴ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهٗ لَا يَجُوزُ لِأَحَدٍ أَنْ يُخَاصِمَ عَنْ أَحَدٍ، إِلَّا بَعْدَ أَنْ يَعْلَمَ أَنَّهٗ مُحِقٌّ .

”یہ آیت دلیل ہے کہ کسی کی طرف سے مقدمہ لڑنا اس وقت تک جائز نہیں، جب تک وہ (وکیل) یہ نہ جان لے کہ وہ (میرا موکل) حق پر ہے۔“

(أحکام القرآن : 498/2)

سوال: نبیوں کی نسلوں میں جو لوگ کافر تھے، کیا ان پر لعنت کی جا سکتی ہے؟

جواب: جو کفار مسلمانوں کے لیے متعصب رہے ہوں اور انہیں تکالیف پہنچاتے رہے ہوں، ان پر لعنت کی جا سکتی ہے، خواہ وہ کفار نبیوں کی اولاد ہوں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِيٓ إِسْرَائِيلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ﴾(المائدۃ : ۷۸)

”داود اور عیسیٰ ابن مریم کی زبانی بنی اسرائیل میں سے کافروں پر لعنت کی گئی، اس کی وجہ یہ کہ وہ نافرمان اور حد سے تجاوز کرنے والے تھے۔“

❁ علامہ الکیا الہراسی رحمہ اللہ (۵۰۴ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ لَعْنِ الْكَافِرِينَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ أَوْلَادِ الْأَنْبِيَاءِ، وَأَنَّ شَرْفَ النَّسَبِ لَا يَمْنَعُ مِنْ إِطْلَاقِ اللَّعْنِ فِي حَقِّهِمْ.

''یہ آیت دلیل ہے کہ کافروں پر لعنت جائز ہے، اگرچہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کی اولاد ہوں، نیز دلیل ہے کہ (کفار کے) نسب کا اعلیٰ ہونا ان کے حق میں لعنت کرنے میں مانع نہیں۔''

(أحكام القرآن: 86/3)

سوال: اگر آدمی اپنے ہی خلاف گواہی دے، تو کیا یہ گواہی قبول ہے؟

جواب: انسان کی اپنے ہی خلاف گواہی دینا جائز ہے، یہ گواہی قبول ہے، اگر کوئی مجرم اپنے ہی خلاف گواہی دے، تو اسے اقرار یا اقبالِ جرم کہتے ہیں۔ اس بنا پر اسے سزا دینا یا اس پر حد نافذ کرنا جائز ہے۔ کتاب وسنت میں اس پر دلائل موجود ہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿بَلِ الْإِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيرَةٌ﴾ (القيامة: ١٤)

''بلکہ انسان خود اپنے آپ سے باخبر ہے۔''

❀ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

فِيهَا دَلِيلٌ عَلٰى قَبُولِ إِقْرَارِ الْمَرْءِ عَلٰى نَفْسِهٖ؛ لِأَنَّهَا شَهَادَةٌ مِّنْهُ عَلَيْهَا.

''اس آیت میں دلیل ہے کہ انسان کا اپنے خلاف اقرار کرنا قبول ہے، کیونکہ یہ اس کی طرف سے اپنے خلاف گواہی ہے۔''

(أحكام القرآن: 344/4)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ﴾(النّسآء : ١٣٥)

''ایمان والو! انصاف قائم کرنے والے اور اللہ کے لیے گواہ بن جاؤ، خواہ وہ گواہی تمہارے اپنے خلاف ہو یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف ہو۔''

❁ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

أَمَرَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْعَبْدَ بِأَنْ يَشْهَدَ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْحَقِّ، وَيُسَمِّي الْإِقْرَارَ عَلٰى نَفْسِهٖ شَهَادَةً.

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کو اپنے خلاف حق کے ساتھ شہادت دینے کا حکم دیا ہے اور (انسان کا) اپنے خلاف اقرار کو بھی ''شہادت'' کا نام دیا ہے۔''

(أحكام القرآن: 636/1)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا مِّنْ أَسْلَمَ جَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَا، فَأَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى شَهِدَ عَلٰى نَفْسِهٖ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَبِكَ جُنُونٌ قَالَ: لَا، قَالَ: آحْصَنْتَ قَالَ: نَعَمْ، فَأَمَرَ بِهٖ فَرُجِمَ بِالْمُصَلّٰى، فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ فَرَّ، فَأُدْرِكَ فَرُجِمَ حَتّٰى مَاتَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا.

”اسلم قبیلے کا ایک آدمی (ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے زنا کا اعتراف کیا، پھر اس نے دوبارہ اعتراف کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ موڑ لیا، اس نے پھر اعتراف کیا، تو آپ نے پھر منہ موڑ لیا، حتی کہ اس نے اپنے خلاف چار بار گواہی دی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا آپ دیوانے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے دریافت کیا: کیا آپ شادی شدہ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں!۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق حکم فرمایا، تو اسے عیدگاہ میں سنگسار کیا گیا۔ جب پتھروں نے اسے تکلیف پہنچائی، تو وہ بھاگ اٹھا، چنانچہ اسے پکڑ کر رجم کر دیا گیا، حتی کہ وہ مر گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق کلمہ خیر کہا۔“

(صحيح البخاري: 6820، صحيح مسلم: 16/1691، مختصرًا)

❀ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ امْرَأَةً مِّنْ جُهَيْنَةَ أَتَتْ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حُبْلٰى مِنَ الزِّنٰى، فَقَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، أَصَبْتُ حَدًّا، فَأَقِمْهُ عَلَيَّ، فَدَعَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيَّهَا، فَقَالَ: أَحْسِنْ إِلَيْهَا، فَإِذَا وَضَعَتْ فَأْتِنِي بِهَا، فَفَعَلَ، فَأَمَرَ بِهَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشُكَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ، ثُمَّ صَلّٰى عَلَيْهَا، فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ: تُصَلِّي عَلَيْهَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَقَدْ زَنَتْ؟ فَقَالَ: لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَّوْ قُسِمَتْ بَيْنَ

سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَوَسِعَتْهُمْ، وَهَلْ وَجَدْتَ تَوْبَةً أَفْضَلَ مِنْ أَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلّٰهِ تَعَالٰى؟

''جہینہ قبیلے کی ایک عورت نے نبی کریم ﷺ کے پاس آکر زنا کا اقرار کیا اور کہنے لگی: میں حاملہ ہو چکی ہوں، نبی کریم ﷺ نے اس کے ولی کو بلا کر فرمایا: اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا، جب بچہ پیدا ہو جائے، تو مجھے بتانا۔ چنانچہ اس نے ایسے ہی کیا۔ نبی کریم ﷺ کے حکم سے اس (عورت) کے کپڑے اس پر مضبوطی سے باندھ دیے گئے، پھر آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا، تو اسے رجم کر دیا گیا، پھر آپ نے اس کا جنازہ پڑھایا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ کے رسول! آپ نے اسے رجم کیا، پھر اس کا جنازہ بھی پڑھا دیا؟ فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر مدینہ کے ستر آدمیوں کے درمیان تقسیم کر دی جائے، تو انہیں بھی کافی ہو جائے، کیا آپ نے اس سے بہتر توبہ کبھی پائی ہے کہ اس نے اللہ کی خاطر اپنی جان ہی قربان کر دی ہے؟''

(صحیح مسلم : 1696)

ثابت ہوا کہ اپنے خلاف گواہی بھی قبول ہے اور اقبال جرم سے سزا یا شرعی حد نافذ کی جا سکتی ہے، بشرطیکہ وہ کسی کے دباؤ یا حالت نشہ میں اقرار نہ کر رہا ہو۔

سوال: کیا باپ اپنی نابالغ بچی کا نکاح کر سکتا ہے؟

جواب: باپ کے لیے اپنی نابالغ بچی کا نکاح کرنا جائز ہے، البتہ بلوغت کے بعد اسے خیار بلوغ حاصل ہوگا، بالغ ہو کر اگر وہ اپنے ولی کا نکاح باقی رکھنا چاہے یا فسخ کرنا چاہے، تو اسے اختیار حاصل ہے۔ بہر کیف نابالغ بچی کا نکاح جائز اور صحیح ہے۔

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَّاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾(الطّلاق : ٤)

"وہ طلاق یافتہ خواتین جو ماہواری سے ناامید ہو چکی ہیں، ان کو اگر ماہواری کے خون بارے شک ہو، تو ان کی عدت تین ماہ ہے، جن کی ماہواری ابھی شروع ہی نہیں ہوئی، ان کی عدت بھی تین ماہ ہے اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔"

آیت میں تین طرح کی عورتوں کا ذکر ہے۔

① عمر رسیدہ عورتیں، جو عمرِ یاس کو پہنچ چکی ہیں اور انہیں حیض آنا بند ہو گیا ہے۔

② نابالغ بچیاں، جنہیں حیض شروع نہیں ہوا۔

③ حاملہ خواتین۔

ان کی عدت تین ماہ ہے اور حاملہ کی عدت وضعِ حمل ہے۔ عدت کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ کم سنی میں نکاح جائز ہے، اس لئے تو ان کی عدت بیان کی۔

❀ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ لِلْمَرْءِ أَنْ يُّنْكِحَ وَلَدَهُ الصِّغَارَ؛ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَعَلَ عِدَّةَ مَنْ لَمْ يَحِضْ مِنَ النِّسَاءِ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ، وَلَا تَكُونُ عَلَيْهَا عِدَّةٌ إِلَّا أَنْ يَكُونَ لَهَا نِكَاحٌ، فَدَلَّ ذٰلِكَ عَلٰى هٰذَا الْغَرَضِ، وَهُوَ بَدِيعٌ فِي فَنِّهِ.

”یہ آیت دلیل ہے کہ انسان اپنی نابالغ اولاد کا نکاح کر سکتا ہے، کیونکہ جس عورت کو حیض نہیں آتا، اللہ تعالیٰ نے اس کی عدت تین ماہ مقرر کی ہے اور عدت تو نکاح کے بعد ہی ہوتی ہے، یہ نابالغ بچی کے نکاح کی دلیل ہے، یہ بہت لطیف اور انوکھا نکتہ ہے۔“

(أحكام القرآن : 285/4)

❁ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلَ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ عَلٰى قُدَامَةَ بْنِ مَظْعُونٍ يَعُودُهٗ فَبُشِّرَ زُبَيْرٌ بِجَارِيَةٍ، وَهُوَ عِنْدَهٗ، فَقَالَ لَهٗ قُدَامَةُ : زَوِّجْنِيهَا، فَقَالَ لَهُ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ : مَا تَصْنَعُ بِجَارِيَةٍ صَغِيرَةٍ وَأَنْتَ عَلٰى هٰذِهِ الْحَالِ؟ قَالَ : بَلٰى إِنْ عِشْتُ فَابْنَةُ الزُّبَيْرِ، وَإِنْ مُتُّ فَأَحَبُّ مَنْ وَرِثَنِي قَالَ : فَزَوَّجَهَا إِيَّاهُ .

”سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سیدنا قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کی تیمارداری کے لیے گئے، اسی اثنا میں سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو بچی کی ولادت کی خوشخبری دی گئی، تو اسی وقت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس بچی سے میرا نکاح کر دیں۔ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: آپ اس چھوٹی بچی کو کیا کریں گے، اپنی حالت نہیں دیکھتے (کہ آپ سخت بیمار ہیں)؟ قدامہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: جی جی، اگر میں زندہ رہا، تو زبیر رضی اللہ عنہ کی بیٹی (میری بیوی ہوگی)! اگر میں فوت ہو گیا، تو میں چاہتا ہوں کہ وہ میری وارث بن جائے۔ تو سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے اس بچی کا نکاح سیدنا قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔“

(تفسير سعيد بن منصور : 639، مصنّف ابن أبي شيبة : 17339، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ شارح ہدایہ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ (۸۶۱ھ) فرماتے ہیں:

نَصٌّ فِي فَهْمِ الصَّحَابَةِ عَدَمَ الْخُصُوصِيَّةِ فِي نِكَاحِ عَائِشَةَ .

''یہ روایت نص ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (نابالغ بچی کے نکاح کو) عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے ساتھ خاص نہیں سمجھتے تھے۔''

(فتح القدير : 3/274)

سوال: کیا حلال اور حرام کا تعین عقل سے کیا جا سکتا ہے؟

جواب: حلال اور حرام کا تعلق وحی سے ہے، وحی سے معلوم ہوگا کہ کیا حلال ہے اور کیا حرام ہے؟ عقل کے ذریعے حلال اور حرام کا تعین جائز نہیں، کیونکہ ہر انسان کی عقل کا زاویہ الگ الگ ہے، جبکہ وحی سب کے لیے ایک ہے۔

حلال وحرام کے اصول وضوابط کتاب وسنت میں درج ہیں، ماہر علمائے اُمت ان آیات واحادیث کی روشنی میں حلال اور حرام کو واضح کریں گے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾(النّحل : ۱۱۶)

''اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے کسی چیز کو اپنی صواب دید سے حلال یا حرام قرار نہ دیا کرو، اللہ پر جھوٹ باندھنے والے کامیاب نہیں ہو سکتے۔''

❁ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

هِيَ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ التَّحْرِيمَ وَالتَّحْلِيلَ لَا يَكُونَانِ عَقْلًا وَّلَا تَشَهِّيًا؛ وَإِنَّمَا الْمُحَرِّمُ وَالْمُحَلِّلُ هُوَ اللّٰهُ حَسْبَمَا .

''یہ آیت دلیل ہے کہ کسی شے کو حرام یا حلال کرنا عقل اور خواہش کا کام نہیں، بلکہ حرام کرنے والا اور حلال کرنے والا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔''

(أحكام القرآن : 11/3)

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿اِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا﴾ (التّوبة : ٣١)

''انہوں نے اپنے علما اور راہبوں کو رب بنا لیا تھا۔''

❁ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ التَّحْرِيمَ وَالتَّحْلِيلَ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ .

''یہ آیت دلیل ہے کہ (کسی شے کو) حرام کرنے اور حلال کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔''

(أحكام القرآن : 485/2)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''ان لوگوں نے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور حلال کردہ چیزوں کو حرام کرتے ہوئے اپنے علما وصوفیا کو جو ''رب'' بنایا تھا، وہ دو طرح سے ہو سکتا ہے؛ ایک تو یہ کہ انہیں معلوم تھا کہ ان کے علما وصوفیا نے اللہ کے دین کو بدلا ہے، پھر بھی وہ ان کی پیروی کرتے رہے، چنانچہ اپنے بڑوں کی پیروی میں انہوں نے بھی اللہ کے رسولوں کے دین کے خلاف اعتقاد بنا لیا، حالانکہ انہیں سب کچھ

معلوم تھا، یہ کفر ہے اور اللہ و رسول نے اسے شرک بھی قرار دیا ہے، اگرچہ وہ اپنے علما و صوفیا کے لیے نماز نہ پڑھتے تھے، نہ ان کے سامنے سجدہ کرتے تھے، لہٰذا جو کوئی بھی کسی کی خلافِ دین بات جانتے بوجھتے مانے اور اسی پر اپنا اعتقاد رکھے، ان کی طرح وہ بھی مشرک ہوگا۔ دوسرے یہ کہ اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کرنے اور حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دینے کے بارے میں ان کا اعتقاد درست تھا، لیکن پھر بھی گناہ میں انہوں نے علما و صوفیا کی پیروی کر لی، جس طرح ایک مسلمان گناہ سمجھتے ہوئے بھی کر لیتا ہے، تو اس صورت میں ان کا حکم ان جیسے دوسرے گناہ گاروں جیسا ہوگا (وہ مشرک قرار نہیں پائیں گے)۔''

(مَجموع الفتاوٰی : 70/7)

❁ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ، وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لَّا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهٖ وَعِرْضِهٖ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ، كَرَاعٍ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى، يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهٗ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلَا إِنَّ حِمَى اللّٰهِ فِي أَرْضِهٖ مَحَارِمُهٗ، أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ .

''حلال و حرام دونوں واضح ہیں، ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں، بہت سے لوگ انہیں نہیں جانتے، (البتہ ماہر علما جانتے ہیں) لہٰذا جو شبہات

سے بچ گیا، اس نے دین وعزت کو بچالیا اور جو شبہات میں مبتلا ہو گیا، وہ حرام میں مبتلا ہو گیا، جیسے وہ چرواہا جو چراگاہ کے آس پاس چراتا ہے،تو قریب ہے کہ وہ اس چراگاہ میں چرائے گا، سن لیں! ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے، خبردار! اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ اشیا ہیں، خبردار! جسم میں ایک لوتھڑا ہوتا ہے، جب وہ درست ہوتا ہے،تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے، جب وہ خراب ہو جاتا ہے،تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے، یاد رکھیں! وہ دل ہے۔''

(صحيح البخاري : 52، صحيح مسلم : 1599)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ أَكْبَرُ نِعَمِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى هٰذِهِ الْأُمَّةِ؛ حَيْثُ أَكْمَلَ تَعَالٰى لَهُمْ دِينَهُمْ، فَلَا يَحْتَاجُونَ إِلٰى دِينٍ غَيْرِهٖ، وَلَا إِلٰى نَبِيٍّ غَيْرِ نَبِيِّهِمْ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ، وَلِهٰذَا جَعَلَهُ اللّٰهُ خَاتَمَ الْأَنْبِيَاءِ، وَبَعَثَهٗ إِلَى الْإِنْسِ وَالْجِنِّ، فَلَا حَلَالَ إِلَّا مَا أَحَلَّهٗ، وَلَا حَرَامَ إِلَّا مَا حَرَّمَهٗ، وَلَا دِينَ إِلَّا مَا شَرَعَهٗ.

''یہ اس اُمت پر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے کہ اللہ نے ان کے لئے دین مکمل کر دیا ہے۔ انہیں کسی اور دین کی حاجت ہے، نہ اپنے نبی کے علاوہ کسی نبی کی ضرورت ہے۔ اللہ نے آپ ﷺ کو خاتم الانبیا بنا کر جن وانس ہر دو کی طرف مبعوث کیا ہے۔ چنانچہ حلال وہی ہے، جسے آپ ﷺ نے حلال قرار دیا اور حرام وہی ہے، جسے آپ ﷺ نے حرام قرار دیا اور دین وہی ہے، جسے آپ ﷺ نے مشروع قرار دیا۔''(تفسير ابن كثير : 465/2)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۱۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا قرآن مخلوق ہے؟

جواب: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جسے اس نے صوت وحروف سے تکلم کیا ہے، اسے جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سنا اور آ کر نبی کریم ﷺ کو سنایا۔ اس پر قرآن، احادیث متواترہ اور اجماع اُمت دلالت کناں ہیں۔

خلق قرآن کا عقیدہ کفریہ اور شرکیہ ہے۔ سلف اور علمائے اُمت نے اس عقیدے کا سختی سے رد کیا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾(النّساء : ۸۲)

''کیا انہوں نے قرآن پر تدبر نہیں کیا، اگر وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا، تو لوگ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔''

✿ علامہ ثعلبی رحمہ اللہ (۴۲۷ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذِهِ الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْقُرْآنَ غَيْرُ مَخْلُوقٍ، إِذْ هُوَ مُعَرًّى عَنِ الْاِخْتِلَافِ مِنْ كُلِّ الْجِهَاتِ، فَلَوْ كَانَ مَخْلُوقًا،

لَكَانَ لَا يَخْلُو مِنِ اخْتِلَافٍ وَّتَفَاوُتٍ .

”یہ آیت دلیل ہے کہ قرآن غیر مخلوق ہے، کیونکہ وہ ہر جہت سے اختلاف سے مبرا ہے، اگر وہ مخلوق ہوتا، تو وہ اختلاف اور ناہمواری سے خالی نہ ہوتا۔“

(تفسير الثعلبي : 489/10)

❀ امام الائمہ، ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ غَيْرُ مَخْلُوقٍ، فَمَنْ قَالَ : إِنَّ الْقُرْآنَ مَخْلُوقٌ، فَهُوَ كَافِرٌ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ، لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهٗ، وَلَا يُعَادُ إِنْ مَرِضَ، وَلَا يُصَلّٰى عَلَيْهِ إِنْ مَّاتَ، وَلَا يُدْفَنُ فِي مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ، وَيُسْتَتَابُ فَإِنْ تَابَ وَإِلَّا ضُرِبَتْ عُنُقُهٗ .

”قرآن اللہ کا کلام ہے، جس نے قرآن کو مخلوق کہا، اس نے اللہ العظیم کے ساتھ کفر کیا، اس کی گواہی قبول نہ ہوگی، بیمار پرسی نہیں کی جائے گی، مر جائے تو جنازہ نہیں پڑھا جائے گا اور نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا، ایسے شخص سے توبہ کروائی جائے، اگر توبہ کر لے (تو ٹھیک) ورنہ گردن اڑا دی جائے۔“

(عقيدة السّلف أصحاب الحديث للصّابوني، ص 7، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا ایمان فقط اقرار کا نام ہے؟

جواب: صحابہ و تابعین کرام پر مشتمل اسلاف امت کا اجماعی فیصلہ یہ ہے کہ ایمان (قَوْلٌ وَّعَمَلٌ) ”(زبان و دل کے) قول اور (دل و اعضاء کے) عمل کا نام ہے۔“

ائمہ کرام کے جم غفیر سے یہی منقول ہے۔

۞ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَتِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ، فَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ عُلَمَاءِ السُّنَّةِ عَلٰى أَنَّ الْأَعْمَالَ مِنَ الْإِيمَانِ ...... إِنَّ الْإِيمَانَ قَوْلٌ، وَعَمَلٌ، وَعَقِيدَةٌ .

''صحابہ، تابعین اور بعد کے محدثین کا اجماعی واتفاقی فیصلہ ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں......ان کا کہنا ہے کہ ایمان اقرار، عمل اور تصدیق کا نام ہے۔''

(شرح السُّنّة: 38/1)

۞ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الْإِيمَانَ لَيْسَ بِالتَّحَلِّي وَلَا بِالتَّمَنِّي، إِنَّمَا الْإِيمَانُ مَا وَقَرَ فِي الْقَلْبِ، وَصَدَّقَهُ الْعَمَلُ .

''ایمان ظاہری آراستگی یا باطنی آرزو کا نام نہیں، بلکہ ایمان وہ ہے، جو دل میں جگہ پکڑے اور عمل اس کی تصدیق کرے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة: 504/13، وسندهٗ حسنٌ)

۞ خالد بن شوذب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے فرقد سبخی کو دیکھا، وہ اُون کا جبہ پہنے ہوئے تھے، حسن بصری رحمہ اللہ نے اسے جبہ سے پکڑا اور دو یا تین بار فرمایا: ابن فرقد!

إِنَّ التَّقْوٰى لَيْسَ فِي هٰذَا الْكِسَاءِ إِنَّمَا التَّقْوٰى مَا وَقَرَ فِي الْقَلْبِ وَصَدَّقَهُ الْعَمَلُ وَالْفِعْلُ .

''تقویٰ (ایمان) اس چادر میں نہیں، بلکہ تقویٰ (ایمان) وہ ہے، جو دل میں پختہ ہو جائے اور (زبان ودل کا) عمل (تصدیق واقرار) اور (اعضاء کا) فعل اس کی تصدیق کرے۔''

(الزّوائد لعبد اللّٰه على الزُّهد لأبيه أحمد بن حنبل : 1522، وسندهٗ حسنٌ)

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۞ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَّلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ۞ فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُورًا﴾(النّساء : ٩٦-٩٩)

''جن لوگوں کو فرشتے اس حال میں فوت کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، وہ پوچھتے ہیں کہ تم کس کام میں تھے، تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم زمین میں بے حد کمزور تھے، فرشتے کہتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس کی طرف ہجرت کر جاتے، ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔ البتہ کمزور مرد، عورتیں اور بچے، جو نہ کوئی حیلہ کر سکتے ہیں اور نہ کوئی راستہ پاتے ہیں (وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔) انہیں یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا، وہ معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے۔''

❀ علامہ ثعلبی رحمہ اللہ (۴۲۷ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذِهِ الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلٰى بُطْلَانِ قَوْلِ مَنْ قَالَ : إِنَّ الْإِيمَانَ هُوَ الْإِقْرَارُ فَقَطْ وَذٰلِكَ أَنَّ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ كَانُوا قَدْ أَظْهَرُوا الْإِقْرَارَ، فَلَمْ

يَنْفَعْهُمْ ذٰلِكَ بَعْدَ أَنْ لَمْ تَكُنْ سَرَائِرُهُمْ مُوَافِقَةً لِأَقْوَالِهِمْ .

''یہ آیت دلیل ہے کہ جو ایمان کو فقط اقرار کا نام دے، اس کا قول باطل ہے، کیونکہ ان لوگوں نے ایمان کا ظاہری اقرار کیا تھا، مگر انہیں ایمان نے فائدہ نہ دیا، اس لیے کہ ان کی نیتیں ان کے اقوال کے موافق نہ تھیں۔''

(تفسير الثعلبي : 10/556)

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾(البقرة : ٢٥)

''ایمان لانے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کو خوش خبری دے دیجئے کہ ان کے لیے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔''

❀ علامہ ابن جزی رحمہ اللہ (۷۴۱ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ السَّعَادَةَ بِالْإِيمَانِ مَعَ الْأَعْمَالِ خِلَافًا لِّلْمُرْجِئَةِ .

''یہ آیت دلیل ہے کہ سعادت کے لیے ایمان کے ساتھ ساتھ اعمال بھی ضروری ہیں، مرجئہ کے برخلاف۔''

(تفسير ابن جزي :1/77)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) مرجئہ کا مذہب نقل کرتے ہیں:

قَالَتِ الْمُرْجِئَةُ وَالْجَهْمِيَّةُ : لَيْسَ الْإِيمَانُ إِلَّا شَيْئًا وَاحِدًا لَا يَتَبَعَّضُ، أَمَّا مُجَرَّدُ تَصْدِيقِ الْقَلْبِ كَقَوْلِ الْجَهْمِيَّةِ أَوْ تَصْدِيقُ الْقَلْبِ وَاللِّسَانِ كَقَوْلِ الْمُرْجِئَةِ ...... وَجِمَاعُ شُبْهَتِهِمْ فِي ذٰلِكَ

أَنَّ الْحَقِيقَةَ الْمُرَكَّبَةَ تَزُولُ بِزَوَالِ بَعْضِ أَجْزَائِهَا، كَالْعَشَرَةِ، فَإِنَّهُ إِذَا زَالَ بَعْضُهَا لَمْ تَبْقَ عَشَرَةً؛ وَكَذَلِكَ الْأَجْسَامُ الْمُرَكَّبَةُ .

''مرجئہ اورجہمیہ کہتے ہیں کہ ایمان ایک ہی چیز ہے، اس کے اجزا نہیں، جہمیہ کے نزدیک ایمان صرف تصدیق قلبی ہے اور مرجئہ کے نزدیک دلی اور زبانی تصدیق ہے۔......ان کا اصل اعتراض یہی ہے کہ مرکب چیز ایک جز کے ختم ہونے سے زائل ہو جاتی ہے، جیسے دس کا عدد ایک مرکب حقیقت ہے، اگر ایک بھی ختم ہو جائے، تو دس باقی نہیں رہتے، اسی طرح دوسرے مرکب اجسام ہیں۔''

(مَجموع الفتاوٰی : 510/7)

اس سلسلہ میں ان کی سب سے بڑی دلیل لغت ہے، ان کا کہنا ہے کہ لغت میں ایمان صرف تصدیق کا معنی دیتا ہے۔

❁ امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ (۲۹۴ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ أَعْظَمِ حُجَجِ الْمُرْجِئَةِ الَّتِي يَقُولُونَ بِهَا عِنْدَ أَنْفُسِهِمُ اللُّغَةُ، وَذٰلِكَ أَنَّهُمْ زَعَمُوا أَنَّ الْإِيمَانَ لَا يُعْرَفُ فِي اللُّغَةِ إِلَّا بِالتَّصْدِيقِ، وَزَعَمَ بَعْضُهُمْ أَنَّ التَّصْدِيقَ لَا يَكُونُ إِلَّا بِالْقَلْبِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : لَا يَكُونُ إِلَّا بِالْقَلْبِ وَاللِّسَانِ، وَقَدْ وَجَدْنَا الْعَرَبَ فِي لُغَتِهَا تُسَمِّي كُلَّ عَمَلٍ حَقَّقَتْ بِهِ عَمَلَ الْقَلْبِ وَاللِّسَانِ تَصْدِيقًا .

''اس بارے مرجئہ کے ہاں سب سے بڑی دلیل لغت ہے، ان کا دعویٰ ہے کہ

لغت میں ایمان صرف تصدیق پر بولا جاتا ہے اور بعض کا خیال ہے کہ تصدیق صرف دل سے ہوتی ہے، جبکہ بعض کہتے ہیں کہ صرف دل اور زبان سے ہوتی ہے، حالانکہ ہم نے عرب کی لغت میں دیکھا ہے کہ ہر وہ عمل جس سے دل اور زبان کا عمل ثابت ہو، اسے تصدیق کہا گیا ہے۔''

(تعظیم قدر الصَّلاۃ : 716/2)

سوال: کیا توبہ واستغفار سے بارش نازل ہوتی ہے؟

جواب: قحط سالی اور بے موسمی بارشیں کی وجہ انسانوں کے گناہ ہے۔ یقیناً گناہوں کی معافی اور نیکیوں میں رغبت سے رحمت کی بارشیں نازل ہوتی ہیں، رزق کی فراوانی اور معیشت کی بہتری اسی میں پنہاں ہے۔ وسائل سے زیادہ توبہ وانابت پر توجہ دینی چاہیے، اسی سے وسائل پیدا ہوتے ہیں اور رحمت خداوندی کا نزول ہوتا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ہود علیہ السلام کا قول حکایت کیا ہے:

﴿وَيَاقَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ﴾ (هود : ٥٢)

''میری قوم، اپنے رب سے استغفار کرو، پھر اس کی طرف رجوع کرو، تو وہ تم پر موسلا دھار بارش برسائے گا اور تمہاری قوت میں اضافہ کرے گا۔ تم مجرم بن کر مت پھرو۔''

❁ علامہ ابن جزی غرناطی رحمہ اللہ (۷۴۱ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْاِسْتِغْفَارَ وَالتَّوْبَةَ سَبَبٌ لِنُزُولِ الْأَمْطَارِ .

''یہ آیت دلیل ہے کہ استغفار اور توبہ بارشوں کے نزول کا سبب ہیں۔''

(تفسير ابن جزي: 372/1)

❁ اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کا قول حکایت کیا :

﴿وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ﴾

(هود: ٥٢)

''اے قوم! پروردگار سے بخشش مانگو، اس سے توبہ کرو، وہ تم پر موسلا دھار بارش برسائے گا اور تمہاری قوت بڑھائے گا، دیکھو مجرم بن کر روگردانی نہ کرو۔''

❁ علامہ ابن جزی غرناطی رحمہ اللہ (۷۴۱ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الِاسْتِغْفَارَ يُوجِبُ نُزُولَ الْأَمْطَارِ .

''یہ آیت دلیل ہے کہ استغفار سے بارشوں کا نزول ہوتا ہے۔''

(تفسير ابن جزي: 414/2)

سوال: بعض کہتے ہیں کہ اعتکاف صرف تین مساجد میں جائز ہے، باقی کسی مسجد میں اعتکاف نہیں۔ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: اعتکاف ہر جامع مسجد میں جائز ہے، یہ کہنا کہ اعتکاف صرف مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں ہی جائز ہے محتاج دلیل ہے، اس پر کوئی صحیح و مستند دلیل نہیں۔ صحیح اور درست بات یہی ہے کہ اعتکاف ہر علاقہ کی مسجد میں جائز ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ (البقرة: ١٨٧)

''تم مسجد میں اعتکاف کر رہے ہو۔''

امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَمَّ اللّٰهُ الْمَسَاجِدَ كُلَّهَا وَلَمْ يَخُصَّ شَيْئًا مِنْهَا .

”اللہ تعالیٰ نے تمام مسجدوں کو شامل کیا ہے، کسی مسجد کو خاص نہیں کیا۔“

(مؤطأ الإمام مالك: 313/1)

امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

اَلْاِعْتِكَافُ جَائِزٌ فِي جَمِيعِ الْمَسَاجِدِ عَلٰى ظَاهِرِ الْآيَةِ .

”آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف تمام مساجد میں جائز ہے۔“

(الإشراف على مذاهب العلماء: 160/3)

علامہ ابن جزی رحمہ اللہ (۷۴۱ھ) فرماتے ہیں:

دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ الْاِعْتِكَافِ فِي كُلِّ مَسْجِدٍ خِلَافًا لِمَنْ قَالَ: لَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْمَدِينَةِ، وَبَيْتِ الْمَقْدِسِ .

”یہ آیت دلیل ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف جائز ہے، اس کے برعکس بعض کہتے ہیں کہ اعتکاف صرف مسجد حرام، مسجد مدینہ (مسجد نبوی) اور بیت المقدس میں ہی ہوسکتا ہے۔“

(تفسير ابن جزي: 112/1)

اس بارے میں مروی روایت ضعیف ہے۔

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي الْمَسَاجِدِ الثَّلَاثَةِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ .

''اعتکاف صرف تین مسجدوں میں ہی جائز ہے؛ ① مسجد حرام، ② مسجد نبوی، ③ مسجد بیت المقدس (اقصیٰ)۔''

(شرح مشكل الآثار : 201/7، ح :2771، السنن الكبرىٰ للبيهقي : 519/4)

سند ضعیف و منکر اور مضطرب ہے، سفیان بن عیینہ کا عنعنہ ہے۔

❁ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے عنعنہ کو مضر سمجھتے تھے۔

(علل ابن أبي حاتم :488/1)

❁ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ ضعیف سے بھی تدلیس کر لیتے تھے۔

(المستدرك للحاكم، تحت الرقم : 3985)

❁ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ نے اس روایت کی صحت کا انکار کیا ہے۔

(المحلّٰی : 195/5)

اس روایت پر متقدمین ائمہ میں سے کسی نے عمل نہیں کیا، بلکہ سارے کے سارے مسلمان متفق نظر آتے ہیں کہ اعتکاف کسی بھی مسجد میں ہو سکتا ہے۔

سوال: کیا قسم اٹھاتے وقت ''ان شاء اللہ'' کہنا ضروری ہے؟

جواب: قسم بالجزم اٹھائی جاتی ہے، اس کے ساتھ ''ان شاء اللہ'' وغیرہ کہہ کر استثناء کر دیا، تو قسم بے اثر ہو جاتی ہے، اس صورت میں اگر قسم ٹوٹ جائے، تو کفارہ لازم نہیں ہوتا۔ کفارہ اسی صورت میں واجب ہوتا ہے، جب قسم اٹھاتے وقت ''ان شاء اللہ'' یا استثناء کا کوئی کلمہ نہ کہا جائے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنَثْ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ، إِنَّهُ أَوَّابٌ﴾(صٓ : ٤٤)

”(اے ایوب!) اپنے ہاتھ میں جھاڑو پکڑیے اور اسے ماریے، اپنی قسم مت توڑیے۔ بلاشبہ ہم نے انہیں صابر پایا، وہ بہت اچھے آدمی تھے اور یقیناً وہ بہت زیادہ رجوع کرنے والے تھے۔“

❁ علامہ ابوبکر جصاص حنفی رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ لِلرَّجُلِ أَنْ يَحْلِفَ وَلَا يَسْتَثْنِيَ لِأَنَّ أَيُّوبَ حَلَفَ وَلَمْ يَسْتَثْنِ وَنَظِيرُهُ مِنْ سُنَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”یہ آیت دلیل ہے کہ آدمی کے لیے جائز ہے کہ وہ قسم اٹھائے اور (ان شاءاللہ وغیرہ کے ساتھ) استثناء نہ کرے، کیونکہ سیدنا ایوب علیہ السلام نے قسم اٹھائی اور استثناء نہیں کیا، سنت نبوی میں اس کی (کئی) مثالیں موجود ہیں۔“

(أحکام القرآن : 260/5)

قسم کے متصل بعد ان شاءاللہ کہہ دیا، تو استثناء ہو گیا، اب قسم بے اثر ہو گئی، اس کے ٹوٹنے سے کفارہ لازم نہ ہو گا۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸) فرماتے ہیں:

اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّ مَنْ حَلَفَ بِاللّٰهِ لَيَقْضِيَنَّ دَيْنَ غَرِيمِهِ غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ أَوْ لَيَرُدَّنَّ وَدِيعَتَهُ أَوْ غَصَبَهُ، أَوْ لَيُصَلِّيَنَّ

الظُّهْرَ أَوِ الْعَصْرَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، أَوْ لَيَصُومَنَّ رَمَضَانَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَنَحْوَ ذٰلِكَ مِمَّا أَمَرَهُ اللّٰهُ بِهٖ، فَإِنَّهٗ إِذَا لَمْ يَفْعَلِ الْمَحْلُوفَ عَلَيْهِ لَا يَحْنَثُ مَعَ أَنَّ اللّٰهَ أَمَرَهٗ بِهٖ لِقَوْلِهٖ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، فَعُلِمَ أَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَشَأْ مَعَ أَمْرِهٖ بِهٖ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ جو شخص یوں قسم اٹھائے کہ اللہ کی قسم! ان شاء اللہ کل میں قرضہ یا دیت ادا کر دوں گا یا غصب شدہ چیز لوٹا دوں گا یا ظہر یا عصر پڑھوں گا یا رمضان کے روزے رکھوں گا وغیرہ، پھر اگر وہ اس قسم کو پورا نہیں کر سکا تو کفارہ نہیں ہو گا، کیوں کہ اس نے ان شاء اللہ کہہ دیا تھا کہ اللہ چاہے گا، تو کروں گا اور اللہ نے نہیں چاہا کہ وہ ایسا کرے۔''

(مَجموعة الرّسائل والمَسائل : 151/5)

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ حَلَفَ عَلٰى شَيْءٍ ثُمَّ قَالَ مَوْصُولًا بِكَلَامِهٖ : إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى، أَوْ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ، أَوْ إِلَّا أَنْ لَّا يَشَاءَ اللّٰهُ، أَوْ نَحْوَ هٰذَا، أَوْ إِلَّا أَنْ أَشَاءَ، أَوْ إِلَّا أَنْ لَّا أَشَاءَ، أَوْ إِلَّا إِنْ بَدَّلَ اللّٰهُ مَا فِي قَلْبِي، أَوْ إِلَّا أَنْ يَبْدُوَ إِلَيَّ، أَوْ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ فُلَانٌ، أَوْ إِنْ شَاءَ فُلَانٌ، فَهُوَ اسْتِثْنَاءٌ صَحِيحٌ وَّقَدْ سَقَطَتِ الْيَمِينُ عَنْهُ بِذٰلِكَ، وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ إِنْ خَالَفَ مَا حَلَفَ عَلَيْهِ .

''کسی کام پر قسم اٹھانے کے بعد اگر کہے کہ اللہ کی قسم! ان شاء اللہ میں فلاں کام

کروں گا یا ایسے کہے کہ اگر اللہ نے چاہا، تو یہ کام کروں گا، یا کہے: اگر اللہ نے نہ چاہا تو نہیں کروں گا۔ ایسے الفاظ کا استعمال بھی درست ہے کہ اگر میں چاہوں گا کر دوں گا نہ چاہا، تو نہیں کروں گا یا یوں کہے کہ کام کروں گا، اگر اللہ نے میرا ارادہ نہ بدلا یا مجھے کوئی اور کام نہ کرنا پڑا تو، اسی طرح قسم کو کسی ذات کے ساتھ معلق کر دینا کہ اگر فلاں نے چاہا تو کروں گا ورنہ نہیں، تو یہ سبھی صورتیں قسم کو بے اثر کر دیتی ہیں۔ اب اگر یہ قسم توڑ بھی دے، تو اس پر کفارہ نہیں ہوگا۔''

(المُحلّٰی بالآثار: 301/6)

❀ نیز فرماتے ہیں:

إِجْمَاعٌ لِّأُمَّةٍ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَكَمَ بِأَنَّ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ: إِنْ شَاءَ اللّٰهُ أَوْ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ عَلٰى أَيِّ شَيْءٍ حَلَفَ فَإِنَّهٗ إِنْ فَعَلَ مَا حَلَفَ عَلَيْهِ أَنْ لَّا يَفْعَلَهٗ فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ وَلَا كَفَّارَةَ تَلْزَمُهٗ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَوْ شَاءَ لَأَنْفَذَهٗ وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ﴾.

''امت کا اجماع ہے کہ جو ان شاء اللہ کہہ کر کسی بھی کام پر قسم اٹھا لے، تو اختیار ہے کہ چاہے تو کرے، چاہے تو نہ کرے، اس پر کفارہ نہیں ہوگا، یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ کیونکہ اگر اللہ چاہتا، تو وہ کام ہو جاتا، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ﴾ (ان شاء اللہ کہے بغیر کبھی نہ کہیں کہ میں کل یہ کام کروں گا۔)''

(الفِصَل في المِلَل: 86/3)

سوال: ٹڈی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: ٹڈی بالاجماع حلال ہے۔

❀ علامہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا أَكْلُ الْجَرَادِ فَجَائِزٌ بِالْإِجْمَاعِ، وَفِيهِ أَخْبَارٌ .

''ٹڈی کھانا بالاجماع حلال ہے،اس بارے میں کئی احادیث ہیں۔''

(أحكام القرآن : 79/1)

❀ ابو یعفور رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

جِئْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْجَرَادِ فَقَالَ : غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّ غَزَوَاتٍ نَأْكُلُ الْجَرَادَ .

''میں سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے ٹڈی دھل کے متعلق پوچھا،تو انہوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں چھ جنگیں لڑی ہیں،ہم ٹڈیاں کھایا کرتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 5495، صحيح مسلم : 1952، المُنتقى لابن الجارود : 880)

سوال: سورت فاتحہ کی کتنی آیات ہیں؟

جواب: اس پر اجماع ہے کہ سورت فاتحہ کی سات آیات ہیں۔

❀ علامہ ابوعمرو دانی رحمہ اللہ (۴۴۴ھ) فرماتے ہیں:

اِنْعِقَادُ الْإِجْمَاعِ عَلٰى أَنَّ الْحَمْدَ سَبْعُ آيَاتٍ .

''اس پر اجماع منعقد ہے کہ سورت فاتحہ کی سات آیات ہیں۔''

(البَيان في عَدِّ آيِ القرآن، ص 111)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ﴾(الحِجر : ٨٧)

''یقیناً ہم نے آپ کو بار بار دہرائی جانے والی سات آیات اور عظمت والا قرآن عطا کیا ہے۔''

❁ سیدنا ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ أُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ، فَدَعَانِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أُجِبْهُ، فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي، فَقَالَ : أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ : ﴿اسْتَجِيبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾(الأنفال : ٢٤) ثُمَّ قَالَ لِي : لَأُعَلِّمَنَّكَ سُوْرَةً هِيَ أَعْظَمُ السُّوَرِ فِي الْقُرْآنِ، قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي، فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَّخْرُجَ، قُلْتُ لَهٗ : أَلَمْ تَقُلْ : لَأُعَلِّمَنَّكَ سُورَةً هِيَ أَعْظَمُ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَالَ : ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾(الفاتحة : ٢) هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ الَّذِي أُوْتِيْتُهٗ .

''میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی، میں جواب نہ دے سکا، نماز کے بعد عرض کیا: اللہ کے رسول! نماز پڑھ رہا تھا۔ فرمایا: کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں سنا؟ 'جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول تمہیں اس

کام کی طرف بلائیں، جس میں تمہارے لیے زندگی ہے، تو ان کی آواز پر لبیک کہیں۔' پھر فرمایا: مسجد سے نکلنے سے پہلے آپ کو قرآن کی افضل ترین سورت سکھاؤں گا۔ بعد میں جب نبی اکرم ﷺ میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد سے باہر جا رہے تھے، تو میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ نے مجھے سب سے افضل سورت سکھانے کا وعدہ کیا تھا، فرمایا: وہ سورت فاتحہ ہے، یہی سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے، جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔''

(صحيح البخاري : 4474)

سوال: کیا جہاد فرض کفایہ ہے؟

جواب: بنیادی طور پر جہاد فرض کفایہ ہے، اُمت کا ایک گروہ باطل کے خلاف ہاتھ، زبان اور قلم سے جہاد کرے، تو یہ فرض تمام اُمت کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے۔

❀ علامہ آلوسی رحمہ اللہ (۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْجِهَادَ مِنْ فُرُوضِ الْكِفَايَةِ بِالْإِجْمَاعِ

''جہاد بالاجماع فرض کفایہ ہے۔''

(روح المَعاني : 239/2)

سوال: کیا گھر میں اعتکاف ہو سکتا ہے؟

جواب: اعتکاف صرف مسجد میں جائز ہے۔ عہد نبوی سے خیر القرون تک کوئی مسلمان مرد یا عورت گھر میں اعتکاف نہیں کرتا تھا، اعتکاف کے لیے مسجد شرط ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ (البقرة : ١٨٧)

”تم مسجد میں اعتکاف کر رہے ہو۔“

❀ علامہ ابن جزی رحمہ اللہ (۷۴۱ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْاِعْتِكَافَ لَا يَكُونُ إِلَّا فِي الْمَسَاجِدِ، لَا فِي غَيْرِهَا خِلَافًا لِمَنْ أَجَازَهٗ فِي غَيْرِهَا .

”یہ آیت دلیل ہے کہ اعتکاف صرف مساجد میں ہو سکتا ہے، کسی اور جگہ نہیں، ان لوگوں کے برخلاف، جو مساجد کے علاوہ جگہ پر بھی اعتکاف کو جائز قرار دیتے ہیں۔“

(تفسير ابن جزي : 112/1)

سوال: کیا نیکیوں سے گناہ معاف ہوتے ہیں؟

جواب: جن گناہوں کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، وہ گناہ نیکیوں سے معاف ہو جاتے ہیں۔ البتہ حقوق العباد سے متعلقہ گناہ صرف نیکیوں سے معاف نہیں ہوتے، بلکہ اس کے لیے توبہ واستغفار اور حق دار کو حق ادا کرنا ضروری ہے۔

❀ علامہ آلوسی رحمہ اللہ (۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْإِجْمَاعُ عَلٰى أَنَّ الْحَسَنَاتِ لَا تُذْهِبُهَا وَإِنَّمَا تُذْهِبُهَا التَّوْبَةُ بِشُرُوطِهَا الْمُعْتَبَرَةِ الْمَعْلُومَةِ .

”اس پر اجماع ہے کہ حسنات حقوق العباد والے گناہوں کو نہیں مٹاتی، بلکہ ان کی معافی توبہ سے ہوتی ہے، جس کی معتبر اور معلوم شرائط ہیں۔“

(روح المَعاني : 380/2)

وہ توبہ، جو اللہ کے حقوق سے متعلق ہو، اس کے اندر تین چیزوں کا ہونا شرط ہے؛

① فوراً اس معصیت سے دستبرداری وکنارہ کشی اختیار کرنا۔

② کیے ہوئے عمل پر نادم وشرمسار ہونا۔

③ آئندہ اس کا اعادہ نہ کرنے کا عزم مصمم کرنا۔

جو توبہ حقوق العباد سے تعلق رکھتی ہو، اس میں ان تینوں کے علاوہ ایک چوتھی شرط بھی ہے، وہ یہ کہ صاحب حق کو اس کا حق واپس کرنا یا اس سے معافی وبرأت حاصل کرنا۔

سوال: ہنستے ہوئے زمین پر لوٹ پوٹ ہونا کیسا ہے؟

جواب: کبھی کبھار قہقہے لگا کر ہنسنا اور لوٹ پوٹ ہونا جائز ہے، مگر اسے عادت نہیں بنانا چاہیے، کیونکہ بہت زیادہ ہنسنا آخرت سے غافل کرتا ہے۔

❀ سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”بھوک کی وجہ سے میری اور میرے ساتھیوں کی سماعت اور بینائی متاثر ہو چکی تھی، ہم نے نبی کریم ﷺ کے مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بات چیت کی، مگر کوئی ہماری مہمان نوازی کرنے کی استطاعت رکھتا تھا، چنانچہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ ہمیں گھر لے گئے، وہاں تین بکریاں تھیں، نبی کریم ﷺ نے حکم دیا، ان کا دودھ دوہا جائے، ہم میں سے ہر ایک نے آدھا دودھ خود پیا اور آدھا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، اسی طرح ہوتا رہا، نبی کریم ﷺ رات کے وقت تشریف لاتے اور اس طرح سلام کرتے کہ سونے والے کی نیند خراب نہ ہوتی اور جاگنے والے کو سلام سنائی دیتا تھا، پھر آپ ﷺ مسجد میں تشریف لے جا کر نوافل ادا کرتے، بعد میں آپ ﷺ اپنے حصے کا دودھ نوش فرما لیتے، ایک رات جبکہ میں اپنا حصہ پی

چکا تھا، تو شیطان میرے پاس آیا اور بولا : نبی کریم ﷺ تو انصار کے پاس تشریف لے جاتے رہتے ہیں اور انصار آپ ﷺ کی خدمت میں تحائف پیش کرتے رہتے ہیں، آپ ﷺ ان کے ہاں سے کھا پی لیتے ہوں گے، آپ کو اس تھوڑے سے دودھ کی کیا ضرورت ہے؟ چنانچہ میں نے نبی کریم ﷺ کے حصے کا دودھ پی لیا، جب وہ میرے پیٹ میں چلا گیا، تو محسوس ہوا کہ اس کی گنجائش نہیں تھی، پھر شیطان نے مجھے نادم کرنا شروع کر دیا اور بولا: تم نے جو کچھ کیا اس پر افسوس ہے، کیا تم نے محمد (ﷺ) کے حصے کا دودھ پی لیا ہے؟ انہیں دودھ نہ ملا، تو وہ تمہارے لئے دعائے ضرر کریں گے اور تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ تمہاری دنیا و آخرت برباد ہو جائے گی۔

سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک چادر تھی، میں اسے پاؤں پر ڈالتا تھا، تو سر باہر آ جاتا تھا، سر پر ڈالتا، تو پاؤں باہر نکل آتے تھے، مجھے نیند نہیں آ رہی تھی، میرے دونوں ساتھی سو چکے تھے، انہوں نے وہ حرکت نہیں کی تھی، جو میں نے کی تھی۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ نے سلام کیا، جائے نماز کی طرف تشریف لے گئے، وہاں کچھ نوافل ادا کرنے کے بعد اپنا مشروب حاصل کرنے کے لیے آئے، آپ ﷺ نے برتن کا ڈھکن اُٹھایا، تو اس میں کچھ نہیں تھا، آپ ﷺ نے آسمان کی طرف اپنا مبارک سر اُٹھایا، تو میں نے سوچا کہ آپ ﷺ میرے لیے دعائے ضرر کریں گے اور میں ہلاک ہو جاؤں گا، لیکن آپ ﷺ نے دعا کی:

اَللّٰهُمَّ أَطْعِمْ مَنْ أَطْعَمَنِي، وَأَسْقِ مَنْ أَسْقَانِي .

”اللہ! جس نے مجھے کھلایا تُو اسے کھلا اور جس نے مجھے پلایا تُو اسے پلا۔“

یہ سن کر میں نے چادر مضبوطی سے باندھی اور چھری پکڑ کر بکریوں کی طرف بڑھا تاکہ سب سے صحت مند بکری کو نبی کریم ﷺ کے لیے ذبح کر دوں، لیکن اس بکری کے تھن بھرے ہوئے تھے، میں نبی کریم ﷺ کے مخصوص برتن کی طرف بڑھا اور اس میں آپ ﷺ کے لیے دودھ دوہ لیا، یہاں تک کہ وہ مکمل طور پر بھر گیا، میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے دریافت کیا: کیا آپ نے رات کو اپنے حصے کا دودھ پی لیا تھا؟ عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ نوش فرمایئے، نبی کریم ﷺ نے اسے پی لیا اور پھر میری طرف بڑھا دیا، جب مجھے اندازہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ سیر ہو گئے ہیں اور اب مجھے آپ کی دعا نصیب ہو جائے گی، تو میں ہنس پڑا، اتنا کہ ہنستے ہوئے زمین پر لوٹ پوٹ ہو گیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مقداد! آپ کی یہ عادت بہت بری ہے، عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا اور میں نے یہ کیا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ دودھ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ملا ہے، آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا، ہم اپنے دونوں ساتھیوں کو جگا دیتے اور وہ بھی اس رحمت میں شریک ہو جاتے۔

سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اُس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، جب آپ نے اُسے پی لیا اور آپ کے ہمراہ میں نے بھی پی لیا، تو اب مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ لوگوں میں سے کسی اور نے پیا ہے یا نہیں۔“ (صحیح مسلم : 2055)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۱۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: وضو میں پاؤں پر مسح کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر موزے یا جرابیں پہنی ہوئی ہیں اور حالت طہارت میں پہنی ہیں، تو وضو کرتے ہوئے ان پر مسح کرنا جائز ہے، البتہ اگر پاؤں ننگے ہیں، تو وضو کرتے ہوئے ان پر مسح جائز نہیں، انہیں دھونا واجب ہے۔ اس پر قرآن، احادیث متواترہ اور اُمت کا اجماع دلیل ہیں۔ اہل سنت یہی کہتے ہیں، جبکہ روافض ننگے پاؤں پر مسح کے قائل ہیں، جو کہ شرعی دلائل کے سراسر خلاف ہے۔

خشک ایڑھیوں کے لیے ''ویل'':

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

تَخَلَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنَّا فِي سَفْرَةٍ سَافَرْنَاهَا، فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ أَرْهَقْنَا الْعَصْرَ، فَجَعَلْنَا نَتَوَضَّأُ وَنَمْسَحُ عَلٰى أَرْجُلِنَا، فَنَادٰى بِأَعْلٰى صَوْتِهٖ : وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ، مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا .

''ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے پیچھے رہ گئے۔ عین عصر کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے ملے۔ ہم وضو کرنے اور اپنے پاؤں کو ہلکا دھونے لگے۔

آپ ﷺ نے بلند آواز سے دو یا تین مرتبہ پکارا: خشک ایڑھیوں کے لیے جہنم کی ''ویل'' نامی وادی ہے۔''

(صحيح البخاري : 163، صحيح مسلم : 241)

مسح سے مراد خفیف دھونا بھی ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى رَجُلًا، لَمْ يَغْسِلْ عَقِبَيْهِ، فَقَالَ : وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ .

''نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص دیکھا، جس نے ایڑھیاں نہیں دھوئی تھیں، تو فرمایا: خشک ایڑھیوں کے لیے جہنم کی ''ویل'' نامی وادی ہے۔''

(صحيح البخاري : 165، صحيح مسلم : 242)

❁ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں:

وَيْلٌ لِّلْعَرَاقِيبِ مِنَ النَّارِ .

''خشک کونچوں کے لیے جہنم کی ''ویل'' نامی وادی ہے۔''

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

أَسْبِغِ الْوُضُوءَ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ .

''وضو اچھی طرح کریں، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ خشک ایڑھیوں کے لیے جہنم کی ''ویل'' نامی وادی ہے۔''

(صحيح مسلم : 240)

❀ سیدنا عبداللہ بن حارث بن جزءزبیدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ، وَبُطُونِ الْأَقْدَامِ مِنَ النَّارِ .

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ خشک ایڑھیوں اور پاؤں کی خشک نچلی اطراف کے لیے جہنم کی ”ویل“ وادی ہے۔“

(مسند الإمام أحمد : 191/4، المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 162/1، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 70/1، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۱۶۳) اور امام حاکم نے ”صحیح“ کہا ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۴۹۳) نے اس کی سند ”صحیح“ قرار دی ہے۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ .

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خشک ایڑھیوں کے لیے جہنم کی ”ویل“ وادی ہے۔“

(مسند الإمام أحمد : 14965، تفسير الطّبري : 205/8، وسندهٗ صحيحٌ)

خشک ایڑھیوں والی حدیث اور فقہائے اُمت:

❀ ان الفاظ پر امام بخاری رحمہ اللہ (۲۵۶ھ) نے یوں تبویب فرمائی ہے:

بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ، وَلَا يُمْسَحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ .

”پاؤں دھوئے جائیں گے، ان پر مسح نہیں کیا جائے گا۔“

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۷۹ھ) فرماتے ہیں:

فِقْهُ هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّهٗ لَا يَجُوزُ الْمَسْحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ، إِذْ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِمَا خُفَّانِ أَو جَوْرَبَانِ.

''اس حدیث سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ پاؤں پر موزے یا جرابیں نہ ہوں، تو ان پر مسح جائز نہیں۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث :41)

❁ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) کی تبویب ہے:

بَابُ التَّغْلِيظِ فِي تَرْكِ غَسْلِ بُطُونِ الْأَقْدَامِ فِي الْوُضُوءِ، فِيهِ أَيْضًا دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّ الْمَاسِحَ عَلٰى ظَهْرِ الْقَدَمَيْنِ غَيْرُ مُؤَدٍّ لِّلْفَرْضِ، لَا كَمَا زَعَمَتِ الرَّوَافِضُ أَنَّ الْفَرْضَ مَسْحُ ظُهُورِهِمَا، لَا غَسْلُ جَمِيعِ الْقَدَمَيْنِ.

''وضو میں پاؤں کے اندرونی حصے نہ دھونے پر وعید کا بیان۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پاؤں کے اوپر مسح کرنے والا فرض کو ادا نہیں کرتا۔ رافضیوں کا یہ خیال باطل ہے کہ وضو میں پاؤں کے اوپر مسح کرنا فرض ہے، پورے پاؤں کو دھونا فرض نہیں۔''

(صحيح ابن خزيمة :84/1)

❁ نیز مذکورہ حدیث پر ایک جگہ یوں تبویب کی ہے:

بَابُ التَّغْلِيظِ فِي تَرْكِ غَسْلِ الْعَقِبَيْنِ فِي الْوُضُوءِ، وَالدَّلِيلُ

عَلٰى أَنَّ الْفَرْضَ غَسْلُ الْقَدَمَيْنِ لَا مَسْحُهُمَا، إِذَا كَانَتَا بَادِيَتَيْنِ غَيْرَ مُغَطَّيَتَيْنِ بِالْخُفِّ، أَوْ مَا يَقُومُ مَقَامَ الْخُفِّ، لَا عَلٰى مَا زَعَمَتِ الرَّوَافِضُ أَنَّ الْفَرْضَ مَسْحُ الْقَدَمَيْنِ لَا غَسْلُهُمَا، إِذْ لَوْ كَانَ الْمَاسِحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ مُؤَدِّيًا لِّلْفَرْضِ، لَمَا جَازَ أَنْ يُّقَالَ لِتَارِكِ فَضِيلَةٍ : وَيْلٌ لَّهٗ، وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ، إِذَا تَرَكَ الْمُتَوَضِّئُ غَسْلَ عَقِبَيْهِ .

”وضو میں ایڑھیاں نہ دھونے پر وعید کا بیان۔ یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ جب پاؤں ننگے ہوں اور وہ موزوں وغیرہ سے ڈھکے ہوئے نہ ہوں، تو وضو میں ان کو دھونا فرض ہے، نہ کہ ان پر مسح کرنا، جب دونوں پاؤں موزوں یا ان کی قائم مقام کسی چیز سے ڈھانپ رکھے ہوں، تو ان پر مسح ہے، البتہ بات ایسے نہیں ہے، جیسا کہ رافضیوں نے گمان کیا ہے کہ پاؤں پر مسح کرنا فرض ہے، دھونا درست نہیں ہے۔ اگر ان پر مسح کرنے والا فرض کی ادائیگی کر لیتا ہوتا، تو (پاؤں دھونا صرف) ایک فضیلت والا عمل (ہوتا اور اس) کے تارک کو جہنم کی وادی کی وعید دینا جائز نہ ہوتا، جبکہ ایک وضو کرنے والے نے اپنی ایڑھیاں نہ دھوئیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرما دیا کہ خشک ایڑھیوں کے لیے جہنم کی وادی ”ویل“ ہے۔“

(صحيح ابن خزيمة :83/1)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

غَسْلُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِجْلَيْهِ، وَقَوْلُهٗ : وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ، كِفَايَةٌ لِّمَنْ وَفَّقَهُ اللّٰهُ لِلصَّوَابِ، وَدَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الَّذِي يَجِبُ غَسْلُ الْقَدَمَيْنِ، لَا الْمَسْحُ عَلَيْهِمَا، لِأَنَّهُ الْمُبِينُ عَنِ اللّٰهِ مَعْنٰى مَا أَرَادَ مِمَّا فَرَضَ فِي كِتَابِهٖ .

''رسول اللہ ﷺ نے وضو میں پاؤں مبارک دھوئے اور فرمایا کہ خشک ایڑھیوں کے لیے جہنم کی ''ویل'' نامی وادی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے حق قبول کرنے کی توفیق دی ہے، اس کے لیے یہی کافی ہے۔ یہ حدیث دلیل ہے کہ وضو میں پاؤں دھونا ہی واجب ہے، مسح کرنا نہیں، کیونکہ نبی اکرم ﷺ ہی قرآنِ کریم میں فرض کی گئی چیز کی حقیقت بیان کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہوئے تھے۔''

(الأوسط :415/1)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ مِنَ الْفِقْهِ إِيجَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ، وَفِي ذٰلِكَ تَفْسِيرٌ لِّقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾، وَبَيَانُ أَنَّهٗ أَرَادَ الْغَسْلَ، لَا الْمَسْحَ .

''اس حدیث میں فقہ ہے کہ وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے۔ یہ حدیث فرمانِ الٰہی: ﴿وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ کی تفسیر ہے اور واضح طور پر بتاتی ہے

کہ اللہ تعالیٰ کی مراد پاؤں کو دھونا ہے، نہ کہ مسح کرنا۔"

(التّمهيد : 254/14)

✿ علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلٰى بُطْلَانِ قَوْلِ مَنْ ذَهَبَ إِلٰى جَوَازِ مَسْحِ الْأَقْدَامِ، لِأَنَّ الْمَسْحَ لَا يَبْلُغُ الْأَعْقَابَ، وَإِنَّمَا يَكُونُ عَلٰى مُشْطِ الْقَدَمِ أَوْ بَعْضِهٖ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَوَعَّدُ بِالنَّارِ عَلٰى مَا لَيْسَ بِوَاجِبٍ.

"یہ حدیث دلیل ہے کہ جو لوگ پاؤں پر مسح کے قائل ہیں، ان کا مذہب باطل ہے، کیونکہ مسح ایڑھیوں تک نہیں پہنچتا، مسح تو پاؤں کے اوپر والے حصہ پر یا بعض حصہ پر کیا جاتا ہے اور نبی کریم ﷺ کسی غیر واجب عمل پر جہنم کی وعید نہیں سناتے (لہٰذا وضو میں پاؤں دھونا واجب ہے۔)"

(الشّافي في شرح مسند الشّافعي :203/1)

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

غَسْلُ الرِّجْلَيْنِ شَرْعٌ لَّازِمٌ، بَيَّنَهٗ لَنَا الرَّسُولُ، أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ، وَقَالَ : وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ، وَعَلَيْهِ الْأُمَّةُ، وَلَا اعْتِبَارَ لِمَنْ شَذَّ.

"وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے۔ ہمیں یہ بات رسول ﷺ نے یہ کہہ کر بیان فرما دی ہے: خشک ایڑھیوں کے لیے جہنم کی وادی "ویل" ہے۔ پوری امت کا اسی پر عمل ہے۔ امت سے بچھڑے ہوؤں کا کوئی اعتبار نہیں۔"

(سِيَرُ أعلام النّبلاء : 127/4)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

وَجْهُ الدَّلَالَةِ مِنْ هٰذِهِ الْأَحَادِيثِ ظَاهِرَةٌ، وَذٰلِكَ أَنَّهٗ لَوْ كَانَ فَرْضُ الرِّجْلَيْنِ مَسْحُهُمَا، أَوْ أَنَّهٗ يَجُوزُ ذٰلِكَ فِيهِمَا، لَمَا تَوَعَّدَ عَلٰى تَرْكِهٖ .

''ان احادیث سے استدلال بہت واضح ہے، کیونکہ اگر پاؤں پر مسح کرنا فرض ہوتا یا یہ وضو میں کافی ہوتا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ دھونے پر وعید نہ فرماتے۔''

(تفسیر القرآن العظیم : 494/2)

سوال: کیا جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے؟

جواب: جمعہ کے دن غسل کرنا مستحب ومسنون ہے، واجب نہیں۔

عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''اہل عراق میں سے کچھ لوگ آئے اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہنے لگے: ابن عباس! کیا آپ جمعہ کے دن غسل کو واجب سمجھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، لیکن یہ زیادہ پاکیزگی کا سبب ہے اور زیادہ بہتر ہے۔ جو شخص غسل نہ کرے، اس پر فرض نہیں۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ غسل کیسے شروع ہوا؟ لوگ کام میں انتہائی مصروف تھے، اون کے کپڑے پہنے کمر پر بوجھ اٹھاتے تھے۔ ان کی مسجد تنگ تھی اور اس کی چھت نیچی تھی اور وہ تھا بھی چھپر۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سخت گرمی والے دن تشریف لائے، لوگ اون کے کپڑوں میں پسینے سے شرابور تھے اور ان سے پسینے کی بدبو کے بھبوکے اٹھ رہے تھے جس سے

ایک دوسرے کو تکلیف ہو رہی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بد بو محسوس کی، تو فرمایا: لوگو! جب جمعہ کا دن ہو، تو غسل کر لیا کریں اور ہر شخص کے پاس جو تیل اور خوشبو ہو، لگا لیا کرے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اچھے دن لے آیا، لوگوں نے اونی کپڑے پہننا چھوڑ دیے، ان کا کام بھی ہلکا ہو گیا، ان کی مسجد بھی وسیع ہو گئی اور پسینے کی وجہ سے جو ایک دوسرے کو تکلیف ہوتی تھی، وہ بھی تقریباً ختم ہو گئی۔''

(سنن أبي داوٗد : 353، المعجم الكبير للطبراني : 219/11، شرح معاني الآثار للطحاوي : 116/1، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1755) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (280/1، 189/4) نے ''امام بخاری کی شرط پر صحیح'' قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس بارے میں ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔ (فتح الباري : 362/2)

❀ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مِنَ السُّنَّةِ الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ .

''جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔''

(مسند البزّار [كشف الأستار : 627]، وسندہٗ حسنٌ)

❀ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، بَيْنَمَا هُوَ قَائِمٌ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَادَاهُ عُمَرُ : أَيَّةُ سَاعَةٍ هٰذِهٖ؟ قَالَ :

إِنِّي شُغِلْتُ، فَلَمْ أَنْقَلِبْ إِلَى أَهْلِي حَتَّى سَمِعْتُ التَّأْذِينَ، فَلَمْ أَزِدْ أَنْ تَوَضَّأْتُ، فَقَالَ : وَالْوُضُوءُ أَيْضًا، وَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ بِالْغُسْلِ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن کھڑے خطبہ دے رہے تھے کہ مہاجرینِ اوّلین میں سے ایک صحابی مسجد میں داخل ہوئے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں پکارا: یہ کون سا وقت ہے؟انہوں نے کہا: میں کام میں مصروف تھا اور گھر لوٹا ہی تھا کہ اذان سنی،صرف وضو ہی کیا اور آ گیا۔فرمایا: اور کیا بھی صرف وضو،جبکہ آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو غسل کا حکم فرماتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 878، صحيح مسلم : 845)

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ مِنَ الْفِقْهِ : أَنَّ غُسْلَ الْجُمُعَةِ لَيْسَ بِوَاجِبٍ؛ لِأَنَّهٗ لَوْ كَانَ وَاجِبًا لَمَا تَرَكَهٗ عُثْمَانُ، وَلَأَمَرَهٗ بِهٖ عُمَرُ، فَلَمَّا سَكَتَ عَنْ أَمْرِهٖ بِذٰلِكَ بِمَحْضَرِ الصَّحَابَةِ دَلَّ عَلٰى أَنَّهٗ مَسْنُونٌ .

''اس حدیث میں فقہی مسئلہ ہے کہ جمعہ کا غسل واجب نہیں ہے،کیونکہ اگر یہ واجب ہوتا،تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ترک نہ کرتے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی غسل کا حکم فرماتے،جب آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی موجودگی میں غسل کا حکم دیتے سے سکوت فرمایا،تو یہ دلیل ہے کہ جمعہ کا غسل مسنون ہے۔''

(كَشف المُشكل :49/1)

❀ علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ غُسْلَ الْجُمُعَةِ غَيْرُ وَاجِبٍ لِأَنَّ مِثْلَ عُثْمَانَ وَقِدَمِهٖ فِي الْإِسْلَامِ وَعِلْمِهٖ وَدِينِهٖ مَا كَانَ يَتْرُكُ وَاجِبًا عَلَيْهِ، وَلِأَنَّهٗ لَوْ كَانَ وَاجِبًا لَأَمَرَهٗ عُمَرُ بِالرُّجُوعِ وَالْاِغْتِسَالِ وَفِي سُكُوتِهٖ عَنْ ذٰلِكَ وَالصَّحَابَةُ مُتَكَاثِرُونَ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهٗ غَيْرُ وَاجِبٍ.

''یہ حدیث دلیل ہے کہ جمعہ کا غسل واجب نہیں، کیونکہ عثمان رضی اللہ عنہ جیسے قدیم الاسلام، صاحب علم اور دین دار صحابی واجب کو ترک نہیں کر سکتے، نیز اگر جمعہ کا غسل واجب ہوتا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو واپس جا کر غسل کرنے کا حکم فرماتے، لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جم غفیر میں آپ رضی اللہ عنہ کا سکوت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ جمعہ کا غسل واجب نہیں۔''

(الشّافي في شرح مسند الشّافعي :494/1)

سوال: کیا امام اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان کلام کرسکتا ہے؟

جواب: اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان کلام کیا جا سکتا ہے، حسب ضرورت ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں، نیز کلام کے بعد دوبارہ اقامت کہنے کی ضرورت نہیں۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ، فَقَالَ : أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ وَتَرَاصُّوا، فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِّنْ وَّرَاءِ ظَهْرِي.

”اقامت کہی جا چکی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے رُخِ انور ہماری طرف پھیرا اور فرمایا: صفیں مکمل کر کے خوب مل کر کھڑے ہوں۔ میں آپ کو پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔“

(صحیح البخاري : 719)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ الْكَلَامِ بَيْنَ الْإِقَامَةِ وَالْإِحْرَامِ بِالصَّلَاةِ وَلَا بَأْسَ بِهٖ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ الْحِجَازِيِّينَ، وَهُوَ رَدٌّ عَلَى الْكُوفِيِّينَ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان بات کرنا جائز ہے، حجازی فقہا کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں، یہ حدیث اہل کوفہ کا رد کرتی ہے۔“

(التّوضيح : 597/6)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَعُدِّلَتِ الصُّفُوفُ قِيَامًا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا قَامَ فِي مُصَلَّاهُ، ذَكَرَ أَنَّهٗ جُنُبٌ، فَقَالَ لَنَا : مَكَانَكُمْ ثُمَّ رَجَعَ فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا وَرَأْسُهٗ يَقْطُرُ، فَكَبَّرَ فَصَلَّيْنَا مَعَهٗ .

”نماز کی اقامت کہہ دی گئی، صفیں سیدھی کر دی گئیں، تو رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، جب آپ ﷺ جائے نماز پر کھڑے ہوئے، تو آپ کو یاد آیا کہ آپ ﷺ حالت جنابت میں ہیں، تو آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا: اپنی جگہ پر رہیں۔ پھر واپس گئے اور غسل کیا، پھر ہمارے پاس تشریف

لائے، آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے، پھر آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔''

(صحيح البخاري : 275، صحيح مسلم : 605)

سوال: کتابت حدیث کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: کتابت حدیث جائز ہے، عہد نبوی میں بھی حدیث لکھی جاتی تھی۔ جس حدیث میں قرآن کے علاوہ کچھ بھی لکھنے سے منع کیا گیا ہے، اس کا تعلق ابتدا سے ہے، بعد میں حدیث لکھنے کی اجازت دے دی گئی، بلکہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے لکھا بھی گیا، لہٰذا حدیث لکھنے کی ممانعت منسوخ ہے، اکثر اہل علم کا یہی فیصلہ ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یمنی صحابی ابو شاہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ حجۃ الوداع لکھنے کی فرمائش کی، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اُكْتُبُوا لِأَبِي شَاهٍ .

''ابو شاہ کو (حدیث) لکھ دیں۔''

(صحيح البخاري : 2434، صحيح مسلم : 1355)

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ كِتَابَةَ الْحَدِيثِ غَيْرُ مَكْرُوهَةٍ، وَأَنَّ النَّهْيَ عَنْ كِتَابِ شَيْءٍ غَيْرِ الْقُرْآنِ مَنْسُوخٌ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ حدیث لکھنا مکروہ نہیں، نیز دلیل ہے کہ قرآن کے علاوہ کوئی شے لکھنے کی ممانعت منسوخ ہے۔''

(أعلام الحديث :216/1)

❁ نیز فرماتے ہیں:

يُشْبِهُ أَنْ يَّكُونَ النَّهْيُ مُتَقَدِّمًا وَّآخِرُ الْأَمْرَيْنِ الْإِبَاحَةُ، وَقَدْ قِيْلَ : إِنَّهٗ إِنَّمَا نُهِيَ أَنْ يُكْتَبَ الْحَدِيثُ مَعَ الْقُرْآنِ فِي صَحِيفَةٍ وَّاحِدَةٍ لِّئَلَّا يَخْتَلِطَ بِهٖ وَيَشْتَبِهُ عَلَى الْقَارِيءِ فَأَمَّا أَنْ يَّكُونَ نَفْسُ الْكِتَابِ مَحْظُورًا وَتَقْيِيدُ الْعِلْمِ بِالْخَطِّ مَنْهِيًّا عَنْهُ فَلَا .

”ممکن ہے کہ کتابت حدیث پہلے منع ہو، بعد میں اجازت مل گئی ہو، ایک قول یہ بھی ہے کہ دراصل ممانعت اس صورت میں تھی کہ حدیث کو قرآن کے ساتھ ایک ہی صحیفہ میں لکھا جائے، تاکہ دونوں آپس میں مل نہ جائیں اور قاری پر اشتباہ ہو جائے، ورنہ لکھنا یا علم کو تحریری طور پر محفوظ کرنا حرام ہے، نہ ممنوع۔“

(مَعالم السّنن : 184/4)

سوال: کیا تقریری حدیث حجت ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ کا قول، عمل اور تقریر ثابت ہو، تو وہ حجت ہیں۔ تقریر سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں کوئی عمل کیا گیا، مگر نبی کریم ﷺ نے اس سے منع نہیں کیا، تو یہ اس عمل کے جائز ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کسی ناجائز فعل پر خاموش نہیں رہتے، بلکہ ضرور بالضرور نکیر فرماتے تھے۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

جِئْتُ أَنَا وَالْفَضْلُ، يَوْمَ عَرَفَةَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَنَحْنُ عَلٰى أَتَانٍ فَمَرَرْنَا عَلٰى بَعْضِ الصَّفِّ فَنَزَلْنَا

عَنْهَا وَتَرَكْنَاهَا تَرْتَعُ فَلَمْ يَقُلْ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا زَادَ مَحْمُودٌ : فَدَخَلْنَا فِي الصَّلَاةِ .

''عرفہ کے دن میں اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما گدھی پر سوار ہو کر آئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے، ہم صف کے کچھ حصے کے سامنے سے گزر کر گدھی سے اتر گئے اور گدھی کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کچھ نہ کہا۔ محمود کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ہم نماز میں شامل ہو گئے۔''

(صحيح البخاري : 493، صحيح مسلم : 504، المُنتقٰى لابن الجارود : 168)

❀ صحیح بخاری میں الفاظ ہیں:

لَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ أَحَدٌ .

''ایسے کرنے کی وجہ سے مجھ پر کسی نے نکیر نہیں کی۔''

❀ علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ (٦٠٦ھ) فرماتے ہیں:

دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الشَّيْءَ إِذَا فُعِلَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يُنْكِرْهُ، أَنَّهُ جَائِزُ الْفِعْلِ، لِأَنَّهُ لَا يُقِرُّ أَحَدًا عَلٰى مَا لَا يَجُوزُ إِذَا رَآهُ أَوْ عَلِمَهُ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب کوئی کام کیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نکیر نہ فرمائیں، تو وہ عمل جائز ہوتا ہے، کیونکہ دیکھنے یا جاننے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو ایسے عمل پر قائم نہیں رہنے دیتے، جس کا کرنا ناجائز ہو (بلکہ فوراً منع فرما دیتے ہیں)۔''

(الشّافي في شرح مسند الشّافعي :494/1)

سوال: کیا وضو عبادت ہے؟

جواب: وضو اعلیٰ عبادت اور قرب الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے۔ نماز کا ارادہ نہ بھی، تب بھی وضو عبادت ہے۔ اسے نصف ایمان کہا گیا ہے، جو اس کے عبادت ہونے پر واضح دلیل ہے، چونکہ یہ عبادت ہے، تو اس کے لیے نیت بھی شرط ہے۔

❀ سیدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

دَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالشِّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ، ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوءَ فَقُلْتُ: الصَّلَاةَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَقَالَ: الصَّلَاةُ أَمَامَكَ، فَرَكِبَ، فَلَمَّا جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ، فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَصَلَّى الْمَغْرِبَ.

”رسول اللہ ﷺ عرفہ سے واپس ہوئے، جب (مزدلفہ کے قریب) گھاٹی میں پہنچے، تو نیچے اترے اور پیشاب کیا، پھر خفیف وضو کیا۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ فرمایا: نماز آگے جا کر ادا کرنی ہے۔ آپ ﷺ سوار ہو گئے، پھر جب مزدلفہ پہنچے، تو نیچے اترے اور عمدہ طریقہ سے وضو کیا، پھر اقامت کہی گئی اور آپ ﷺ نے نماز مغرب پڑھائی۔“

(صحيح البخاري: 139، صحيح مسلم: 1280)

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

فِي وُضُوئِهِ لِغَيْرِ الصَّلَاةِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْوُضُوءَ نَفْسَهُ عِبَادَةٌ

وَقُرْبَةٌ .

”نبی کریم ﷺ کا بغیر نماز کے ارادہ کے وضو کرنا دلیل ہے کہ وضو بذات خود عبادت اور قرب الٰہی کا موجب ہے۔“

(أعلام الحديث : 236/1)

❁ سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ .

”وضو نصف ایمان ہے۔“

(صحيح مسلم : 223)

سوال: بعض کہتے ہیں کہ شراب صرف انگور اور جو کی منع ہے، باقی کسی شے سے بنائی گئی شراب حرام نہیں، اس کی صرف کثیر مقدار حرام ہے۔ اس بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: ہر نشہ آور شے حرام ہے، خواہ وہ شراب ہو یا کوئی اور شے، نیز جس شے کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے، اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔ یہ کہنا کہ صرف انگور اور جو سے بنائی گئی شراب ممنوع ہے، باقی کوئی نہیں، باطل بات ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ .

”ہر نشہ آور مشروب حرام ہے۔“

(صحيح البخاري : 5585، صحيح مسلم : 2001، المُنتقٰى لابن الجارود : 855)

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ أَبْيَنُ الدَّلِيلِ عَلٰى أَنَّ قَلِيلَ الْمُسْكِرِ وَكَثِيرَهٗ حَرَامٌ مِنْ أَيِّ

نَوْعٍ كَانَ وَبِأَيَّةِ صَنْعَةٍ صُنِعَ، لِأَنَّهُ أَشَارَ إِلٰى جِنْسِ الشَّرَابِ الَّذِي يَكُونُ مِنْهُ السُّكْرُ .

''اس حدیث میں واضح دلیل ہے کہ نشہ آور شے کی قلیل اور کثیر مقدار حرام ہے، وہ نشہ آور شے خواہ کسی بھی نوع کی ہو اور کسی بھی طریقہ سے بنائی گئی ہو، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے نشہ آور شراب کی جنس کی طرف اشارہ کیا ہے۔''

(أعلام الحديث : 292/1)

❀ سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ عِنْدَنَا أَشْرِبَةً أَوْ شَرَابًا مِّنْ هٰذَا الْبِتْعِ مِنَ الْعَسَلِ وَالْمِزْرِ مِنَ الذُّرَةِ وَالشَّعِيرِ فَمَا تَأْمُرُنَا فِيهَا؟، قَالَ : أَنْهَاكُمْ عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ .

''میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہمارے پاس کچھ مشروبات ہیں جو بتع یعنی شہد کی شراب، اور مزر یعنی مکئی اور جو کی نبیذ ہے، تو آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں ہر نشہ آور چیز سے روکتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 4343، صحيح مسلم : 1733، المُنتقٰى لابن الجارود : 856)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَّكُلُّ خَمْرٍ حَرَامٌ .

''ہر نشہ آور چیز خمر (شراب) ہے اور ہر خمر حرام ہے۔''

(صحيح مسلم : 2003، المُنتقٰى لابن الجارود : 857)

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّنْبَذَ فِي الْمُقَيَّرِ وَالْمُزَفَّتِ وَالدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمَةِ وَالنَّقِيرِ، قَالَ: وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ.

''رسول اللہ ﷺ نے مقیر (تارکول لگا ہوا برتن) مزفت (روغنی برتن) دبا (کدو سے بنا ہوا برتن) حنتمہ (پرانا سبز مٹکا) اور نقیر (لکڑی کا برتن) میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے، نیز فرمایا: ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 501/2، سنن النّسائي : 5592، سنن ابن ماجه : 3401، المُنتقٰی لابن الجارود : 858، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ (۱۸۶۴) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۴۰۸) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَّكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ.

''ہر نشہ آور چیز خمر (شراب) ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 16/2-21، سنن النّسائي : 5590، سنن التّرمذي : 1864، سنن ابن ماجه : 3390، المُنتقٰی لابن الجارود : 859، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن'' اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۳۶۹) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهٗ فَقَلِيلُهٗ حَرَامٌ.

''جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ آور ہو، تو اس کی تھوڑی سی مقدار بھی حرام ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 343/3، سنن أبي داوٗد : 3681، سنن التّرمذي : 1865، سنن ابن ماجه : 3393، المُنتقٰی لابن الجارود : 860، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' کہا ہے۔اس کا ایک دوسرا طریق صحیح ابن حبان (۵۳۸۲) میں آتا ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا أَسْكَرَ مِنْهُ الْفَرَقُ فَمِلْءُ الْكَفِّ مِنْهُ حَرَامٌ.

''جس چیز کا ایک فرق (16 رطل وزن) نشہ پیدا کرے،اس کا ایک چلو بھی حرام ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 131-71/6، سنن أبي داوٗد : 3687، سنن التّرمذي : 1866، المُنتقٰی لابن الجارود : 861، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۳۸۳) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنْهَاكُمْ عَنْ قَلِيلِ مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ.

''جس چیز کی زیادہ مقدار استعمال کرنے سے نشہ آتا ہو،تو میں آپ کو اس کی کم مقدار سے بھی منع کرتا ہوں۔''

(سنن النّسائي : 5611، سنن الدّارمي : 2099، المُنتقٰی لابن الجارود : 862، مسند أبي یعلٰی : 694، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۳۷۰) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۱۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا نماز کی تلافی مال سے ہوسکتی ہے؟

جواب: نماز کی تلافی مال سے نہیں ہو سکتی۔ نماز کا کوئی فدیہ نہیں۔ چھوڑی گئی نمازوں پر توبہ واستغفار ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا، فَإِنَّ اللّٰهَ قَالَ : ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾ (طه : ١٤)

”جو نماز پڑھنا بھول جائے، تو وہ یاد آنے پر پڑھ لے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾ (طه : ١٤) ”میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔“

(صحیح مسلم : 680)

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ أَنَّ الصَّلَاةَ لَا تُجْبَرُ بِالْمَالِ كَمَا يُجْبَرُ الصَّوْمُ وَنَحْوُهُ.

”یہ حدیث دلیل ہے کہ (چھوڑی گئی) نمازوں کی تلافی مال سے نہیں کی جا سکتی، جیسا کہ (بعض صورتوں میں) روزوں وغیرہ کی تلافی مال سے ہوسکتی ہے۔“

(مَعالِم السُّنن : 140/1)

(سوال): اگر کتا برتن میں منہ ڈال دے، تو برتن میں موجود مشروب کا کیا حکم ہے؟

(جواب): کتا نجس العین ہے، جس برتن میں منہ ڈال دے، وہ برتن ناپاک ہو جاتا ہے اور اس میں موجود مشروب وغیرہ بھی ناپاک ہو جاتا ہے، اسے انڈھیل دینا چاہیے اور برتن کو سات مرتبہ دھویا جائے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا .

”جب کتا کسی کے برتن سے پی جائے، تو اس برتن کو سات دفعہ دھوئیں۔“

(صحيح البخاري : 172، صحيح مسلم : 279)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيُهْرِقْهُ وَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ .

”جب کتا کسی کے برتن میں سے منہ ڈال جائے، تو وہ (برتن میں موجود چیز کو) انڈھیل دے اور برتن کو سات مرتبہ دھوئے۔“

(صحيح مسلم : 279، المُنتقٰى لابن الجارود : 51)

❁ علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ (٦٠٦ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَمْرُ بِإِرَاقَتِهٖ دَلِيلٌ عَلٰى نَجَاسَتِهٖ، لِأَنَّهٗ لَوْ كَانَ بَاقِيًا عَلٰى طَهَارَتِهٖ لَمْ يَأْمُرْ بِإِرَاقَتِهٖ .

”برتن میں موجود شے کو انڈھیلنے کا حکم دینا دلیل ہے کہ وہ شے نجس ہو چکی ہے، کیونکہ اگر وہ بدستور پاک رہتی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے انڈھیلنے کا حکم نہ دیتے۔“

(الشّافي في شرح مسند الشّافعي : 103/1)

(سوال): حق مہر کی شرعی مقدار کیا ہے؟

(جواب): حق مہر کی کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ کوئی حد متعین نہیں۔ تاہم مہر میں اعتدال اور میانہ روی بہتر ہے۔ فریقین باہمی رضامندی سے جو طے کرلیں، وہ کم ہو یا زیادہ، درست اور جائز ہے، نیز حق مہر کا مال و دولت ہونا بھی ضروری نہیں۔

قرآن وحدیث اور سلف صالحین کے عمل سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حق مہر کی کوئی مقدار مقرر نہیں۔

❀ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ، فَقَالَتْ : إِنَّهَا قَدْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : مَا لِي فِي النِّسَاءِ مِنْ حَاجَةٍ، فَقَالَ رَجُلٌ : زَوِّجْنِيهَا، قَالَ : أَعْطِهَا ثَوْبًا، قَالَ ؛ لَا أَجِدُ، قَالَ : أَعْطِهَا؛ وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيدٍ، فَاعْتَلَّ لَهٗ، فَقَالَ : مَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ؟، قَالَ : كَذَا وَكَذَا، قَالَ : فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ .

”نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ اس نے اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہبہ کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے (مزید) عورتوں میں رغبت نہیں۔ ایک صحابی نے عرض کیا: اس عورت سے میری شادی کر دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے (حق مہر میں) کوئی کپڑا دے دیجیے۔ اس نے عرض کیا: میرے پاس کپڑا نہیں۔ آپ ﷺ

نے فرمایا: اسے کوئی چیز ضرور دیجیے، خواہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔ اس نے پھر معذرت کر لی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: آپ کو قرآن کتنا یاد ہے؟ اس نے عرض کیا: فلاں فلاں سورت۔ فرمایا: میں نے آپ کے ساتھ اس عورت کی شادی اس قرآن کے عوض کر دی ہے، جو آپ کو یاد ہے۔“

(صحيح البخاري : 5029؛ صحيح مسلم : 1425)

❀ علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهٗ لَا حَدَّ لِأَقَلِّ الْمَهْرِ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ کم سے کم حق مہر کی کوئی حد نہیں۔“

(الشّافي في شرح مسند الشّافعي : 432/4)

اس کے برخلاف احناف کا مؤقف ہے کہ حق مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم ہے، اس پر وہ ضعیف و باطل روایت اور قیاس سے دلیل لیتے ہیں۔

ہمارے مطابق صحیح اور ثابت احادیث کے مقابلہ میں باطل روایات اور قیاس کو پیش کرنا درست نہیں، حق وہی ہے، جو صحیح احادیث سے ثابت ہو، کیونکہ ضعیف روایات سے حجت پکڑنا جائز نہیں، نہ نص کے خلاف قیاس درست ہے۔

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

رَدُّ السُّنَّةِ الصَّحِيحَةِ الصَّرِيحَةِ الْمُحْكَمَةِ فِي جَوَازِ النِّكَاحِ بِمَا قَلَّ مِنَ الْمَهْرِ وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيدٍ مَعَ مُوَافَقَتِهَا لِعُمُومِ الْقُرْآنِ فِي قَوْلِهٖ : ﴿أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ﴾(النّساء : 24) وَلِلْقِيَاسِ فِي جَوَازِ التَّرَاضِي بِالْمُعَاوَضَةِ عَلَى الْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ، بِأَثَرٍ لَا

يَثْبُتُ وَقِيَاسٍ مِنْ أَفْسَدِ الْقِيَاسِ عَلٰى قَطْعِ يَدِ السَّارِقِ، وَأَيْنَ النِّكَاحُ مِنَ اللُّصُوصِيَّةِ؟ وَأَيْنَ اسْتِبَاحَةُ الْفَرْجِ بِهٖ مِنْ قَطْعِ الْيَدِ فِي السَّرِقَةِ؟ وَقَدْ تَقَدَّمَ مِرَارًا أَنَّ أَصَحَّ النَّاسِ قِيَاسًا أَهْلُ الْحَدِيثِ، وَكُلَّمَا كَانَ الرَّجُلُ إِلَى الْحَدِيثِ أَقْرَبَ كَانَ قِيَاسُهٗ أَصَحَّ، وَكُلَّمَا كَانَ عَنِ الْحَدِيثِ أَبْعَدَ كَانَ قِيَاسُهٗ أَفْسَدَ .

''فریقین راضی ہوں، تو تھوڑے حق مہر، خواہ وہ کی ایک انگوٹھی ہو، پر نکاح کے جواز کی صحیح، صریح اور محکم سنت کو ایک غیر ثابت اثر اور فاسد ترین قیاس کی وجہ سے رد کر دیا گیا ہے۔ قرآن کریم نے عمومی طور پر فرمایا ہے: ﴿أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ﴾(النّساء : 24)''تمہارے لیے اپنے مالوں کے عوض نکاح کرنا جائز ہے۔'' نیز فریقین کی رضا مندی کی صورت میں تھوڑے یا زیادہ مال کے بدلے خرید وفروخت پر قیاس بھی اسی بات کا متقاضی ہے۔ (احناف نے حق مہر کو قطع ید پر قیاس کیا ہے۔) حالانکہ کہاں نکاح اور کہاں چوری؟ کہاں شرمگاہ کی حلت اور کہاں چوری میں ہاتھ کاٹنا؟ کئی بار یہ بات ذکر کی جا چکی ہے کہ سب سے بہترین قیاس اہل حدیث ہی کرتے ہیں، کیونکہ جتنا کوئی شخص حدیث کے قریب ہوگا، اتنا ہی اس کا قیاس زیادہ صحیح ہوگا اور جتنا کوئی شخص حدیث سے دور ہوگا، اتنا ہی اس کا قیاس فاسد ہوگا۔''

(إعلام المؤقعين عن ربّ العالمين : 330/2)

سوال: کیا جہری نماز میں امام اونچی آمین کہے گا؟

جواب: جن نمازوں میں قرأت جہری کی جاتی ہے، ان میں امام آمین بھی اونچی کہے گا، نیز مقتدی بھی جہری نمازوں میں اونچی آمین کہیں گے۔اس پر کئی احادیث اور آثار صحابہ وتابعین دلالت کناں ہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ، فَأَمِّنُوا، فَإِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ تَأْمِينُهٗ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ .

''امام آمین کہے، تو آپ بھی آمین کہیں۔جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہوگئی، اس کے سابقہ تمام (صغیرہ) گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔''

(صحيح البخاري : 780، صحيح مسلم : 410)

❀ صحیح مسلم (۴۱۰، ۷۶۱) میں ہے:

إِذَا قَالَ الْقَارِي : ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ﴾ (الفاتحة : ٧) فَقَالَ : مَنْ خَلْفَهٗ : آمِينَ، فَوَافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ أَهْلِ السَّمَاءِ، غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ .

''جب امام﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ﴾کہے، مقتدی بھی آمین کہیں اور اس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہوگئی، اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔''

❀ علامہ ابوالقاسم رافعی رحمہ اللہ (۶۲۳ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْإِمَامَ يَجْهَرُ بِالتَّأْمِينِ حَيْثُ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ؛

لِأَنَّهُ إِذَا لَمْ يَجْهَرْ لَمْ يَعْرِفِ الْمَأْمُومُ أَنَّهُ مَتٰى يُؤَمِّنُ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ امام جب جہری قرأت کرے، تو آمین بھی جہری کہے گا، کیونکہ جب وہ اونچی آمین نہیں کہے گا، تو مقتدی بھی نہیں جان پائے گا کہ اس نے کب آمین کہنا ہے۔''

(شرح مسند الشّافعي :332/1)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ الْجَهْرُ بِالتَّأْمِينِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وُجُوهٍ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اونچی آمین کئی احادیث سے ثابت ہے۔''

(الأوسط : 131/3)

سوال: جس کا ارادہ حج یا عمرہ کرنے کا نہ ہو، کیا وہ بغیر احرام باندھے مکہ میں داخل ہوسکتا ہے؟

جواب: احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہونا اس کے لیے ضروری ہے، جو حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو، جو حج یا عمرہ نہیں کرنا چاہتا، وہ بغیر احرام بھی مکہ مکرمہ میں داخل ہوسکتا ہے، اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں، کیونکہ احرام باندھنا حج اور عمرہ کے لیے مشروع ہے، نہ کہ محض مکہ میں داخل ہونے کے لیے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

وَقَّتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ

وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ، فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ، لِمَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ.

''رسول اللہ ﷺ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ، اہل شام کے لیے جحفہ، اہل نجد کے لیے قرن منازل، اہل یمن کے لیے یلملم کو میقات مقرر کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ میقات وہاں کے باشندوں کے لیے بھی ہیں اور دیگر علاقوں کے ان لوگوں کے لیے بھی، جو وہاں سے گزر کر آئیں، یہ (احکام) ان لوگوں کے لیے ہیں، جو حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں۔''

(صحیح البخاري: 1526، صحیح مسلم: 1181)

❁ علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ: «مِمَّنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ» فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ مَنْ أَرَادَ الدُّخُولَ إِلٰى مَكَّةَ لِغَيْرِ حَجٍّ وَلَا عُمْرَةٍ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْإِحْرَامُ.

''فرمان نبوی: ''یہ (احکام) ان لوگوں کے لیے ہیں، جو حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں۔'' میں دلیل ہے کہ جو حج اور عمرہ کے بغیر مکہ میں داخل ہونا چاہتا ہو، اس کے لیے احرام باندھنا واجب نہیں۔''

(الشّافي في شرح مسند الشّافعي: 3/300)

سوال: کیا حاملہ عورت سے لعان ہو سکتا ہے؟

جواب: اگر شوہر نے بیوی پر تہمت زنا لگائی ہے اور بیوی اقرار نہ کرے، تو شوہر پر لازم ہے کہ چار عینی معتبر گواہ لے کر آئے، اگر گواہ لے آئے، تو درست، ورنہ میاں بیوی کے مابین لعان کا حکم نافذ ہوگا۔ بیوی حاملہ ہو، تب بھی لعان ہو سکتا ہے۔

❁ سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سُئِلْتُ عَنِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ، أَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا، فِي إِمَارَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَمَا دَرَيْتُ مَا أَقُولُ فَقُمْتُ مَكَانِي إِلٰى مَنْزِلِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَقُلْتُ: أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُتَلَاعِنَانِ أَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، نَعَمْ، إِنَّ أَوَّلَ مَنْ سَأَلَ عَنْ ذٰلِكَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ مِنَّا يَرَى امْرَأَتَهُ عَلٰى فَاحِشَةٍ، إِنْ تَكَلَّمَ تَكَلَّمَ بِأَمْرٍ عَظِيمٍ، وَّإِنْ سَكَتَ سَكَتَ عَلٰى مِثْلِ ذٰلِكَ قَالَ: فَلَمْ يُجِبْهُ، قَالَ: فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَتَاهُ فَقَالَ: الَّذِي سَأَلْتُ عَنْهُ قَدِ ابْتُلِيتُ بِهٖ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْآيَةَ فِي سُورَةِ النُّورِ: ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ﴾ حَتّٰى بَلَغَ: ﴿وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾(النّور: ٦-٩)، فَبَدَأَ بِالرَّجُلِ فَوَعَظَهٗ وَذَكَّرَهٗ وَأَخْبَرَهٗ أَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ، فَقَالَ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا كَذَبْتُ، ثُمَّ ثَنّٰى بِالْمَرْأَةِ فَوَعَظَهَا وَذَكَّرَهَا وَأَخْبَرَهَا أَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ، فَقَالَتْ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنَّهٗ لَكَاذِبٌ قَالَ: فَبَدَأَ بِالرَّجُلِ فَتَشَهَّدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهٗ لَمِنْ

الصَّادِقِينَ، وَالْخَامِسَةَ أَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ، ثُمَّ ثَنّٰى بِالْمَرْأَةِ فَشَهِدَتْ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهٗ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ، وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ، ثُمَّ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا.

''سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں مجھ سے دو لعان کرنے والوں (خاوند، بیوی) کے متعلق پوچھا گیا: کیا ان کے درمیان جدائی کرا دی جائے گی؟ مجھے علم نہیں تھا کہ میں کیا جواب دوں، چنانچہ میں اپنے گھر سے اٹھا اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے گھر چلا گیا، میں نے پوچھا: ابو عبدالرحمٰن! کیا دو لعان کرنے والوں (خاوند بیوی) کے درمیان جدائی ڈال دی جائے گی؟ انہوں نے کہا: سبحان اللہ! جی ہاں! سب سے پہلے اس بارے میں فلاں بن فلاں نے پوچھا تھا، اس نے کہا: اللہ کے رسول! مجھے بتائیں کہ کوئی آدمی اپنی بیوی کو بدکاری کرتے ہوئے دیکھ لے (تو کیا کرے)؟ اگر بات کرتا ہے، تو بہت بڑی بات ہے، اگر چپ کرتا ہے، تو پھر بھی ایسے ہی ہے۔ آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا، اگلے دن وہ آدمی آکر کہنے لگا: جو بات میں نے آپ سے پوچھی تھی، میں اس میں مبتلا ہو چکا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورہ نور کی یہ آیت اتاری: ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ .... وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾ (النور : 6-9) (جو لوگ اپنی بیویوں پر الزام لگاتے ہیں......الخ) آپ نے (لعان) مرد سے شروع کیا اسے وعظ و نصیحت کی اور بتایا کہ دنیا کی سزا آخرت کے مقابلے میں ہلکی ہے۔ اس (مرد)

نے کہا: اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں نے جھوٹ نہیں کہا۔ پھر آپ عورت کی طرف متوجہ ہوئے، اسے وعظ و نصیحت کی اور بتایا کہ دنیا کی سزا آخرت کے مقابلے میں ہلکی ہے۔ اس (عورت) نے کہا: اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! یہ جھوٹا ہے۔ پھر آپ مرد سے شروع ہوئے اور اس نے اللہ کے نام کی چار گواہیاں دیں کہ وہ سچا ہے اور پانچویں گواہی یہ دی کہ اگر وہ جھوٹا ہے، تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ پھر عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور اس نے اللہ کے نام کی چار گواہیاں دیں کہ وہ جھوٹا ہے اور پانچویں گواہی یہ دی کہ اگر وہ سچا ہے، تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو۔ پھر آپ نے ان کو الگ الگ کر دیا۔''

(صحیح مسلم: 1493، المنتقی لابن الجارود: 752)

✿ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا لَاعَنَ امْرَأَتَهُ وَانْتَفٰى مِنْ وَلَدِهَا، فَفَرَّقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا، وَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْأَةِ.

''ایک آدمی نے اپنی بیوی سے لعان کیا اور اس کے بچے کا انکار کیا (کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو الگ الگ کر دیا اور بچہ عورت کو دے دیا۔''

(صحیح البخاري: 5315، صحیح مسلم: 1497، المُنتقٰی لابن الجارود: 754)

✿ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاعَنَ بَيْنَ الْعَجْلَانِيِّ

وَامْرَأَتِهِ، وَكَانَتْ حُبْلٰى .

’’رسول اللہ ﷺ نے (عویمر) عجلانی اور ان کی بیوی کے درمیان لعان کرایا اور وہ حاملہ تھیں۔‘‘

(صحیح البخاري : 6855، صحیح مسلم : 1497، المُنتقٰی لابن الجارود : 755)

❁ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُوَيْمِرًا، أَتٰى عَاصِمَ بْنَ عَدِيٍّ فَذَكَرَ بَعْضَ الْحَدِيثِ، قَالَ : فَلَاعَنَهَا، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنْ حَبَسْتَهَا فَقَدْ ظَلَمْتَهَا، قَالَ : فَطَلَّقَهَا، فَكَانَ بَعْدُ سُنَّةً لِّمَنْ كَانَ بَعْدَهُمَا مِنَ الْمُتَلَاعِنِينَ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : انْظُرُوا فَإِنْ جَاءَ تْ بِهٖ أَسْحَمَ أَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ عَظِيمَ الْأَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ، فَلَا أَحْسَبُ عُوَيْمِرًا إِلَّا وَقَدْ صَدَقَ، وَإِنْ جَاءَ تْ بِهٖ أُحَيْمِرَ كَأَنَّهٗ وَحَرَةٌ فَلَا أَحْسَبُ عُوَيْمِرًا إِلَّا وَقَدْ كَذَبَ، قَالَ : فَجَاءَ تْ بِهٖ عَلَى النَّعْتِ الَّذِي نَعَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَصْدِيقِ عُوَيْمِرٍ قَالَ : وَكَانَ يُنْسَبُ بَعْدُ إِلٰى أُمِّهٖ .

’’عویمر رضی اللہ عنہ عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے حدیث کا کچھ حصہ ذکر کیا، کہتے ہیں: انہوں (عویمر) نے اپنی بیوی سے لعان کیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر (اب) آپ نے اسے اپنے نکاح میں رکھا، تو

اس پر ظلم ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے اسے طلاق دے دی، اس کے بعد ہر لعان کرنے والے کے لیے یہی دستور رائج ہو گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دیکھیں اگر اس (عورت) نے کالے رنگ والا، شدید کالی آنکھوں والا، بھاری کولھوں والا اور موٹی موٹی پنڈلیوں والا بچہ جنا، تو میں عویمر کو سچا سمجھوں گا، اگر اس نے سرخ رنگ اور بدصورت (پست قد) بچہ جنا، تو میں عویمر کو جھوٹا سمجھوں گا۔ راوی کہتے ہیں: اس نے ان اوصاف پر مشتمل بچہ جنا، جو آپ ﷺ نے عویمر رضی اللہ عنہ کی تصدیق میں بیان کیے تھے۔ بعد میں اس (بچے) کو ماں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔''

(صحیح البخاري: 4745، صحیح مسلم: 1492، المنتقی لابن الجارود: 756)

✿ علامہ مازری مالکی رحمہ اللہ (۵۳۶ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ لِعَانِ الْحَامِلِ فِي حَالِ حَمْلِهَا .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ حاملہ سے حالت حمل میں لعان کیا جا سکتا ہے۔''

(المُعلِم بفوائد مسلم: 213/2)

سوال: کیا ایسا ممکن ہے کہ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ ہو اور اس کا حکم باقی ہو؟

جواب: نسخ برحق ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے، جو مختلف اوقات میں اپنے بندوں پر مختلف احکام نافذ کرتا ہے، بندوں کے ذمہ تصدیق اور تسلیم ہے۔

قرآن کریم میں نسخ تین طرح کا ہوا ہے؛

① حکم اور تلاوت دونوں منسوخ جیسا کہ دس رضعات۔

② تلاوت منسوخ اور حکم باقی، مثلاً یہ حکم کہ شادی شدہ مرد اور شادی شدہ

عورت زنا کریں، تو انہیں رجم کردو۔

③ حکم منسوخ اور تلاوت باقی، اس کی کئی مثالیں ہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ فِيمَا أُنْزِلَ مِنَ الْقُرْآنِ عَشْرُ رَضْعَاتٍ مَّعْلُومَاتٍ يُّحَرِّمْنَ، ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَّعْلُومَاتٍ، فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهِيَ فِيمَا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ.

”پہلے قرآنِ مجید میں یہ حکم نازل ہوا تھا کہ دس دفعہ دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے، پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور پانچ دفعہ دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہونے کا حکم نازل ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات (کے بہت قریب) تک قرآنِ کریم میں اسی طرح پڑھا جاتا تھا۔“

(صحیح مسلم: 1452)

رضعات کے حوالہ سے دو طرح کا نسخ ہوا، پہلا یہ کہ آغاز میں قرآن کریم میں دس رضعات کا ذکر تھا، انہیں منسوخ کر کے پانچ رضعات کر دیا گیا، پھر اس کی تلاوت بھی منسوخ کر دی گئی۔ اب دس رضعات والی آیت کی تلاوت بھی منسوخ ہے اور حکم بھی، جبکہ پانچ رضعات والی آیت کی تلاوت منسوخ ہے اور حکم باقی ہے۔

❀ علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ نَسْخِ التِّلَاوَةِ وَبَقَاءِ الْحُكْمِ مِثْلُ آيَةِ الرَّجْمِ، نُسِخَ لَفْظُهَا وَبَقِيَ حُكْمُهَا.

”یہ حدیث دلیل ہے کہ ایسا ممکن ہے کہ (کسی آیت کی) تلاوت منسوخ ہو

جائے اور اس کا حکم باقی رہے، جیسے آیت رجم، کہ اس کے الفاظ منسوخ ہو گئے اور حکم باقی رہا۔“

(الشّافي في شرح مسند الشّافعي : 110/5)

سوال: کیا نماز مغرب کا وقت کم ہوتا ہے؟

جواب: نماز مغرب کا وقت غروب آفتاب سے لے کر شفق غائب ہونے تک رہتا ہے، یہ کافی وقت بنتا ہے، البتہ نماز مغرب کی ادائیگی میں جلدی کرنی چاہیے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَابْدَؤُوا بِالْعَشَاءِ .

”جب شام کا کھانا لگا دیا جائے اور نماز کھڑی ہو جائے، تو پہلے کھانا کھائیں۔“

(صحيح البخاري : 671، صحيح مسلم : 560)

❀ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى سِعَةِ وَقْتِ الْمَغْرِبِ، كَانَ كَانَ الْمُسْتَحَبُّ تَعْجِيلَهَا .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ نماز مغرب کا وقت وسیع ہوتا ہے، البتہ اسے جلدی ادا کرنا مستحب ہے۔“

(المَسالك في شرح موطأ مالك : 536/7)

❀ نیز فرماتے ہیں:

حَصَلَ الْإِجْمَاعُ فِي الْمَغْرِبِ عَلٰى أَنَّ الْمُبَادَرَةَ بِهَا عِنْدَ الْغُرُوبِ أَفْضَلُ .

”نماز مغرب کے بارے میں اجماع ہو چکا ہے کہ غروب آفتاب کے بعد اسے

جلدی ادا کرنا افضل ہے۔''

(المَسالك في شرح موطأ مالك :379/1)

سوال: کیا پہلے اُمتوں میں بھی اعتکاف مشروع تھا؟

جواب: اعتکاف صرف اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ نہیں، بلکہ زمانہ جاہلیت میں بھی اعتکاف کیا جاتا تھا، البتہ پہلی اُمتوں اور اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مسائل اعتکاف میں فرق ہوسکتا ہے۔

❀ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَقَالَ لَهٗ : «أَوْفِ بِنَذْرِكَ» .

''انہوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! میں نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک رات کا اعتکاف کروں گا، تو آپ نے انہیں فرمایا: اپنی نذر پوری کریں۔''

(صحيح البخاري : 6697، صحيح مسلم : 1656، المُنتقٰى لابن الجارود : 941)

❀ علامہ ابوالقاسم رافعی رحمہ اللہ (۶۲۳ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهٗ كَانَ لَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اعْتِكَافٌ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ اعتکاف کرتے تھے۔''

(شرح مسند الشّافعي : 79/2)

سوال: کیا نماز میں نیابت ہوسکتی ہے؟

جواب: کسی کی طرف سے نماز ادا نہیں کی جاسکتی۔ نماز خالص بدنی عبادت ہے،

بدنی عبادات میں نیابت جائز نہیں، اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا، فَإِنَّ اللّٰهَ قَالَ : ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾(طٰه : ١٤)

''جو نماز پڑھنا بھول جائے، تو وہ یاد آنے پر پڑھ لے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾(طٰه : ١٤) ''میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔''

(صحیح مسلم : 680)

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ أَحَدًا لَا يُصَلِّي عَنْ أَحَدٍ كَمَا يُحَجُّ عَنْهُ وَكَمَا يُؤَدّٰى عَنْهُ الدُّيُونُ وَنَحْوُهَا .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا، البتہ کسی کی طرف سے (جسمانی استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے یا نذر پوری کرنے کے لیے) حج کیا جا سکتا ہے، اسی طرح قرض وغیرہ کی ادائیگی کی جا سکتی ہے۔''

(مَعالِم السُّنن : 140/1)

سوال: کیا مال تجارت پر زکوٰۃ ہے؟

جواب: مال تجارت پر زکوٰۃ ہے، سال گزرنے کے بعد موجودہ مال کی قیمت کا محتاط اندازہ لگا کر زکوٰۃ دی جائے گی۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

قَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتَادَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ .

”خالد نے اپنی زرہیں اور جنگی ساز و سامان کو اللہ کے راستے میں وقف کر دیا ہے۔“

(صحيح البخاري : 1468، صحيح مسلم : 983)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى وُجُوبِ زَكَاةِ التِّجَارَةِ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ مال تجارت پر زکوٰۃ واجب ہے۔“

(شرح السُّنة : 34/6)

سوال: کیا عورت دوران عدت ایک گھر سے دوسرے گھر میں عدت کے لیے منتقل ہو سکتی ہے؟

جواب: شرعی عذر ہو یا اشد ضرورت ہو یا کسی فتنے کا اندیشہ ہو یا نقصان و ضرر کا خوف ہو، تو دوران عدت عورت ایک گھر سے دوسرے گھر میں عدت کے لیے منتقل ہو سکتی ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو دوران عدت گھر تبدیل کرنے کا فرمایا۔

❁ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ أَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ، طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ وَهُوَ غَائِبٌ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا وَكِيلَهُ بِشَعِيرٍ فَسَخِطَتْهُ، فَقَالَ : وَاللّٰهِ مَا لَكِ عَلَيْنَا مِنْ شَيْءٍ، فَجَاءَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ : لَيْسَ لَكِ عَلَيْهِ نَفَقَةٌ»، وَأَمَرَهَا أَنْ تَعْتَدَّ فِي

بَيْتِ أُمِّ شَرِيكٍ ثُمَّ قَالَ : تِلْكَ امْرَأَةٌ يَّغْشَاهَا أَصْحَابِي فَاعْتَدِّي عِنْدَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ، فَإِنَّهُ رَجُلٌ أَعْمٰى تَضَعِينَ ثِيَابَكِ، فَإِذَا حَلَلْتِ فَآذِنِينِي .

''ابو عمرو بن حفص رضی اللہ عنہ نے انہیں غیر موجودگی میں بتّہ طلاق دے دی اور اپنے وکیل کے ہمراہ کچھ جو بھیجے، تو وہ (یہ تھوڑے سے جو دیکھ کر) اس سے ناراض ہوئیں، اس نے کہا: اللہ کی قسم! ہمارے ذمہ آپ کا کوئی حق نہیں ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور سارا معاملہ آپ کے سامنے پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ان کے ذمہ آپ کا کوئی نفقہ نہیں۔ اسے ام شریک کے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا، پھر فرمایا: وہ (ام شریک) ایسی خاتون ہیں کہ اس کے پاس میرے صحابہ بکثرت آتے جاتے ہیں، لہٰذا آپ ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزار لیں، کیوں کہ وہ نابینا آدمی ہیں اگر آپ کسی وقت (فوری) کپڑے اتار بھی دیں، تو کوئی حرج نہیں اور جب عدت پوری کر لو، تو مجھے اطلاع دینا۔''

(صحیح مسلم : 1480، المُنتقٰی لابن الجارود : 760)

✿ علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (۶۵۶ ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْمُعْتَدَّةَ تَنْتَقِلُ لِأَجْلِ الضَّرَرِ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ عدت گزارنے والی ضرر کی وجہ سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو سکتی ہے۔''

(المُفهم : 269/4)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابوسہلہ سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَجُلًا أَمَّ قَوْمًا، فَبَصَقَ فِي الْقِبْلَةِ، وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ فَرَغَ: لَا يُصَلِّي لَكُمْ، فَأَرَادَ بَعْدَ ذٰلِكَ أَنْ يُّصَلِّيَ لَهُمْ فَمَنَعُوهُ وَأَخْبَرُوهُ بِقَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: نَعَمْ، وَحَسِبْتُ أَنَّهٗ قَالَ: إِنَّكَ آذَيْتَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ.

”ایک شخص قوم نے قوم کوامامت کرائی اور (دوران نماز) قبلہ کی طرف تھوکا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے۔ جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (آئندہ) یہ شخص آپ لوگوں کوامامت نہ کرائے۔ بعد میں اس شخص نے نماز پڑھانا چاہی، تو لوگوں نے اسے روک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنا۔ اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کواس معاملہ کی خبر دی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں (میں نے ہی انہیں روکا ہے)۔ (راوی کہتا ہے کہ) میرے خیال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس شخص سے) فرمایا: آپ نے اللہ اوراس کے رسول کواذیت دی ہے۔“

(سنن أبي داود: 481)

جواب: روایت ضعیف ہے۔ صالح بن خیوان (حیوان) کا سیدنا ابوسہلہ سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۱۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا قربانی کی ایک بکری گھر کے دس افراد کی طرف سے کفایت کر جاتی ہے؟

جواب: قربانی میں ایک بکری سارے گھر کی طرف سے کفایت کر جاتی ہے، خواہ گھر والے دس یا دس سے زیادہ افراد بھی ہوں۔ یہ صرف بکری، بکرے، دنبے وغیرہ یعنی چھوٹے جانور کے ساتھ خاص ہے، بڑا جانور پورے گھر کی طرف سے کفایت نہیں کرتا، البتہ ہر ہر فرد کی طرف سے الگ الگ حصہ ہو سکتا ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دنبے کی قربانی کی اور فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُّحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ .

”اللہ کے نام کے ساتھ (ذبح کرتا ہوں)، اے اللہ! (یہ قربانی) محمد (ﷺ) آل محمد اور امت محمد کی طرف سے قبول فرما۔“

(صحیح مسلم : 1967)

حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ ایک دنبہ تمام اہل خانہ کی طرف سے ذبح کیا جا سکتا ہے، سب کی طرف سے قربانی ادا ہو جائے گی۔

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الشَّاةَ الْوَاحِدَةَ تُجْزِئُ عَنِ الرَّجُلِ وَأَهْلِهِ

وَإِنْ كَثُرُوا .

"یہ حدیث دلیل ہے کہ (قربانی میں) ایک بکری آدمی اور اس کے گھر والوں کی طرف سے کافی ہو جاتی ہے، اگر چہ گھر والے زیادہ افراد بھی ہوں۔"

(مَعالم السّنن : 228/2)

❁ سیدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَحِّي بِالشَّاةِ الْوَاحِدَةِ عَنْ جَمِيعِ أَهْلِهِ .

"رسول اللہ ﷺ تمام اہل خانہ کی طرف سے ایک بکری قربانی کرتے تھے۔"

(الآحاد والمَثاني لابن أبي عاصم : 679، المستدرك للحاكم : 456/3، 229/4 واللّفظ لهٗ، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 268/9، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو "صحیح" کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔ یہ روایت صحیح بخاری (۷۲۱۰) میں موقوفا بھی مروی ہے۔

❁ سیدنا ابوسریحہ غفاری حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"میرے گھر والوں نے مجھے زیادتی پر اکسایا، حالانکہ مجھے سنت کا علم تھا کہ تمام اہل خانہ قربانی کے لیے ایک یا دو بکریوں پر اکتفا کر سکتے ہیں، (اب ایسا کریں)، تو پڑوسی کنجوس کہتے ہیں۔"

(سنن ابن ماجه : 3148، واللّفظ لهٗ، المستدرك للحاكم : 228/4، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 269/9، المُعجم الكبير للطّبراني : 3056، 3057، 3058، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کی سند کو امام حاکم رحمہ اللہ نے "صحیح" کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی

موافقت کی ہے۔

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَحَادِيثُ الْمُتَقَدِّمَةُ فِي جَوَازِ الْأُضْحِيَّةِ الْوَاحِدَةِ عَنْ أَهْلِ الْبَيْتِ .

”مذکورہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک بکری تمام گھر والوں کی طرف سے قربانی میں کفایت کرتی ہے۔“

(التّنبیه علی مشکلات الهدایة : 767/5)

سوال: ایک شخص نے کسی فقیر پر کوئی شے صدقہ کی، کچھ دنوں بعد اس فقیر سے وہ شے قیمت دے کر خرید لی، کیا حکم ہے؟

جواب: جو شے صدقہ کی ہے، اسے اسی فقیر سے نہ خریدے، جس پر اس نے صدقہ کیا تھا، کیونکہ وہ فقیر اس کے احسان کی وجہ سے شے کی قیمت کم بتائے گا یا وہ اسے فروخت کرنے میں حرج محسوس کرے گا، ایسا کرنا مکروہ اور مذموم ہے۔

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

حَمَلْتُ عَلٰی فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَأَضَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهٗ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهٗ مِنْهُ وَظَنَنْتُ أَنَّهٗ بَائِعُهٗ بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : لَا تَشْتَرِهٖ وَإِنْ أَعْطَاكَهٗ بِدِرْهَمٍ وَاحِدٍ، فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْئِهٖ .

”میں نے ایک گھوڑا اللہ کی راہ میں وقف کر دیا، تو جس کے پاس وہ گھوڑا تھا، اس نے اسے ضائع کر دیا، میں نے اس سے وہ گھوڑا خریدنا چاہا، میرا خیال تھا

کہ وہ مجھے گھوڑا ذرا سستا بیچ دے گا، تو اس متعلق میں نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا، فرمایا: وہ گھوڑا مت خریدیے، اگرچہ وہ آپ کو ایک درہم کا بھی دے دے، کیونکہ صدقہ کی گئی شے کو واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے، جو قے کر کے اسے خود چاٹ لیتا ہے۔''

(صحيح البخاري: 2623، صحيح مسلم: 1620)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا نَهْيُ تَنْزِيهٍ لَا تَحْرِيمٍ فَيُكْرَهُ لِمَنْ تَصَدَّقَ بِشَيْءٍ أَوْ أَخْرَجَهُ فِي زَكَاةٍ أَوْ كَفَّارَةٍ أَوْ نَذْرٍ وَنَحْوِ ذٰلِكَ مِنَ الْقُرُبَاتِ أَنْ يَشْتَرِيَهُ مِمَّنْ دَفَعَهُ هُوَ إِلَيْهِ أَوْ يَهَبُهُ أَوْ يَتَمَلَّكُهُ بِاخْتِيَارِهِ مِنْهُ فَأَمَّا إِذَا وَرِثَهُ مِنْهُ فَلَا كَرَاهَةَ فِيهِ ...... وَكَذَا لَوِ انْتَقَلَ إِلٰى ثَالِثٍ ثُمَّ اشْتَرَاهُ مِنْهُ الْمُتَصَدِّقُ فَلَا كَرَاهَةَ هٰذَا مَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ الْجُمْهُورِ .

''یہ نہی تنزیہی ہے، تحریمی نہیں، لہٰذا جس شخص نے کوئی شے صدقہ کی یا زکوٰۃ، کفارہ یا نذر وغیرہ جیسی عبادات میں نکالی، تو اس کے لیے وہ شے اس شخص سے خریدنا مکروہ ہے، جس (مستحق) کو اس نے وہ شے دی ہو یا ہبہ کی ہو یا خود اسے اس شے کا مالک بنایا ہو، البتہ اگر وہ (وارث ہونے کے ناطے) اسی شے کا وارث بن جائے، تو اسے لینے میں کوئی کراہت نہیں ......اسی طرح اگر وہ شے کسی تیسرے کے پاس چلی گئی، پھر صدقہ کرنے والا اسے (تیسرے شخص سے) خرید لے، تو اس میں بھی کوئی کراہت نہیں، یہ ہمارا اور جمہور اہل علم کا مذہب ہے۔''

(شرح مسلم :62/11)

البتہ اگر صدقہ کرنے والے نے اسی فقیر سے خرید لی، تو کراہت کے باوجود بیع صحیح ہو جائے گی اور وہ اس شے کا دوبارہ مالک بن جائے گا۔

البتہ اگر صدقہ والی شے کسی دوسرے شخص سے خریدے، جس نے فقیر سے خریدی تھی، تو اس میں کوئی حرج اور قباحت نہیں۔

❁ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ أَتَتْهُ امْرَأَةٌ، فَقَالَتْ : إِنِّي تَصَدَّقْتُ عَلٰى أُمِّي بِجَارِيَةٍ، وَإِنَّهَا مَاتَتْ، قَالَ : فَقَالَ : وَجَبَ أَجْرُكِ، وَرَدَّهَا عَلَيْكِ الْمِيرَاثُ .

''ایک دفعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک عورت آئی، عرض گزار ہوئی: میں نے اپنی ماں پر ایک لونڈی صدقہ کی تھی۔ اب میری ماں وفات پا چکی ہیں (اور وہ لونڈی ان کی میراث میں باقی ہے)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ (نے جو ماں پر صدقہ کیا تھا، اس) کا اجر ثابت ہو گیا اور آپ کی میراث (لونڈی) واپس آ گئی۔''

(صحیح مسلم : 1149)

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ مَنْ تَصَدَّقَ عَلٰى فَقِيرٍ بِشَيْءٍ فَاشْتَرَاهُ مِنْهُ بَعْدَ أَنْ أَقْبَضَهُ إِيَّاهُ فَإِنَّ الْبَيْعَ جَائِزٌ وَإِنْ كَانَ يُسْتَحَبُّ لَهُ أَنْ لَّا يَرْجِعَهُ إِلٰى مُلْكِهِ بَعْدَ أَنْ أَخْرَجَهُ بِمَعْنَى الصَّدَقَةِ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ جس نے کسی فقیر پر کوئی شے صدقہ کی، پھر وہ شے فقیر کے قبضہ میں دے دی، بعد میں اس سے وہ شے خرید لی، تو یہ بیع جائز ہے، اگرچہ اس کے لیے مستحب یہی ہے کہ ایک شے کو صدقہ کے ذریعہ اپنی ملکیت سے نکالنے کے بعد دوبارہ اسے اپنی ملکیت میں داخل نہ کرے۔''

(مَعالِم السّنن : 88/4)

سوال: سورت فاتحہ کے مضامین کے متعلق کیا کہتے ہے؟

جواب: سورت فاتحہ افضل ترین سورت ہے، اسے مضامین قرآن کا خلاصہ کہا جاتا ہے۔اس مضمون والی سورت نہ پہلی کسی کتاب میں نازل کی گئی اور نہ پورے قرآن میں کوئی دوسری سورت ہے۔ یہ ہر نماز کی ہر رکعت کا لازمہ ہے۔سورت فاتحہ بہترین دَم ہے، اسے رسول اللہ ﷺ نے دَم قرار دیا ہے۔اس کے کئی نام ہیں، جو اس کی وسعت، اہمیت اور کثیر الفوائد ہونے کی دلیل ہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا أُبَيُّ وَهُوَ يُصَلِّي، فَالْتَفَتَ أُبَيٌّ وَلَمْ يُجِبْهُ، وَصَلّٰى أُبَيٌّ فَخَفَّفَ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَعَلَيْكَ السَّلَامُ، مَا مَنَعَكَ يَا أُبَيُّ أَنْ تُجِيْبَنِي إِذْ دَعَوْتُكَ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي كُنْتُ فِي الصَّلَاةِ، قَالَ :

أَفَلَمْ تَجِدْ فِيمَا أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنْ : ﴿اسْتَجِيبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ﴾(الأنفال : 24) قَالَ : بَلٰى وَلَا أَعُوْدُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، قَالَ : تُحِبُّ أَنْ أُعَلِّمَكَ سُوْرَةً لَّمْ يَنْزِلْ فِي التَّوْرَاةِ وَلَا فِي الْإِنْجِيلِ وَلَا فِي الزَّبُوْرِ وَلَا فِي الْفُرْقَانِ مِثْلُهَا؟ قَالَ : نَعَمْ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كَيْفَ تَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ؟ قَالَ : فَقَرَأَ أُمَّ الْقُرْآنِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، مَا أُنْزِلَتْ فِي التَّوْرَاةِ وَلَا فِي الْإِنْجِيْلِ وَلَا فِي الزَّبُوْرِ وَلَا فِي الْفُرْقَانِ مِثْلُهَا، وَإِنَّهَا سَبْعٌ مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ الَّذِي أُعْطِيْتُهٗ .

”نبی کریم ﷺ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور آواز دی: اُبی! سیدنا ابی رضی اللہ عنہ نماز میں تھے، آواز سنی، لیکن جواب نہ دے سکے، البتہ نماز مختصر کی اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: السلام علیک یا رسول اللہ! فرمایا: وعلیک السلام، اُبی! میں نے بلایا تھا تو جواب کیوں نہیں دیا؟، عرض کیا: اللہ کے رسول! میں نماز پڑھ رہا تھا، فرمایا: کیا آپ نے قرآن کریم میں نہیں پڑھا کہ جب اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اس کام کی طرف بلائیں، جس میں تمہارے لیے زندگی ہے، تو ان کی آواز پر لبیک کہیں۔ عرض کیا: جی ضرور! آئندہ ایسا نہیں کروں گا، ان شاء اللہ!، فرمایا: کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو ایسی سورت سکھاؤں، جس کی مثل تورات، انجیل، زبور اور فرقان (قرآن) میں نازل نہیں ہوئی؟ عرض کیا: جی ہاں اللہ کے رسول! فرمایا: آپ نماز میں کیا

پڑھتے ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تب سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے سورت فاتحہ تلاوت کی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تورات، انجیل، زبور اور فرقان (قرآن) میں اس جیسی کوئی سورت نازل نہیں ہوئی۔ یہی سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے، جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد: 413,357/2، سنن الدّارمي: 3376، سنن التّرمذي: 2875، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' اور امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۸۶۱) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا فِي مَسِيْرٍ لَّنَا فَنزَلْنَا، فَجَاءَ تْ جَارِيَةٌ، فَقَالَتْ: إِنَّ سَيِّدَ الْحَيِّ سَلِيْمٌ، وَإِنَّ نَفرَنَا غَيْبٌ، فَهَلْ مِنْكُمْ رَاقٍ؟ فَقَامَ مَعَهَا رَجُلٌ مَّا كُنَّا نَأْبُنُهٗ بِرُقْيَةٍ، فَرَقَاهُ فَبَرَأَ، فَأَمَرَ لَهٗ بِثَلَاثِيْنَ شَاةً، وَسَقَانَا لَبَنًا، فَلَمَّا رَجَعَ قُلْنَا لَهٗ: أَكُنْتَ تُحْسِنُ رُقْيَةً أَوْ كُنْتَ تَرْقِي؟ قَالَ: لَا، مَا رَقَيْتُ إِلَّا بِأُمِّ الْكِتَابِ، قُلْنَا: لَا تُحْدِثُوْا شَيْئًا حَتّٰى نَأْتِيَ أَوْ نَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ ذَكَرْنَاهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: وَمَا كَانَ يُدْرِيْهِ أَنَّهَا رُقْيَةٌ؟ اقْسِمُوْا وَاضْرِبُوا لِي بِسَهْمٍ.

''کسی سفر کے دوران ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، تو ایک بچی آ کر کہنے لگی: اس

قبیلے کے سردار کو بچھو وغیرہ نے کاٹ لیا ہے اور ہمارے معالج غائب ہیں۔ کیا آپ میں کوئی دم کرنا جانتا ہے؟ ایک صحابی اس کے ساتھ چل دیئے۔ ہم نے انہیں کبھی دم کرتے نہیں دیکھا تھا، لیکن انہوں نے دم کیا اور وہ سردار صحت یاب ہو گیا۔ سردار نے انہیں تیس بکریاں دیں اور ہمیں دودھ بھی پلایا، وہ بکریاں لے کر آ گئے، تو ہم نے پوچھا: کیا آپ جانتے ہیں کہ دم کیسے کیا جاتا ہے؟ کہنے لگے: نہیں، میں نے تو بس سورت فاتحہ پڑھی اور دم کر دیا۔ بکریوں کے بارے میں ہم نے طے کیا، کہ اس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کریں گے، جب تک رسول اللہ ﷺ سے پوچھ نہ لیں۔ پھر ہم مدینہ منورہ پہنچے تو نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ سورت فاتحہ سے دم کیا جاتا ہے؟ بکریوں کو آپس میں تقسیم کر لیں اور میرا حصہ بھی رکھیے گا۔"

(صحيح البخاري : 5007، صحيح مسلم :2201)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

مَا الظَّنُّ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ الَّتِي لَمْ يُنْزَلْ فِي الْقُرْآنِ، وَلَا فِي التَّوْرَاةِ، وَلَا فِي الْإِنْجِيلِ، وَلَا فِي الزَّبُورِ مِثْلُهَا، الْمُتَضَمِّنَةِ لِجَمِيعِ مَعَانِي كُتُبِ اللّٰهِ الْمُشْتَمِلَةِ عَلٰى ذِكْرِ أُصُولِ أَسْمَاءِ الرَّبِّ تَعَالٰى وَمَجَامِعِهَا، وَهِيَ اللّٰهُ، وَالرَّبُّ، وَالرَّحْمٰنُ، وَإِثْبَاتِ الْمَعَادِ، وَذِكْرِ التَّوْحِيدَيْنِ؛ تَوْحِيدِ الرَّبُوبِيَّةِ، وَتَوْحِيدِ الْإِلٰهِيَّةِ، وَذِكْرِ الْافْتِقَارِ إِلَى الرَّبِّ سُبْحَانَهٗ فِي طَلَبِ الْإِعَانَةِ،

وَطَلَبِ الْهِدَايَةِ، وَتَخْصِيصِهِ سُبْحَانَهٗ بِذٰلِكَ، وَذِكْرِ أَفْضَلِ الدُّعَاءِ عَلَى الْإِطْلَاقِ، وَأَنْفَعِهِ وَأَفْرَضِهِ، وَمَا الْعِبَادُ أَحْوَجُ شَيْءٍ إِلَيْهِ، وَهُوَ الْهِدَايَةُ إِلٰى صِرَاطِهِ الْمُسْتَقِيمِ، الْمُتَضَمِّنِ كَمَالَ مَعْرِفَتِهٖ، وَتَوْحِيدِهٖ وَعِبَادَتِهٖ بِفِعْلِ مَا أَمَرَ بِهٖ، وَاجْتِنَابِ مَا نَهٰى عَنْهُ، وَالْاِسْتِقَامَةِ عَلَيْهِ إِلَى الْمَمَاتِ، وَيَتَضَمَّنُ ذِكْرَ أَصْنَافِ الْخَلَائِقِ، وَانْقِسَامَهُمْ إِلٰى مُنْعَمٍ عَلَيْهِ بِمَعْرِفَةِ الْحَقِّ، وَالْعَمَلِ بِهٖ، وَمَحَبَّتِهٖ، وَإِيثَارِهٖ، وَمَغْضُوبٍ عَلَيْهِ بِعُدُولِهٖ عَنِ الْحَقِّ بَعْدَ مَعْرِفَتِهٖ لَهٗ، وَضَالٍّ بِعَدَمِ مَعْرِفَتِهٖ لَهٗ.

وَهٰؤُلَاءِ أَقْسَامُ الْخَلِيقَةِ مَعَ تَضَمُّنِهَا لِإِثْبَاتِ الْقَدَرِ، وَالشَّرْعِ، وَالْأَسْمَاءِ، وَالصِّفَاتِ، وَالْمَعَادِ، وَالنُّبُوَّاتِ، وَتَزْكِيَةِ النُّفُوسِ، وَإِصْلَاحِ الْقُلُوبِ، وَذِكْرِ عَدْلِ اللّٰهِ، وَإِحْسَانِهٖ، وَالرَّدِّ عَلٰى جَمِيعِ أَهْلِ الْبِدَعِ وَالْبَاطِلِ، كَمَا ذَكَرْنَا ذٰلِكَ فِي كِتَابِنَا الْكَبِيرِ «مَدَارِجِ السَّالِكِينَ» فِي شَرْحِهَا.

وَحَقِيقٌ بِسُورَةِ هٰذَا بَعْضُ شَأْنِهَا أَنْ يُّسْتَشْفٰى بِهَا مِنَ الْأَدْوَاءِ، وَيُرْقٰى بِهَا اللَّدِيغُ.

وَبِالْجُمْلَةِ فَمَا تَضَمَّنَتْهُ الْفَاتِحَةُ مِنْ إِخْلَاصِ الْعُبُودِيَّةِ وَالثَّنَاءِ عَلَى اللّٰهِ، وَتَفْوِيضِ الْأَمْرِ كُلِّهٖ إِلَيْهِ، وَالْاِسْتِعَانَةِ بِهٖ، وَالتَّوَكُّلِ

عَلَيْهِ، وَسُؤَالِهِ مَجَامِعَ النِّعَمِ كُلِّهَا، وَهِيَ الْهِدَايَةُ الَّتِي تَجْلِبُ النِّعَمَ، وَتَدْفَعُ النِّقَمَ مِنْ أَعْظَمِ الْأَدْوِيَةِ الشَّافِيَةِ الْكَافِيَةِ ......

وَلَقَدْ مَرَّ بِي وَقْتٌ بِمَكَّةَ سَقِمْتُ فِيهِ، وَفَقَدْتُ الطَّبِيبَ وَالدَّوَاءَ، فَكُنْتُ أَتَعَالَجُ بِهَا آخُذُ شَرْبَةً مِّنْ مَاءِ زَمْزَمَ وَأَقْرَؤُهَا عَلَيْهَا مِرَارًا، ثُمَّ أَشْرَبُهُ فَوَجَدْتُ بِذٰلِكَ الْبُرْءَ التَّامَّ، ثُمَّ صِرْتُ أَعْتَمِدُ ذٰلِكَ عِنْدَ كَثِيرٍ مِّنَ الْأَوْجَاعِ فَأَنْتَفِعُ بِهَا غَايَةَ الْانْتِفَاعِ.

''سورت فاتحہ کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے کہ جس جیسی سورت نہ قرآن میں نازل ہوئی، نہ تورات میں، نہ انجیل میں اور نہ زبور میں۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی آسمانی کتب کے وہ تمام مضامین موجود ہیں، جو اسمائے الٰہیہ اور اس کے مجامع کے ذکر پر مشتمل ہیں، مثلاً اللہ، رب، رحمٰن، آخرت کا اثبات، توحید ربوبیت اور توحید اُلوہیت کا ذکر، مدد اور تعاون میں صرف رب سبحانہ وتعالیٰ کی طرف محتاجی کا ذکر، ہدایت طلب کرنا اور اسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ خاص کرنا، علی الاطلاق سب سے افضل، سب سے زیادہ نفع مند اور سب سے اہم دعا کا ذکر، بندوں کے لیے سب سے ضروری شے کا ذکر، جو کہ صراط مستقیم کی طرف راہنمائی ہے، صراط مستقیم سے مراد اللہ تعالیٰ کی کمال معرفت، اس کی وحدانیت، اس کی اسی کے حکم کے مطابق عبادت، اس کی ممنوعات سے اجتناب اور موت تک اس پر استقامت اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔ اس سورت میں مخلوق کی مختلف انواع واقسام کا ذکر ہے، ان میں سے بعض لوگوں کو حق کی

معرفت، اس پر عمل اور اس پر قربان ہونے کی وجہ سے انعام دیا گیا اور بعض لوگ حق کی معرفت کے بعد راہِ حق سے ہٹ جانے کی وجہ سے غضبِ الٰہی کا شکار ہوئے اور بعض لوگ حق کو پہچان ہی نہ سکے اور گمراہ قرار پائے۔ یہ لوگوں کی مختلف اقسام ہیں، اس کے ساتھ ساتھ اس سورت میں تقدیر، شریعت، اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات، آخرت اور نبوتوں کا اثبات، تزکیہ نفوس، دلوں کی اصلاح، اللہ کے عدل واحسان کا ذکر اور تمام اہل بدعت اور اہل باطل کا رد ہے، جیسا کہ ہم نے اپنی بڑی کتاب ''مدارج السالکین'' میں سورت فاتحہ کی شرح میں اس کا تذکرہ کر دیا ہے۔

اس سورت کا حق بنتا ہے کہ اس کے ذریعے بیماریوں کا علاج کیا جائے اور ڈسنے پر اس سے دَم کیا جائے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سورت فاتحہ میں خالص عبودیت، اللہ تعالیٰ کی ثناء، تمام اُمور اسی کے سپرد کرنے، اسی سے مدد طلب کرنے، اسی پر توکل کرنے، اسی سے تمام نعمتوں کے مجامع یعنی ہدایت کا سوال کرنے کا ذکر ہے، ہدایت سے نعمتوں کا نزول ہوتا ہے اور سزائیں دور ہوتی ہیں۔ یہ سورت سب سے بڑا علاج ہے، یہ سورت شافیہ اور کافیہ ہے۔

مکہ میں ایک وقت میں بیمار ہو گیا، وہاں مجھے کوئی معالج اور دوائی نہیں مل رہی تھی، تو میں نے سورت فاتحہ کے ذریعے علاج کیا، میں نے تھوڑا سا آب زمزم لیا، اس پر کئی بار سورت فاتحہ پڑھی اور اسے پی لیا، مجھے مکمل شفا مل گئی، پھر میں بہت سی بیماریوں میں اسی دَم پر اعتماد کرتا رہا اور مجھے کمال درجہ کا فائدہ ہوا۔''

(زاد المَعاد : 4/163-164)

سوال: قرض کی واپسی کرتے وقت قرض کی مقدار سے زائد دینا کیسا ہے؟

جواب: اگر قرض دہندہ (قرض دینے والا) نے زائد وصول کرنے کی شرط عائد نہیں کی، تو قرض واپس کرتے وقت مقررہ مقدار سے زائد دینا مستحب ہے، اسے بہترین ادائیگی کہا گیا ہے۔ یہ حسن سلوک کی بہترین صورت ہے۔ یہ ایک طرح کا تحفہ ہے، اسے وصول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

لیکن اگر قرض دہندہ نے قرض سے زائد وصول کرنے کی شرط عائد کی تھی، تو یہ سود ہے، جو کہ بالاتفاق حرام اور ناجائز ہے۔

❁ سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْلَفَ مِنْ رَجُلٍ بَكْرًا، فَقَدِمَتْ عَلَيْهِ إِبِلٌ مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ، فَأَمَرَ أَبَا رَافِعٍ أَنْ يَقْضِيَ الرَّجُلَ بَكْرَهُ، فَرَجَعَ إِلَيْهِ أَبُو رَافِعٍ، فَقَالَ : لَمْ أَجِدْ فِيهَا إِلَّا خِيَارًا رَبَاعِيًا، فَقَالَ : أَعْطِهِ إِيَّاهُ، إِنَّ خِيَارَ النَّاسِ أَحْسَنُهُمْ قَضَاءً .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے نوعمر اونٹ اُدھار لیا، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صدقہ کے اونٹ آئے، تو ابو رافع رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس شخص کو (صدقہ کے اونٹوں سے) نوعمر اونٹ واپس کر دیں، ابو رافع رضی اللہ عنہ (دیکھ کر) واپس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: مجھے بہترین چھ سالہ اونٹ کے علاوہ کوئی اونٹ نہیں ملا، فرمایا: انہیں وہی دے دیں، کیونکہ بہترین لوگ وہی

ہیں، جو ادائیگی میں اچھا برتاؤ کریں۔‘‘

(صحیح مسلم : 1600)

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ مَنِ اسْتَقْرَضَ شَيْئًا، فَرَدَّهٗ أَحْسَنُ أَوْ أَكْثَرُ مِنْ غَيْرِ شَرْطٍ، كَانَ مُحْسِنًا، وَيَحِلُّ ذٰلِكَ لِلْمُقْرِضِ .

’’یہ حدیث دلیل ہے کہ جس نے کوئی شے بطور قرض لے، پھر بغیر شرط اس سے بہتر یا زیادہ شے واپس کی، تو وہ احسان کرنے والا ہوگا اور قرض دہندہ کے لیے وہ شے (وصول کرنا) جائز ہے۔‘‘

(شرح السّنة : 191/8)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ لِرَجُلٍ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ، فَأَغْلَظَ لَهٗ، فَهَمَّ بِهٖ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا، فَقَالَ لَهُمْ : اشْتَرُوا لَهٗ سِنًّا، فَأَعْطُوهُ إِيَّاهُ، فَقَالُوا : إِنَّا لَا نَجِدُ إِلَّا سِنًّا هُوَ خَيْرٌ مِنْ سِنِّهٖ، قَالَ : فَاشْتَرُوهُ، فَأَعْطُوهُ إِيَّاهُ، فَإِنَّ مِنْ خَيْرِكُمْ، أَوْ خَيْرَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً .

’’ایک شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرض تھا، اس نے (واپسی کے مطالبہ میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سختی کی، یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو گراں گزری، تو

فرمایا: (کوئی بات نہیں) جس کا قرض دینا ہو، وہ بات کر جاتا ہے، پھر صحابہ سے فرمایا: اس کے لیے اسی عمر کا اونٹ خرید لیں اور اسے ادا کر دیں، صحابہ نے عرض کیا: ہمیں اس کے اونٹ کے ہم عمر کوئی اونٹ نہیں ملا، سب اونٹ بہتر اور زیادہ عمر والے ہیں، فرمایا: اسے ہی خرید لیں اور اس کی ادائیگی کر دیں، کیونکہ آپ میں بہتر وہ ہے، جو ادائیگی میں اچھا برتاؤ کرے۔''

(صحيح البخاري: 2606، صحيح مسلم: 1601)

سوال: بعض لوگ بات کرتے ہوئے ذو معنی گفتگو کرتے ہیں، اس بارے میں اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟

جواب: مؤمن دل اور زبان سے پاک ہوتا ہے، اس کی گفتگو صاف اور شائستہ ہوتی ہے۔ ذو معنی باتیں کرنا اسلام کی مخالفت ہے، اپنی گفتگو میں جنسی پہلو ڈالنا ایک طرح کی ذہنی بیماری ہے، میڈیا پر اکثر لوگ اسی کا شکار ہے، وہ جنسی گفتگو کر کے لوگوں کی واہ واہ تو سمیٹ لیتے ہیں، لیکن کئی محرمات کے مرتکب قرار پاتے ہیں۔

فحش کلامی اور بدزبانی ممنوع اور حرام ہے، قبیح اور بری باتوں کو صریح الفاظ میں ادا کرنا درست نہیں، اگرچہ وہ صحیح ہوں اور بولنے والا سچا ہو۔ البتہ واقعات وصورت حال کے بیان میں اگر ان کا تذکرہ کرنا مقصود ہو، تو اشاروں کنایوں کی زبان استعمال کرنی چاہیے، ایک خوبصورت سی تعبیر کہ مفہوم ومطلب سمجھ آجائے، قرآن اور سنت مطہرہ کا یہی اسلوب ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَآئِكُمْ﴾ (البقرة: ١٨٧)

''روزوں کی راتوں میں بیویوں کے پاس جانا جائز کر دیا گیا ہے۔''

❀ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنكُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا﴾(النّساء: ٢١)

''تم دیا ہوا مال کیونکر واپس لے سکتے ہو، جبکہ تم ایک دوسرے سے صحبت کر چکے ہو اور وہ تم سے عہد واثق لے چکی ہیں۔''

❀ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِن طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ﴾(البقرة: ٢٣٧)

''عورتوں کے پاس جانے سے پہلے اگر انہیں طلاق دے دو۔''

جہاں صراحت سے ذکر کرنا حیا کے تقاضوں کے منافی ہو، وہاں مناسب ہے کہ ایسے اشارات و کنایات استعمال کیے جائیں، جو سمجھ کے قریب تر ہوں، لہٰذا عورت سے جماع کرنے کی تعبیر کنایۃً ملنے، دخول کرنے، ہم بستری کرنے وغیرہ سے کی جائے، اس کے لیے جماع، وطی وغیرہ جیسے صریح الفاظ استعمال نہ کیے جائیں۔

اسی طرح پیشاب و پاخانہ کو کنایہ میں تعبیر کرتے ہوئے قضائے حاجت، آب دست، بیت الخلا اور طہارت کہا جائے، صریح الفاظ میں پاخانہ کرنا، پیشاب کرنا وغیرہ نہ کہا جائے۔ یہ اس وقت ہے، جب صریح الفاظ ذکر کرنے کی ضرورت نہ ہو، البتہ اگر تعلیم یا توضیح و تشریح کے لیے اس کی ضرورت محسوس ہو اور اندیشہ ہو کہ مخاطب کنائی اور مجازی الفاظ کو نہیں سمجھے گا، یا غلط سمجھ لے گا، تو پھر صریح الفاظ کا استعمال کرنا بہتر ہے، احادیث میں جہاں کہیں صریح الفاظ استعمال ہوئے ہیں، انہیں اسی حالت پر محمول کریں گے، کہ حصول فہم اور مقصود کا ادراک ادب کی رعایت سے کہیں زیادہ بہتر و مقدم ہے، وباللہ التوفیق!

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيءِ .

''مومن بہت زیادہ طعنے دینے والا، بہت زیادہ لعنت کرنے والا، فحش گو اور بد کردار نہیں ہوتا۔''

(مسند أحمد : 416/1، الأدب المُفرد للبُخاري : 312، المُعجَم الكبير للطَّبَراني : 10483، المستدرك للحاكم : 12/1، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 193/10، وسندهٗ حسنٌ)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ الْيَهُودَ دَخَلُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا : السَّامُ عَلَيْكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : السَّامُ عَلَيْكُمْ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ : السَّامُ عَلَيْكُمْ يَا إِخْوَانَ الْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِيرِ، وَلَعْنَةُ اللّٰهِ وَغَضَبُهٗ، فَقَالَ : يَا عَائِشَةُ، مَهْ، فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَمَا سَمِعْتَ مَا قَالُوا؟ قَالَ : أَوَمَا سَمِعْتِ مَا رَدَدْتُ عَلَيْهِمْ؟ يَا عَائِشَةُ، لَمْ يَدْخُلِ الرِّفْقُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهٗ، وَلَمْ يُنْزَعْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهٗ .

''کچھ یہودی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور السام علیکم کہا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: السام علیکم! سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہودیوں کا یہ جملہ سن کر فرمایا: اے بندروں اور خنزیروں کے بھائیو! سام (موت)، اللہ کی لعنت اور غضب آپ پر ہی نازل ہو، نبی کریم ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سکون کی

تلقین کی، انہوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ نے سنا نہیں کہ انہوں نے کیا کہا ہے؟ فرمایا: عائشہ! میں نے انہیں جو جواب دیا ہے، آپ نے وہ نہیں سنا؟ نرمی جس چیز میں ہوا سے مزین کر دیتی ہے، جس چیز سے چھین لی جائے، اسے عیب دار بنا دیتی ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 241/3، وسندهٗ حسنٌ)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَلْأَمُ أَخْلَاقِ الْمُؤْمِنِ الْفُحْشُ .

''مؤمن میں سب سے گھٹیا حرکت فحش کلامی ہے۔''

(الأدب المفرد للبخاري : 314، المعجم الكبير للطّبراني :8561، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ منہال بن عمرو رحمہ اللہ سے مروی ہے:

أَنَا وَاللّٰهِ رَأَيْتُ رَأْسَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ حِينَ حُمِلَ وَأَنَا بِدِمَشْقَ وَبَيْنَ يَدَيِ الرَّأْسِ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْكَهْفِ حَتّٰى بَلَغَ قَوْلَهٗ تَعَالٰى : ﴿أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا﴾ قَالَ : فَأَنْطَقَ اللّٰهُ الرَّأْسَ بِلِسَانٍ ذَرْبٍ فَقَالَ : أَعْجَبُ مِنْ أَصْحَابِ الْكَهْفِ قَتْلِي وَحَمْلِي .

''اللہ کی قسم! میں نے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے سر کو دیکھا، جب اسے نیزے پر اٹھا کر لے جایا جا رہا تھا، اس وقت میں دمشق میں تھا، سر کے آگے آگے ایک آدمی تھا، جو سورت کہف کی تلاوت کر رہا تھا، جب وہ اس آیت پر پہنچا: ﴿أَمْ

حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا﴾

''(اے نبی!) کیا آپ نے یہ سمجھ لیا کہ غار اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے عجیب شے تھے؟'' تو اللہ تعالیٰ نے سر کو قوت گویائی دے، وہ صاف آواز میں بولا: اصحاب کہف سے زیادہ تعجب خیز بات میرا قتل ہونا اور مجھے نیزے پر اٹھا کر لے جانا ہے۔''

(تاريخ ابن عساكر : 370/60)

جواب: سند جھوٹی ہے۔

① عبداللہ بن زاہر رازی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

② ابوحسین محمد بن احمد بن مخزوم ''ضعیف'' ہے۔

③ اعمش کا عنعنہ ہے۔

④ احمد بن محمد بن سلیمان قاضی کی توثیق نہیں۔

⑤ محمد بن علی بن عباس صیرفی کے حالات زندگی نہیں ملے

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سلمہ بن کہیل رحمہ اللہ سے مروی ہے:

رَأَيْتُ رَأْسَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَلَى الْقَنَا وَهُوَ يَقُولُ : ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ .

''میں نے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا سر نیزے پر لٹکا دیکھا، وہ یہ آیت تلاوت کر رہا تھا: ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ ''عنقریب اللہ آپ کو ان سے کافی ہو جائے گا، وہ خوب سننے والا اور خوب علم والا ہے۔''

(تاریخ ابن عساکر : 117/22)

جواب: سند باطل ہے۔

① ابوشعیب صالح بن حکیم بصری کے حالات زندگی نہیں ملے۔

② محمد بن احمد مصری کا تعین وتوثیق درکار ہے۔

③ علی بن ہارون انصاری کون ہے؟ معلوم نہیں ہو سکا۔

④ ابوالحسن محمد بن احمد عسقلانی کی توثیق نہیں ملی۔

⑤ اعمش کا عنعنہ ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ بِالْحَدِيثِ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِيَ أَمَانَةٌ .

''جب کوئی شخص بات کہے، پھر ادھر ادھر دیکھے، تو وہ بات امانت ہے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 402/8، سنن أبي داود : 4868، سنن التّرمذي : 1959)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن'' کہا ہے۔

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صالح'' کہا ہے۔

(الضّعفاء الكبير :246/1)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۱۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں نے بھی امام کی اقتدا میں نماز پڑھی، جبکہ امام نے عورتوں کی اقتدا کی نیت نہیں کی، کیا حکم ہے؟

جواب: عورتوں کا مرد امام کی اقتدا میں نماز پڑھنا صحیح ہے، نیز امام کے لیے عورتوں کی اقتدا کی نیت کرنا ضروری نہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

بِتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ، فَصَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ جَاءَ، فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ نَامَ، ثُمَّ قَامَ، فَجِئْتُ، فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ، فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهٖ، فَصَلَّى خَمْسَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ نَامَ حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيطَهٗ، أَوْ قَالَ: خَطِيطَهٗ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ.

''میں نے ایک رات اپنی خالہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر بسر کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز پڑھ کر گھر تشریف لائے اور چار رکعتیں پڑھ کے سو گئے۔ پھر نماز کا قیام کیا، تو میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دائیں جانب کر دیا۔ پھر پانچ رکعت پڑھیں، اس کے بعد دو رکعت پڑھیں۔

پھر سو گئے، میں نے خراٹوں کی آواز سنی۔ پھر آپ ﷺ فجر کے لئے تشریف لے گئے۔‘‘

(صحيح البخاري : 697، صحيح مسلم : 763)

رسول اللہ ﷺ قیام اللیل فرما رہے تھے، تو بعد میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑا ہو گئے، نبی کریم ﷺ نے جب نماز کا آغاز کیا، تو منفرد کی حیثیت سے کیا تھا، مگر جب ابن عباس رضی اللہ عنہ شامل ہوئے، تو آپ ﷺ امام بن گئے اور انہیں بطور مقتدی اپنی دائیں طرف کھڑا کر لیا۔

یہ حدیث دلیل ہے کہ امام کے لیے نماز کے آغاز میں مقتدیوں کی نیت کرنا ضروری نہیں، خواہ مقتدی مرد ہو یا عورت۔

❀ فقہ حنفی میں ہے:

يَصِحُّ اقْتِدَاءُ الْمَرْأَةِ بِالرَّجُلِ فِي صَلَاةِ الْجُمُعَةِ وَإِنْ لَمْ يَنْوِ إِمَامَتَهَا وَكَذَا فِي الْعِيدَيْنِ وَهُوَ الْأَصَحُّ، كَذَا فِي الْخُلَاصَةِ .

’’نماز جمعہ میں عورت کا مرد کی اقتدا کرنا صحیح ہے، اگرچہ وہ عورت کی اقتدا کی نیت نہ بھی کرے، صحیح قول کے مطابق عیدین میں بھی یہی حکم ہے، جیسا کہ ’’خلاصہ‘‘ میں لکھا ہے۔‘‘

(فتاویٰ عالمگیری:1/85)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

نَزَلَ رَجُلَانِ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ عَلٰى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، فَقُتِلَ

أَحَدُهُمَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ مَكَثَ الْآخَرُ بَعْدَهُ سَنَةً، ثُمَّ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ، فَأُرِيَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَنَّ الَّذِي مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ دَخَلَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْآخَرِ بِحِينٍ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ طَلْحَةُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كَمْ مَكَثَ بَعْدَهُ؟ قَالَ : حَوْلًا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : صَلَّى أَلْفًا وَّثَمَانِ مِائَةِ صَلَاةٍ، وَصَامَ رَمَضَانَ .

''یمن سے دو شخص سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے ہاں مہمان ٹھہرے، ان میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ (جہاد کرتے ہوئے) شہید ہو گیا، جبکہ دوسرا شخص ایک سال بعد تک زندہ رہا اور پھر بستر پر (طبعی موت) فوت ہوا۔ سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو خواب آیا کہ ان میں سے جو شخص بستر پر فوت ہوا، وہ جنت میں دوسرے شخص سے ایک مدت قبل داخل ہو گیا۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنا خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: وہ شخص کتنی مدت بعد تک زندہ رہا؟ عرض کیا: ایک سال، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (چونکہ) اس نے (شہید ہونے والے کی بہ نسبت) اٹھارہ سو (فرض) نمازیں (زائد) پڑھی ہیں اور رمضان کے روزے رکھے ہیں۔''

(مسند الإمام أحمد :161/1، سنن ابن ماجه : 3925)

جواب: سند ضعیف ہے۔ ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن کا سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے سماع

نہیں ہے۔

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَبُو سَلْمَةَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ وَلَا مِنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ .

''ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ نے اپنے والد اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔''

(تاريخ يحيى بن مَعين برواية الدُّوري : 236/3)

❁ یہ روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(مسند الإمام أحمد : 333/2)

مگر اس روایت میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر وہم اور خطا ہے، اسے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''وہم'' قرار دیا ہے، درست یہی ہے کہ یہ روایت ابوسلمہ عن طلحہ کی سند سے ہے۔

(عِلَل الدّارقطني : 518)

سوال: کیا ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنا واجب ہے؟

جواب: مسواک مستحب سنت ہے، ہر وضو اور نماز سے پہلے مسواک کرنا اجر و ثواب ہے، یہ منہ کی صفائی اور رب تعالیٰ کی رضا کا باعث ہے۔ یہ مستحب ہے، اسے فرض یا واجب قرار دینا درست نہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ .

''اگر میں اپنی امت پر مشقت نہ سمجھتا، تو انہیں مسواک کرنے کا حکم دیتا۔''

(صحيح البخاري : 7240)

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ وُضُوءٍ .

''اگر میں اپنی امت کے لیے دشواری نہ سمجھتا، تو انہیں ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔''

(مسند الإمام أحمد : 460/2، 517، السّنن الكبرىٰ للنّسائي :3031، شرح معاني الآثار للطّحاوي :43/1، صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۴۰) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۶۳) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

حَدِيثُ الْبَابِ دَلِيلٌ عَلٰى عَدَمِ وُجُوبِهٖ، لِقَوْلِهٖ فِي الْحَدِيثِ : «لَأَمَرْتُهُمْ» أَيْ أَمْرُ إِيجَابٍ، فَإِنَّهٗ تَرَكَ الْأَمْرَ بِهٖ لِأَجْلِ الْمَشَقَّةِ .

''حدیث باب دلیل ہے کہ مسواک کرنا واجب نہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: ''میں انہیں مسواک کا حکم دے دیتا۔'' سے مراد وجوبی حکم تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشقت کی وجہ سے یہ حکم ترک کر دیا۔''

(سُبُل السّلام :57/1)

سوال: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جواب: کسی حدیث میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا کسی صحابی کی خلافت بلافصل پر واضح صراحت نہیں ہے، البتہ کئی ایک احادیث میں خلافت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر واضح اشارے موجود ہیں، جن کی بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بالاتفاق سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو

خلیفہ بلافصل منتخب کیا، بالفاظ دیگر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر نص صریح نہیں، بلکہ نص خفی ہے۔

❀ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لَمَّا دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتِي قَالَ : مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ : فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ فَلَوْ أَمَرْتَ غَيْرَ أَبِي بَكْرٍ، قَالَتْ : وَاللّٰهِ، مَا بِي إِلَّا كَرَاهِيَةُ أَنْ يَتَشَاءَمَ النَّاسُ، بِأَوَّلِ مَنْ يَقُومُ فِي مَقَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ : فَرَاجَعْتُهُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، فَقَالَ : لِيُصَلِّ بِالنَّاسِ أَبُو بَكْرٍ فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف لائے تو فرمایا: ابوبکر کو حکم دیں کہ نماز پڑھائیں۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ابوبکر رضی اللہ عنہ رقیق القلب ہیں، قرآن پڑھتے ہیں، تو آنسوؤں پر کنٹرول نہیں رہتا۔ کسی اور کو حکم دے دیں، تو اچھا ہو۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر سب سے پہلے کھڑے ہونے والے کے بارے میں بدشگونی کریں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو تین بار تکرار کیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دیں کہ نماز پڑھائیں، آپ تو صواحب یوسف علیہ السلام جیسی ہو۔''

(صحيح البخاري : 679، صحيح مسلم : 418، واللفظ لهٗ)

حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُتَوَاتِرٌ .

''یہ حدیث متواتر ہے۔''

(تاريخ الخلفاء، ص 52)

سیّدنا عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا اسْتُعِزَّ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا عِنْدَهٗ فِي نَفَرٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ دَعَاهُ بِلَالٌ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَالَ : مُرُوا مَنْ يُصَلِّي لِلنَّاسِ فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَمْعَةَ فَإِذَا عُمَرُ فِي النَّاسِ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ غَائِبًا، فَقُلْتُ : يَا عُمَرُ قُمْ فَصَلِّ بِالنَّاسِ، فَتَقَدَّمَ فَكَبَّرَ، فَلَمَّا سَمِعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَهٗ وَكَانَ عُمَرُ رَجُلًا مُّجْهِرًا، قَالَ : فَأَيْنَ أَبُو بَكْرٍ؟ يَأْبَى اللّٰهُ ذٰلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ، يَأْبَى اللّٰهُ ذٰلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ فَبَعَثَ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ فَجَاءَ بَعْدَ أَنْ صَلّٰى عُمَرُ تِلْكَ الصَّلَاةَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ .

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف شدت اختیار کر گئی، میں مسلمانوں کے ایک گروہ کے ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کی طرف بلایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی کو نماز پڑھانے کا حکم دیں، عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ نکلے، تو عمر رضی اللہ عنہ موجود تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ غائب تھے۔ میں نے کہا:

عمر! اٹھیے اور لوگوں کو نماز پڑھائیے، وہ آگے بڑھے اور تکبیر کہی، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی آواز بلند تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز سن لی اور فرمایا: ابوبکر کہاں ہیں؟ اللہ اور مؤمنوں نے اس کام کا انکار کر دیا ہے۔ اللہ اور مؤمنوں نے اس کا انکار کر دیا ہے۔ آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ عمر رضی اللہ عنہ وہ نماز پڑھا چکے، تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، پھر اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔''

(مسند الإمام أحمد: 322/4، سنن أبي داوٗد: 4660، المعرفة والتّاريخ للفَسوي: 453/1-454، حسنٌ)

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْخَبَرِ دَلِيلٌ عَلٰى خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَذٰلِكَ أَنَّ قَوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَأْبَى اللّٰهُ ذٰلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ، مَعْقُولٌ مِنْهُ أَنَّهٗ لَمْ يُرِدْ بِهٖ نَفْيَ جَوَازِ الصَّلَاةِ خَلْفَ عُمَرَ فَإِنَّ الصَّلَاةَ خَلْفَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ دُونَهٗ مِنَ الْمُسْلِمِينَ جَائِزَةٌ، وَإِنَّمَا أَرَادَ بِهِ الْإِمَامَةَ الَّتِي هِيَ دَلِيلُ الْخِلَافَةِ وَالنِّيَابَةِ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقِيَامِ بِأَمْرِ الْأُمَّةِ بَعْدَهٗ.

''اس حدیث میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دلیل ہے، وہ اس طرح کہ فرمان نبوی: ''اللہ اور مؤمن اس کا انکار کرتے ہیں۔'' سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ نہیں تھی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں، نماز تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ان سے کم درجہ مسلمان کے پیچھے بھی جائز ہے۔

دراصل یہاں آپ ﷺ نے وہ امامت مراد لی تھی، جو خلافت اور رسول اللہ ﷺ کے بعد اُمت کے معاملات میں آپ ﷺ کی نیابت پر دلیل ہو۔''

(مَعالم السّنن : 309/4)

سوال: نماز جنازہ میں بچے پر کون سی دعا پڑھنی چاہیے؟

جواب: چھوٹے بچے کی نماز جنازہ میں نبی کریم ﷺ سے منقول وماثور دعائیں پڑھی جا سکتی ہیں، ساتھ ساتھ درج ذیل دعائیں بھی پڑھ لیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يُصَلِّي عَلَى الْمَنْفُوسِ الَّذِي لَمْ يَعْمَلْ خَطِيئَةً قَطُّ، وَيَقُولُ : اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَّفَرَطًا وَّذُخْرًا .

''آپ رضی اللہ عنہ پیدائشی طور پر فوت ہونے والے بچے کی نماز جنازہ پڑھتے تھے، جس سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا ہوتا، اس میں یہ دعا پڑھتے: اے اللہ! اس بچے کو ہمارے لیے میزبان، پیش رو اور توشہ آخرت بنا دے۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 6794، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَبِي هُرَيْرَةَ عَلٰى صَبِيٍّ لَمْ يَعْمَلْ خَطِيئَةً قَطُّ فَسَمِعْتُهٗ يَقُولُ : اَللّٰهُمَّ أَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ .

''میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک بچے کی نماز جنازہ پڑھی، جس نے ابھی تک کوئی خطا نہیں کی تھی (عمر بلوغ کو نہیں پہنچا تھا)، تو میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ دعا کرتے سنا: اللہ! اسے عذاب قبر سے محفوظ فرما۔''

(موطأ الإمام مالك :228/1، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي :509/1، وسندهٗ صحيحٌ)

اس اثر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ عذاب قبر کو حق مانتے تھے۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ جس بچے سے گناہ سرزد ہی نہیں ہوا، اسے عذاب قبر کیسے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بچے کے لیے ایک دعا کر دی۔ دعا تو کسی کے لیے بھی کی جا سکتی ہے۔ اگر اسے اس دعا کی ضرورت ہو، تو درست، ورنہ اس کے درجات کی بلندی کا باعث بنے گی۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی عذاب قبر سے مراد فتنہ قبر، قبر کی وحشت اور خوف ہو۔

❁ حسن بصری رحمہ اللہ بچے کی نماز جنازہ میں یہ دعا پڑھتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّذُخْرًا وَّأَجْرًا .

''اے اللہ! اس بچے کو ہمارے لیے پیش رو، ذخیرہ آخرت اور باعث اجر وثواب بنا دے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 29828، الدُّعاء للطّبراني : 1203، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَتٰى عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا شَاكٍ أَقُولُ : اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ أَجَلِي قَدْ حَضَرَ فَأَرِحْنِي، وَإِنْ كَانَ مُتَأَخِّرًا فَارْفَعْنِي، وَإِنْ كَانَ بَلَاءً فَصَبِّرْنِي، فَضَرَبَنِي بِرِجْلِهٖ وَقَالَ : كَيْفَ قُلْتَ؟ فَأَعَدْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ اشْفِهٖ أَوْ قَالَ : اَللّٰهُمَّ

عَافِهِ، قَالَ عَلِيٌّ : فَمَا اشْتَكَيْتُ وَجَعِي ذٰلِكَ بَعْدُ.

''میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، اس وقت میں بیمار تھا اور یہ دعا کررہا تھا: اے اللہ! اگر میری موت کا وقت آچکا ہے، تو مجھے (موت دے کر) راحت عطا فرما، اگر موت کا وقت مؤخر ہے، تو مجھے شفا عطا فرما اور اگر یہ آزمائش ہے، تو مجھے صبر عطا فرما۔ نبی کریم ﷺ نے مجھے اپنے پاؤں مبارک سے ٹھوکر لگائی اور فرمایا: یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے یہ کلمات دہرائے، تو نبی کریم ﷺ نے دعا کی: اللہ! انہیں شفا عطا فرما۔ یا فرمایا: اللہ! انہیں عافیت عطا فرما۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس کے بعد مجھے کبھی وہ بیماری لاحق نہیں ہوئی۔''

(مسند الإمام أحمد : 84/1، 128، السّنن الكبرىٰ للنّسائي : 10830، سنن التّرمذي : 3564، حلية الأولياء لأبي نعيم : 96/5 واللّفظ لهٗ)

جواب: سند حسن ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (٦٩٤٠) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (٢/٦٢١) نے امام بخاری و امام مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

سوال: کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا بھول جائے، تو جب یاد آئے، مندرجہ ذیل دعا پڑھے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کھانے کی ابتدا بسم اللہ سے کریں اور اگر بھول جائے اور بعد میں یاد آئے، تو اسی وقت یہ دعا پڑھ لیں:

بِسْمِ اللّٰهِ فِي أَوَّلِهٖ وَآخِرِهٖ.

''اللہ کے نام سے، کھانے کا آغاز بھی اور اختتام بھی۔''

(مسند الإمام أحمد : 6/246-207-208-265؛ سنن أبي داود : 3767؛ سنن الترّمذي : 1858؛ سنن ابن ماجه : 3264؛ وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (5214)، حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (زاد المعاد : 2/397) نے ''صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ (4/108) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

اُم کلثوم، لیثیہ ہیں یا اُم کلثوم بنت محمد بن ابی بکر الصدیق ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے بنت محمد بن ابی بکر قرار دیا ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَذَا فِي عِدَّةِ أُصُولٍ.

''(ترمذی کے) کئی نسخوں میں اسی طرح (اُم کلثوم) ہے۔''

(النکت الظراف : 12/443)

❀ نیز فرماتے ہیں:

اَلْعُمْدَةُ عَلٰى قَوْلِ التِّرْمِذِيِّ.

''امام ترمذی رحمہ اللہ کے قول پر ہی اعتماد کیا جائے گا۔''

(تهذيب التّهذيب : 12/478)

❀ سیدنا امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، ایک شخص کھانا کھا رہا تھا، اس نے ''بسم اللہ'' نہیں پڑھی تھی، یہاں تک کہ ایک لقمہ باقی رہ

گیا، جب وہ لقمہ اس نے منہ کی طرف اٹھایا، تو اس نے کہا:

بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ .

”اللہ کے نام سے اس کا آغاز و اختتام کرتا ہوں۔“

یہ سن کر نبی کریم ﷺ مسکرا دیئے، فرمایا: شیطان اس کے ساتھ کھاتا رہا، جب اس نے بسم اللہ پڑھ لی، تو شیطان نے سب قے کر دیا۔“

(مسند الإمام أحمد : 336/4، سنن أبي داوٗد : 3768، عمل اليوم واللّيلة للنّسائي : 282، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (1/108۔109) نے ”صحیح الاسناد“ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ”صحیح“ کہا ہے۔

سوال: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے معراج کے قصہ میں فرمایا:

فِي أَصْلِهَا أَرْبَعَةُ أَنْهَارٍ نَهْرَانِ بَاطِنَانِ، وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ، فَسَأَلْتُ جِبْرِيلَ، فَقَالَ : أَمَّا الْبَاطِنَانِ فَفِي الْجَنَّةِ، وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ : النِّيلُ وَالْفُرَاتُ .

”سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ میں چار نہریں ہیں، دو ظاہری ہیں اور دو باطنی ہیں۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا، تو انہوں نے کہا: دو باطنی نہریں جنت میں ہیں اور دو ظاہری نہروں سے مراد نیل اور فرات ہے۔“

(صحيح البخاري : 3207، صحيح مسلم : 164)

کیا نیل اور فرات کے دریا سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ سے پھوٹتے ہیں؟

جواب: شارحین حدیث نے اس حدیث کی مختلف توجیہات کی ہیں۔ درست یہ معلوم ہوتا ہے کہ نیل اور فرات کی اصل سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ سے پھوٹی ہے، جیسے انسان کی اصل جنت سے ہے، بعد میں زمین پر اتارا گیا، اسی طرح نیل اور فرات کے پانی کی اصل سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ سے ہے، بعد میں زمین پر نیل اور فرات کی صورت میں جاری ہوا۔

بعض نے یہ کہا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ میں موجود دریاؤں کے پانی کی کثرت اور اہمیت کو بیان کرنے کے لیے انہیں نیل اور فرات سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جو اہمیت زمین والوں کے نزدیک نیل اور فرات کی ہے، وہ آسمانوں پر ان نہروں کی ہے۔

شاید یہ رائے درست نہیں، واللہ اعلم!

سوال: درج ذیل حدیث کا ترجمہ کیا ہے؟

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي، فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ.

(صحيح البخاري: 7405، صحيح مسلم: 2675)

جواب: ذکر کردہ الفاظ حدیث کا ترجمہ یہ ہے:

”میں اپنے بندے کے ساتھ اسی طرح معاملہ کرتا ہوں، جیسے وہ میرے متعلق گمان رکھتا ہے، جب وہ مجھے یاد کرتا ہے، تو میری مدد، نصرت اور تائید اسے شامل حال ہو جاتی ہے، اگر وہ مجھے آہستہ یاد کرے، تو میں بھی اسے آہستہ یاد

کرتا ہوں، اگر وہ مجھے لوگوں کی ایک جماعت میں یاد کرتا ہے، تو میں اسے ان سے بہتر (فرشتوں) کی موجودگی میں یاد کرتا ہوں۔“

سوال: ”بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر“ کہنا کیسا ہے؟

جواب: بے شک رسول اللہ ﷺ کی شان ومقام سب سے بلند ہے، مگر آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی شان اور بزرگی کے ساتھ ملا کر ذکر کرنا اہل سنت کا طریقہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور نبی کریم ﷺ مخلوق ہے۔ خالق اور مخلوق کے درمیان کوئی تناسب نہیں۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نسبت نہیں دی جا سکتی، البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کائنات کی ہر مخلوق میں افضل اور اعلیٰ ہیں۔

سوال: بعض لوگ جھوٹی باتیں کر کے لوگوں کو ہنساتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹی بات کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ یہ بھی جھوٹ ہے۔ لوگوں کے لیے ایسے شخص کی باتیں سننا جائز نہیں، بلکہ اس پر نکیر کرنا ضروری ہے۔

❁ سیدنا معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ، وَيْلٌ لَّهٗ وَيْلٌ لَّهٗ .

”اس شخص کے لیے ہلاکت ہے، جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے، اس کے لیے ہلاکت ہے، اس کے لیے ہلاکت ہے۔“

(سنن أبي داود : 4990، سنن التّرمذي : 2315، وسندهٗ حسنٌ)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ”حسن“ کہا ہے۔

❁ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ دَلِيلٌ عَلٰى تَحْرِيمِ الْكَذِبِ لِإِضْحَاكِ الْقَوْمِ، وَهٰذَا

تَحْرِيمٌ خَاصٌّ، وَيُحَرَّمُ عَلَى السَّامِعِينَ سَمَاعُهُ إِذَا عَلِمُوهُ كَذِبًا؛ لِأَنَّهُ إِقْرَارٌ عَلَى الْمُنْكَرِ بَلْ يَجِبُ عَلَيْهِمُ النَّكِيرُ أَوِ الْقِيَامُ مِنَ الْمَوْقِفِ، وَقَدْ عُدَّ الْكَذِبُ مِنَ الْكَبَائِرِ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولنا حرام ہے، یہ خاص حرمت ہے، نیز سامعین کے لیے اس کی بات سننا بھی حرام ہے، جب انہیں معلوم ہو کہ یہ جھوٹی بات ہے، کیونکہ یہ منکر کام پر قائم رکھنا ہے، بلکہ لوگوں پر واجب ہے کہ نکیر کریں یا مجلس سے اٹھ جائیں۔ جھوٹ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔''

(سُبُل السّلام : 683/2)

جھوٹ کی حرمت پر کتاب وسنت کی نصوص بھری پڑی ہیں، جھوٹ سب سے قبیح گناہ اور بدترین عیب ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ؛ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ .

''منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرتا ہے، تو جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے، تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور امانت میں خیانت کرتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 33، صحيح مسلم : 59)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ

مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا؛ إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ .

''چار چیزیں جس میں ہوں، وہ خالص منافق ہے اور جس میں ایک چیز ہو، اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے، یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے: ① جب بات کرے، تو جھوٹ بولے۔ ② وعدہ کرے، تو خلاف ورزی کرے۔ ③ امانت دی جائے، تو خیانت کرے ④ جب جھگڑا کرے، تو گالم گلوچ کرے۔''

(صحيح البخاري : 34، صحيح مسلم : 58)

معلوم ہوا کہ جھوٹ بولنا نفاق کی علامت ہے، جھوٹ برائی کا راستہ ہے، جو سیدھا جہنم کو جاتا ہے۔

❁ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ کلمات محفوظ کیے ہیں:

دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلٰى مَا لَا يَرِيبُكَ، فَإِنَّ الصِّدْقَ طُمَأْنِينَةٌ، وَإِنَّ الْكَذِبَ رِيبَةٌ .

''جو شک میں مبتلا کرے، اسے چھوڑ دیں اور شک سے پاک چیز اختیار کریں، سچائی میں اطمینان اور جھوٹ میں شک ہے۔''

(سنن التّرمذي : 2518، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ، فَإِنَّهُ مَعَ الْبِرِّ وَهُمَا فِي الْجَنَّةِ، وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّهُ مَعَ الْفُجُورِ، وَهُمَا فِي النَّارِ .

”سچ کولازم کرلیں، کیونکہ سچ نیکی کے ساتھ ہوتا ہے، نیکی اور سچ دونوں جنت میں ہوں گے۔ جھوٹ سے اجتناب کریں، یہ برائی کے ساتھ ہوتا ہے، جھوٹ اور برائی جہنم میں ہوں گے۔“

(صحيح ابن حبان : 5734، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خواب کے احوال بیان فرمائے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص کی باچھیں چیری جارہی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو فرشتوں نے عرض کیا:

أَمَّا الَّذِي رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ، فَكَذَّابٌ يُحَدِّثُ بِالْكَذْبَةِ، فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْآفَاقَ، فَيُصْنَعُ بِهٖ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

”جسے آپ نے دیکھا ہے کہ اس کی باچھیں چیری جارہی ہیں، یہ پرلے درجے کا جھوٹا شخص ہے، جو بے دریغ جھوٹ بولتا تھا، اس کی جھوٹی بات کو چہار سو پھیلا دیا جاتا تھا۔ ایسے شخص کو قیامت تک اسی طرح عذاب دیا جائے گا۔“

(صحيح البخاري : 1386)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾ (بني إسرائيل : ٣٦)

”جس کا علم نہیں، اُس کے پیچھے نہ پڑیں، کان، آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں باز پرس ضرور ہوگی۔“

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾(ق : ١٨)

''زبان سے جو بھی لفظ نکلتا ہے، اس پر ایک نگہبان موجود ہوتا ہے۔''

❁ نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾(الفجر : ١٤)

''تمہارا پروردگار تاک میں ہے۔''

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ .

''انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کردے۔''

(صحیح مسلم : 5)

ہمارے ہاں میڈیا پر جھوٹ کی بھرمار ہے، لوگوں نے بت بنا رکھے ہیں، جن کی عبادت کرتے ہیں، جن کے لیے ہمہ وقت جھوٹ بولتے ہیں، کتنے ناجائز کاروبار ہیں، جن میں جھوٹ بولنا روا سمجھا جاتا ہے، مزاحیہ پروگرامز، ڈرامے، تھیٹر چینلوں پر جھوٹ پر مبنی پروگرامز نشر کیے جاتے ہیں، یہ فحاشی اور بے حیائی ہے۔

ایک طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ جھوٹ بول کر لوگوں کو ہنسانا، ان کے چہرے پر خوشی لانا بہت بڑا کام ہے۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ یہ عاقبت نااندیشی ہے، جھوٹ باعث لعنت ہے۔

مسلمان جھوٹ پر خوش نہیں ہوتا، بلکہ پریشان وپشیمان ہو جاتا ہے۔ ایسے پروگراموں سے دین میں حرج آتا ہے، معاشرہ بے راہ روی کا شکار ہو جاتا ہے، شرم وحیا کا

جنازہ نکل جاتا ہے۔ سنجیدگی اور وقار ختم ہو جاتا ہے۔ یہ ان قوموں کا کردار ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے بندر اور خنزیر بنا دیا تھا۔ ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ہستی اُسوہ حسنہ ہے۔

سوال: کیا سر کے بال بناتے وقت پہلے دائیں طرف کنگھی کرنا مستحب ہے؟

جواب: ہر اچھے کام میں ابتدا دائیں طرف سے کرنی چاہیے، سر میں کنگھی کرتے وقت بھی دائیں طرف سے ابتدا کرنی چاہیے، یہی مستحب ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِي تَنَعُّلِهٖ، وَتَرَجُّلِهٖ، وَطُهُورِهٖ، وَفِي شَأْنِهٖ كُلِّهٖ .

”نبی کریم ﷺ کو جوتا پہننے، کنگھی کرنے، وضو کرنے یا کوئی سا بھی کام سر انجام دینے میں دائیں جانب سے ابتدا کرنا پسند تھا۔“

(صحيح البخاري : 168؛ صحيح مسلم : 268)

❁ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ دَلِيلٌ عَلَى اسْتِحْبَابِ الْبُدَاءَ ةِ بِشِقِّ الرَّأْسِ الْأَيْمَنِ فِي التَّرَجُّلِ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ کنگھی کرتے وقت سر کے دائیں حصے سے ابتدا کرنا مستحب ہے۔“

(سُبل السّلام : 71/1)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۲۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: رجم کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: حد رجم حق ہے، اس کا حکم قرآن کریم، احادیث متواترہ اور اجماع اُمت سے ملتا ہے۔ رجم کے بارے میں قرآنی آیت نازل ہوئی، پھر اس کے الفاظ کو منسوخ کر دیا گیا اور حکم باقی رہا۔

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهُ نَزَلَ بِهٖ قُرْآنٌ ثُمَّ نُسِخَ لَفْظُهٗ، وَانْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ عَلٰى بَقَاءِ حُكْمِهٖ.

''رجم کے ثبوت پر قرآن نازل ہوا، پھر اس کے الفاظ منسوخ ہو گئے اور اس پر اجماع منعقد ہو گیا کہ اس آیت کا حکم باقی ہے۔''

(نواسخ القرآن، ص 111)

سوال: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوٰى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ

عَلِيمٌ﴾(المجادلة : ٧)

”کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اسے جانتا ہے۔ تین آدمی جب سرگوشی کر رہے ہوتے ہیں، تو وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے، پانچ آدمی سرگوشی کرتے ہیں، تو وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے، اس سے کم تعداد میں یا اس سے زیادہ تعداد میں سرگوشی کرتے ہیں، تو وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں بھی ہوں۔ پھر وہ قیامت کے دن انہیں ان کے اعمال کی خبر دے گا، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔“

جہمیہ وغیرہ اس آیت سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے۔ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: مذکورہ آیت اور اس طرح کی دیگر آیات میں اللہ تعالیٰ کی معیت سے مراد اس کا علم اور قدرت ہے، کہ وہ علم اور قدرت کے اعتبار سے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ ان آیات سے یہ کشید کرنا کہ اللہ تعالیٰ ذات کے اعتبار سے ہر جگہ ہے، باطل اور ناحق بات ہے، جس کا قائل جماعت سلف میں کوئی نہیں۔

دلائل شرعیہ اور ائمہ اہل سنت کی بالاتفاق تصریحات سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

❀ امام دارمی رحمہ اللہ (۲۸۰ھ) جہمیہ پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

هٰذَا الَّذِي احْتَجَجْتُمْ بِهِ هُوَ حَقٌّ، كَمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَبِهَا نَقُولُ عَلَى الْمَعْنَى الَّذِي ذَكَرْنَا، غَيْرَ أَنَّكُمْ جَهِلْتُمْ مَعْنَاهُ، فَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيلِ، وَتَعَلَّقْتُمْ بِوَسَطِ الْآيَةِ، وَأَغْفَلْتُمْ فَاتِحَتَهَا وَخَاتِمَتَهَا، لِأَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ افْتَتَحَ الْآيَةَ

بِالْعِلْمِ بِهِمْ، وَخَتَمَهَا بِهٖ، فَقَالَ : ﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوٰى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ : ﴿ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾(المجادلة : ۷) فَفِي هٰذَا دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهٗ أَرَادَ الْعِلْمَ بِهِمْ وَبِأَعْمَالِهِمْ، لَا أَنَّهٗ نَفْسُهٗ فِي كُلِّ مَكَانٍ مَعَهُمْ كَمَا زَعَمْتُمْ، فَهٰذِهٖ حُجَّةٌ بَالِغَةٌ لَوْ عَقَلْتُمْ.

''(اے جہمیہ کے گروہ!) جس آیت سے تم نے حجت پکڑی ہے، یہ تو حق ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، ہم بھی اس کو اسی معنی میں تسلیم کرتے ہیں، جو ہم نے ذکر کر دیا ہے، البتہ تم اس کے معنی ومفہوم سے جاہل رہ گئے ہو اور راہِ راست سے ہٹ گئے ہو، تم نے آیت کے درمیانی ٹکڑے سے دلیل پکڑی ہے اور آیت کے ابتدائی اور آخری حصے کو چھوڑ دیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آیت کی ابتدا میں علم کی بات کی ہے اور آیت کے اختتام پر بھی علم کی بات کی ہے، چنانچہ باری تعالیٰ نے فرمایا:﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوٰى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ﴾ ''کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اسے جانتا ہے، تین آدمی جب سرگوشی کر رہے ہوتے ہیں، تو وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے۔'' اسی طرح آیت کے آخر میں ہے:﴿ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ ''پھر وہ قیامت کے دن انہیں ان کے اعمال کی خبر

دے گا، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔'' یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ وہ لوگوں اور ان کے اعمال کا علم رکھتا ہے، یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ بذات خود ہر جگہ لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے، جیسا کہ تم کہتے ہو۔ اگر تم سمجھو، تو یہ آیت ہی حجت بالغہ ہے۔''

(الرّدّ علی الجَهمية : 55)

سوال: محمد بن سائب کلبی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: محمد بن سائب کلبی ''متروک وکذاب'' ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰی تَرْكِهٖ وَقَدِ اتُّهِمَ بِالْكِذْبِ وَالرَّفْضِ .

''کلبی کے متروک ہونے پر محدثین کا اجماع ہے، اسے متہم بالکذب اور رافضی قرار دیا گیا ہے۔''

(العِبَر: 158/1)

سوال: ایک شخص کہے کہ ''میں نہیں جانتا کہ اللہ کہاں ہے، آسمانوں کے اوپر ہے یا زمین پر؟'' کیا ایسا شخص مؤمن ہو سکتا ہے؟

جواب: مؤمن ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کی معرفت ضروری ہے۔ یہ بات انسان کی فطرت میں شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے، یہ بات چھوٹے بچے کو بھی معلوم ہے، لہٰذا اگر کوئی اپنی فطرت کو مسخ کر کے یہ کہے کہ ''مجھے نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر ہے یا زمین پر؟'' تو وہ مؤمن نہیں ہوگا۔

❀ سیدنا معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ لِي جَارِيَةٌ تَرْعىٰ غَنَمًا لِّي قِبَلَ أُحُدٍ وَالْجَوَابِيَّةِ، فَاطَّلَعتْ ذَاتَ يَوْمٍ، فَإِذَا الذِّئْبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ عَنْ غَنَمِهَا، وَأَنَا رَجُلٌ مِّنْ بَنِي آدَمَ، آسَفُ كَمَا يَأْسَفُونَ، لٰكِنِّي صَكَكْتُهَا صَكَّةً، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَظَّمَ ذٰلِكَ عَلَيَّ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَفَلَا أُعْتِقُهَا؟ قَالَ : ائْتِنِي بِهَا، فَأَتَيْتُهٗ بِهَا، فَقَالَ لَهَا : أَيْنَ اللّٰهُ؟ قَالَتْ : فِي السَّمَاءِ، قَالَ : مَنْ أَنَا؟ قَالَتْ : أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ، قَالَ : أَعْتِقْهَا، فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ .

”میری ایک لونڈی تھی، جو احد اور جوابیہ مقام کی طرف میری بکریاں چراتی تھی۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک بھیڑیا ریوڑ سے ایک بکری لے گیا، میں آدم زاد تھا، سو مجھے بھی افسوس ہوا، جیسے دوسروں کو ہوتا ہے۔ میں نے اسے ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ نے اسے گراں سمجھا۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! اسے آزاد نہ کر دوں؟ فرمایا: اسے میرے پاس لائیں، میں اسے لے آیا، تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟ بولی: آسمانوں کے اوپر، فرمایا: میں کون ہوں؟ کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا: اسے آزاد کر دیں، یہ مؤمنہ ہے۔“

(صحیح مسلم : 537)

امام دارمی رحمہ اللہ (۲۸۰ھ) فرماتے ہیں:

فِي حَدِيثِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَلِيْلٌ عَلٰى أَنَّ

الرَّجُلَ إِذَا لَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِي السَّمَاءِ دُونَ الْأَرْضِ، فَلَيْسَ بِمُؤْمِنٍ، وَلَوْ كَانَ عَبْدًا، فَأُعْتِقَ لَمْ يُجزْ فِي رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ، إِذْ لَا يَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ فِي السَّمَاءِ، أَلَا ترٰى أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ أَمَارَةَ إِيمَانِهَا مَعْرِفَتَهَا أَنَّ اللّٰهَ فِي السَّمَاءِ، وَفِي قَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكْذِيبٌ لِّقَوْلِ مَنْ يَّقُولُ : هُوَ فِي كُلِّ مَكَانٍ، لَا يُوصَفُ بِ «أَيْنَ»، لِأَنَّ شَيْئًا، لَّا يَخْلُو مِنْهُ مَكَانٌ يَّسْتَحِيلُ أَنْ يُّقَالَ : أَيْنَ هُوَ؟ وَلَا يُقَالُ : أَيْنَ إِلَّا لِمَنْ هُوَ فِي مَكَانٍ، يَّخْلُو مِنْهُ مَكَانٌ. وَلَوْ كَانَ الْأَمْرُ عَلٰى مَا يَدَّعِي هٰؤُلَاءِ الزَّائِغَةُ، لَأَنْكَرَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلَهَا وَعِلْمَهَا، وَلٰكِنَّهَا عَلِمَتْ بِهٖ، فَصَدَّقَهَا رَسُولُ اللّٰهِ وَشَهِدَ لَهَا بِالْإِيمَانِ بِذٰلِكَ، وَلَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ كَمَا هُوَ فِي السَّمَاءِ لَمْ يَتِمَّ إِيمَانُهَا حَتّٰى تَعْرِفَهٗ فِي الْأَرْضِ كَمَا عَرَفَتْهُ فِي السَّمَاءِ.

”اس حدیث میں دلیل ہے کہ جب تک آدمی یہ نہ جان لے کہ اللہ زمین میں نہیں، بلکہ آسمانوں کے اوپر ہے، مومن نہیں ہوسکتا۔ اگر ایسا شخص غلام ہو اور آزاد کر دیا جائے، تو مومن گردن کی آزادی میں کام نہیں دے گا، کیونکہ وہ اللہ کو آسمانوں کے اوپر نہیں مانتا، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ آپ ﷺ نے اس (لونڈی) کے ایمان کی نشانی ہی اس کی اس معرفتِ الٰہی کو قرار دیا ہے کہ اللہ

آسمانوں پر ہے، آپ ﷺ کے سوال کہ اللہ کہاں ہے؟ میں ان لوگوں کی بات کی تکذیب ہے، جو اللہ کو ہر جگہ مانتے ہیں، کیونکہ جو چیز ہر جگہ موجود ہو، اسے ''کہاں'' سے موصوف نہیں کیا جا سکتا۔ جس چیز سے کوئی جگہ خالی نہ ہو، اس کی بابت یہ پوچھنا محال ہے کہ وہ کہاں ہے؟ ''کہاں'' کا سوال اسی چیز کے متعلق کیا جائے گا، جو ایک جگہ میں ہو اور دوسری جگہ میں نہ ہو۔ اگر بات اسی طرح ہوتی، جس طرح یہ گمراہ لوگ دعوی کرتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ اس لونڈی کی بات کو غلط قرار دیتے اور اسے تعلیم دیتے، لیکن اس نے اس حقیقت کو جان لیا، تو اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی تصدیق کی اور اس وجہ سے آپ نے اس کے ایمان کی گواہی بھی دی۔ اگر اللہ تعالیٰ آسمانوں کی طرح زمین میں بھی ہوتا، تو لونڈی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہونا تھا، جب تک وہ اس کے زمین میں ہونے کا بھی اقرار نہ کر لیتی، جیسا کہ اس نے اسے آسمانوں پر مانا تھا۔''

(الرّد علی الجهمية، ص 46-47)

❀ نیز فرماتے ہیں:

قَوْلُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ، دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهَا لَوْ لَمْ تُؤْمِنْ بِأَنَّ اللّٰهَ فِي السَّمَاءِ لَمْ تَكُنْ مُؤْمِنَةً، وَأَنَّهُ لَا يَجُوزُ فِي الرَّقَبَةِ الْمُؤْمِنَةِ إِلَّا مَنْ يَحُدُّ اللّٰهَ أَنَّهُ فِي السَّمَاءِ، كَمَا قَالَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ .

''رسول اللہ ﷺ کا اسے مؤمنہ قرار دینا دلیل ہے کہ اگر وہ اللہ کو آسمانوں کے اوپر تسلیم نہ کرتی، تو وہ مؤمنہ نہ ہوتی، نیز یہ کہ مومن گردن کی آزادی میں وہی

غلام یا لونڈی کام دے سکے گی، جو اللہ و رسول کے فرمان کے مطابق اللہ تعالیٰ کو آسمانوں کے اوپر تسلیم کرے۔''

(نقض الإمام الدّارمي على بِشر المَرِيسي :226/1)

سوال: آخری صحابی رسول کون ہیں؟

جواب: آخری صحابی رسول سیدنا ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

آخِرُ مَنْ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الدُّنْيَا بِالْإِجْمَاعِ .

''اس پر اجماع ہے کہ سب سے آخر میں فوت ہونے والے صحابی سیدنا ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ ہیں۔''

(تاريخ الإسلام : 1201/2)

سوال: یتیم کی کفایت کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جواب: یتیم کی کفالت کا صلہ جنت ہے۔ کتاب وسنت میں یتیم سے حسن سلوک کی ترغیب آئی ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ۞ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ۞ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَى طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۞ وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ۞ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا﴾

(الفجر : ١٦-٢٠)

''جب اللہ تعالیٰ انسان کو آزمائش میں مبتلا کر کے اس کا رزق تنگ کرتا ہے، تو

وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے رسوا کر دیا۔ ہر گز نہیں، بلکہ تم لوگ یتیم کی عزت نہیں کرتے تھے، مساکین کو کھانا کھلانے کی باہم ترغیب نہیں دیتے تھے، تم وراثت کا مال سمیٹ کر کھا جاتے تھے اور مال سے انتہا درجہ محبت رکھتے تھے۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِينًا وَّيَتِيمًا وَّأَسِيرًا﴾(الدّهر : ٨)

''(اللہ کے بندے) خود کھانے کی خواہش اور ضرورت کے باوجود مساکین، یتیموں اور قیدیوں (جو کفار کے قبضہ میں ہوں) کو کھلا دیتے تھے۔''

❁ نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ﴾(الضُّحٰى : ٩)

''یتیم کو مت جھڑکیے۔''

❁ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا، وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى، وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا .

''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ایسے ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا اور دونوں میں معمولی فاصلہ کیا۔''

(صحيح البخاري : 5304، 6500)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَافِلُ الْيَتِيمِ لَهٗ أَوْ لِغَيْرِهٖ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ، وَأَشَارَ مَالِكٌ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى .

”میں اور اپنے یا کسی دوسرے کے یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔ (راوی حدیث) امام مالک رحمہ اللہ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا۔“

(صحيح مسلم : 2983)

سوال: مقاتل بن سلیمان بلخی کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: مقاتل بن سلیمان بلخی ضعیف ومتروک ہے۔

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى تَرْكِهٖ .

”مقاتل بن سلیمان بلخی کے متروک ہونے پر محدثین کا اجماع ہے۔“

(سِيَر أعلام النّبلاء : 201/7)

سوال: جنازہ گاہ میں دعا کرنا کیسا ہے؟

جواب: جنازہ گاہ میں دعا کرنا جائز ہے۔

✿ امام مالک بن انس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ عَامِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ يَقِفُ عِنْدَ مَوْضِعِ الْجَنَائِزِ يَدْعُو وَعَلَيْهِ قَطِيفَةٌ فَرُبَّمَا سَقَطَتْ عَنْهُ الْقَطِيفَةُ وَمَا يَشْعُرُ بِهَا .

”عامر بن عبداللہ بن زبیر رحمہ اللہ جنازہ گاہ کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرتے تھے، انہوں نے چادر اوڑھی ہوتی تھی، کبھی تو چادر گر جاتی اور انہیں پتہ بھی نہ چلتا۔“

(مُسند الموطأ للجوهري : 607، حلية الأولياء لأبي نعيم : 166/3، تاريخ الإسلام للذّهبي : 438/3، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: درج ذیل روایت کا ترجمہ کیا ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا أَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْآنِ.

(صحيح البخاري: 7482، صحيح مسلم: 792)

جواب: حدیث مبارک کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

''اللہ تعالیٰ کسی شے کو اتنی توجہ نہیں دیتا، جتنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ دیتا ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوبصورت آواز میں قرآن کی تلاوت کر رہے ہوں۔''

سوال: مشاجرات صحابہ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: مشاجرات صحابہ پر پیش کی جانے والی اکثر روایات باطل، ضعیف اور منقطع ہیں۔ جو باتیں ثابت ہیں، ان میں اہل سنت کا طریقہ یہ ہے کہ زبان بندی کی جائے، صحابہ کے مشاجرات کو عوام الناس میں بیان نہیں کرنا چاہیے، بلکہ ان کے حق میں استغفار کرنی چاہیے اور ان کے فضائل نشر کرنے چاہییں۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

كَلَامُ الْأَقْرَانِ إِذَا تَبَرْهَنَ لَنَا أَنَّهُ بِهَوًى وَعَصَبِيَّةٍ، لَا يُلْتَفَتُ إِلَيْهِ، بَلْ يُطْوٰى، وَلَا يُرْوٰى، كَمَا تَقَرَّرَ عَنِ الْكَفِّ عَنْ كَثِيرٍ مِّمَّا شَجَرَ بَيْنَ الصَّحَابَةِ، وَقِتَالِهِم رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم أَجْمَعِيْنَ وَمَا زَالَ يَمُرُّ بِنَا ذٰلِكَ فِي الدَّوَاوِينِ، وَالْكُتُبِ، وَالْأَجْزَاءِ، وَلٰكِنْ أَكْثَرُ ذٰلِكَ مُنْقَطِعٌ، وَضَعِيْفٌ، وَبَعْضُهٗ كَذِبٌ، وَهٰذَا

فِيْمَا بِأَيْدِيْنَا وَبَيْنَ عُلُمَائِنَا، فَيَنْبَغِي طَيُّهُ وَإِخْفَاؤُهُ، بَلْ إِعْدَامُهُ، لِتَصْفُوَ الْقُلُوْبُ، وَتَتَوفَّرَ عَلٰى حُبِّ الصَّحَابَةِ، وَالتَّرَضِّي عَنْهُمُ، وَكُتْمَانُ ذٰلِكَ مُتَعَيِّنٌ عَنِ الْعَامَّةِ، وَآحَادِ الْعُلَمَاءِ، وَقَدْ يُرَخَّصُ فِي مُطَالعَةِ ذٰلِكَ خَلْوَةً لِّلْعَالِمِ الْمُنْصِفِ، الْعَرِيِّ مِنَ الْهَوٰى، بِشَرْطِ أَنْ يَسْتَغفرَ لَهُم، كَمَا عَلَّمَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى حَيْثُ يَقُوْلُ : ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا﴾(الحشر : ١٠) فَالْقَوْمُ لَهُمْ سَوَابِقُ وَأَعْمَالٌ مُكَفِّرَةٌ لِمَا وَقَعَ مِنْهُمُ، وَجِهَادٌ مَحَّاءٌ، وَعُبَادَةٌ مُمَحِّصَةٌ، وَلَسْنَا مِمَّنْ يَغْلُو فِي أَحَدٍ مِّنْهُم، وَلَا نَدَّعِي فِيْهِمُ الْعِصْمَةَ، نَقْطَعُ بِأَنَّ بَعْضَهُم أَفْضَلُ مِنْ بَعْضٍ، وَنَقْطَعُ بِأَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ أَفْضَلُ الْأُمَّةِ، ثُمَّ تَتِمَّةُ الْعَشْرَةِ الْمَشْهُوْدِ لَهُم بِالْجَنَّةِ، وَحَمْزَةُ، وَجَعْفَرٌ، وَمُعَاذٌ، وَزَيْدٌ، وَأُمَّهَاتُ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَبنَاتُ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُ بَدْرٍ، مَعَ كَوْنِهِم عَلٰى مَرَاتِبَ، ثُمَّ الْأَفْضَلُ بَعْدَهُم مِثْلَ أَبِي الدَّرْدَاءِ، وَسَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ، وَابْنِ عُمَرَ، وَسَائِرِ أَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ، الَّذِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم بِنَصِّ آيَةِ سُوْرَةِ الْفَتْحِ، ثُمَّ عُمُوْمُ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، كَخَالِدِ بْنِ

الْوَلِيْدِ، وَالْعَبَّاسِ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو، وَهٰذِهِ الْحَلْبَةُ، ثُمَّ سَائِرُ مَنْ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاهَدَ مَعَهُ، أَوْ حَجَّ مَعَهُ، أَوْ سَمِعَ مِنْهُ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِيْنَ وَعَنْ جَمِيْعِ صَوَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُهَاجِرَاتِ، وَالْمَدَنِيَّاتِ، وَأُمِّ الْفَضْلِ، وَأُمِّ هَانِئٍ الْهَاشِمِيَّةِ، وَسَائِرِ الصَّحَابِيَّاتِ.

فَأَمَّا مَا تَنْقُلُهُ الرَّافِضَةُ، وَأَهْلُ الْبِدَعِ فِي كُتُبِهِم مِنْ ذٰلِكَ، فَلَا نُعَرِّجُ عَلَيْهِ، وَلَا كَرَامَةَ، فَأَكْثَرُهُ بَاطِلٌ، وَكَذِبٌ، وَافْتِرَاءٌ، فَدَأْبُ الرَّوَافِضِ رِوَايَةُ الْأَبَاطِيْلِ، أَوْ رَدُّ مَا فِي الصِّحَاحِ وَالْمَسَانِيْدِ، وَمَتٰى إِفَاقَةُ مَنْ بِهٖ سَكْرَانُ؟!.

’’جب ہم پر واضح ہو جائے کہ ہم عصروں کا ایک دوسرے کے متعلق کلام خواہش یا عصبیت کی بنا پر ہے، تو اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا، بلکہ اسے لپیٹ دیا جائے گا اور نقل نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ یہ بات طے شدہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کئی مشاجرات اور جنگوں کے متعلق زبان بندی کی جائے گی۔ یہ سب مواد دواوین اسلام، کتب اور اجزاء میں نقل ہوتا رہا ہے، مگر ان میں اکثر باتیں منقطع اور ضعیف ہیں، بلکہ بعض تو جھوٹ ہیں۔ یہ سب کچھ ہمارے اور ہمارے علما کے مابین ہے، اسے لپیٹ کر رکھنا اور پوشیدہ رکھنا چاہیے، بلکہ اسے ختم کر دینا چاہیے، تاکہ لوگوں کے دل (بغض صحابہ سے)

صاف رہیں اور دلوں میں صحابہ کی محبت وافر رہے اور دل ان سے راضی رہیں۔ان (بے ثبوت باتوں) کو عوام اور علما سے لاتعلق افراد سے پوشیدہ رکھنا ہی راجح ہے، البتہ ان مشاجرات کے مطالعہ کی اجازت اس منصف مزاج عالم کو دی گئی ہے، جو خواہش پرستی سے بری ہو، بشرطیکہ وہ صحابہ کے حق میں استغفار کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تعلیم دی ہے: ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا﴾(الحشر : ۱۰) ''اے ہمارے رب! ہمیں معاف فرما اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان کی حالت میں ہم سے پہلے گزر چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے بارے میں کوئی خلش نہ ڈال۔''

جماعت صحابہ نے ایسی نیکیاں اور اعمال کر رکھے ہیں، جو ان سے سرزد ہونے والے اجتہادی گناہوں کا کفارہ ہیں، انہوں نے جہاد کیا ہے، جو گناہوں کو مٹا دیتا ہے، ایسی عبادات کی ہیں، جو گناہوں کو ختم کر دیتی ہیں۔ہم کسی صحابی کی شان میں غلو نہیں کرتے، نہ ان کے معصوم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہم قطعی طور پر کہتے ہیں کہ بعض صحابہ بعض سے افضل تھے، ہم یقینی طور پر کہتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما امت میں افضل ترین ہیں، پھر باقی عشرہ مبشرہ صحابہ کی فضلیت ہے، اسی طرح سیدنا حمزہ، سیدنا جعفر، سیدنا معاذ، سیدنا زید، امہات المؤمنین، بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اہل بدر رضی اللہ عنہم، اگرچہ ان کے مراتب مختلف ہیں۔ان کے بعد افضل صحابہ جیسے سیدنا ابو درداء، سیدنا سلمان فارسی، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اور بقیہ بیعت رضوان میں شریک ہونے والے صحابہ،

جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا، جیسا کہ سورت فتح کی آیت میں نص ہے۔ پھر بقیہ مہاجرین اور انصار صحابہ جیسے سیدنا خالد بن ولید، سیدنا عباس، سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم، پھر بقیہ تمام افراد جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی، آپ کے ساتھ مل کر جہاد کیا، آپ کی معیت میں حج کیا یا آپ سے احادیث سنیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام صحابہ سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام مہاجر اور مدنی صحابیات سے، اُم فضل، اُم ہانی ہاشمیہ اور باقی تمام صحابیات سے راضی ہو۔

البتہ مشاجرات کے حوالہ سے جو باتیں روافض اور اہل بدعت نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں، ان پر بالکل بھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا، نہ اس کی کوئی عزت ہے، ان میں اکثر باتیں باطل، جھوٹ اور بہتان ہیں۔ روافض کا وطیرہ ہے کہ وہ باطل روایات نقل کرتے ہیں یا صحاح اور مسانید میں موجود روایات کو رد کرتے ہیں۔ بھلا جسے نشہ چڑھا ہو، اسے افاقہ کب ہوگا؟

(سِیَر أعلام النُّبلاء : 93/10)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) نقل کرتے ہیں:

مَثَلُ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ مَثَلُ الْعَيْنِ، وَدَوَاءُ الْعَيْنِ تَرْكُ مَسِّهَا.

”صحابہ آنکھ کی مانند ہیں، آنکھ کی دواء یہی ہے کہ اسے مسلا نہ جائے۔“

(زاد المَعاد : 100/4)

سوال: ایک شخص دعوت پر جاتا ہے، کھانا کھاتا ہے اور کچھ کھانا چھپا کر لے آتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: دعوت پر میزبان کی اجازت کے بغیر کھانا گھر کے لیے لانا جائز نہیں، یہ

چوری ہے اور بالا جماع حرام ہے۔

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ رَأَيْتُ مِنْهُمْ مَنْ إِذَا حَضَرَ دَعْوَةً بَالَغَ فِي الْأَكْلِ ثُمَّ اخْتَارَ مِنَ الطَّعَامِ فَرُبَّمَا مَلَأَ كُمِّيَّةً مِنْ غَيْرِ إِذْنِ صَاحِبِ الدَّارِ وَذٰلِكَ حَرَامٌ بِالْإِجْمَاعِ، وَلَقَدْ رَأَيْتُ شَيْخًا مِّنْهُمْ قَدْ أَخَذَ شَيْئًا مِنَ الطَّعَامِ لِيَحْمِلَهُ مَعَهُ فَوَثَبَ صَاحِبُ الدَّارِ فَأَخَذَهُ مِنْهُ.

"میں نے ایک شخص کو دیکھا، جب وہ ایک دعوت میں شریک ہوا، اس نے خوب کھایا، پھر کھانے سے عمدہ شے اٹھائی اور میزبان کی اجازت کے بغیر جیب میں ڈال لی، ایسا کرنا بالا جماع حرام ہے۔ میں نے ایک بزرگ کو دیکھا، جب اس نے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے کھانے کی کوئی شے اٹھائی، تو میزبان نے جھپٹ کر اس سے وہ شے واپس لے لی۔"

(تلبيس إبليس، ص 198)

سوال: کیا جنت اور جہنم وجود میں آ چکی ہیں؟

جواب: جنت اور جہنم مخلوق ہیں، ان کی تخلیق ہو چکی ہے، انہیں باقی رہنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے، انہیں فنا نہیں۔ کتاب وسنت اور اجماع اُمت اسی پر دلالت کناں ہیں۔

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلَّذِي دَلَّ عَلَيْهِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَأَجْمَعَ عَلَيْهِ السَّلَفُ أَنَّ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مَخْلُوقَتَانِ، وَأَنَّ أَهْلَ النَّارِ لَا يَخْرُجُونَ مِنْهَا وَلَا يُخَفَّفُ

عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا الْعَذَابُ وَلَا يَفْتُرُ عَنْهُمْ وَأَنَّهُمْ خَالِدُونَ فِيهَا .

''اس پر کتاب وسنت دلالت کناں ہے نیز سلف کا اجماع ہے کہ جنت اور جہنم پیدا ہو چکی ہیں، نیز جہنمی لوگ جہنم سے نہیں نکل سکیں گے، نہ جہنم کے عذابوں میں سے کوئی عذاب ان پر ہلکا کیا جائے گا، نہ عذاب میں وقفہ ہوگا اور وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''

(حادي الأرواح، ص 364)

سوال: کیا بیماری کا علاج کرانا توکل کے منافی ہے؟

جواب: توکل کا معنی کہ اسباب کو اختیار کر کے نتیجہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔

✿ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّمَا التَّوَكُّلُ فِعْلُ الْقَلْبِ لِإِنْزَالِ السَّبَبِ .

''توکل درحقیقت اسباب اختیار کرنے کے ارادے کو کہتے ہیں۔''

(كشف المشكل: 14/1)

ترک اسباب کا نام توکل نہیں ہے۔ جس طرح گمراہ صوفیا توکل کا مفہوم و معنی بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

بیماری آنے پر علاج کرانا بھی سبب اور حیلہ ہے، اسے اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی علاج کرایا ہے اور دوسروں کو بھی علاج کا فرمایا ہے، بلکہ بعض بیماریوں کے لیے علاج بھی تجویز کیے ہیں، بھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توکل کے خلاف کسی چیز کا حکم دے سکتے تھے؟ ہرگز نہیں۔

معلوم ہوا کہ علاج کرانا اور اسباب اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ، فَإِذَا أُصِيبَ دَوَاءُ الدَّاءِ بَرَأَ بِإِذْنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ .

''ہر بیماری کا علاج ہے، جب بیماری کا علاج کیا جائے، تو اللہ کے حکم سے شفا مل جاتی ہے۔''

(صحیح مسلم : 2204)

❁ یزید بن ھرمز رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ نَجْدَةَ، كَتَبَ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَكَتَبَ إِلَيْهِ ابْنُ عَبَّاسٍ : كَتَبْتَ تَسْأَلُنِي، هَلْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُو بِالنِّسَاءِ؟، وَقَدْ كَانَ يَغْزُو بِهِنَّ، فَيُدَاوِينَ الْمَرْضٰى، وَيُحْذَيْنَ مِنَ الْغَنِيمَةِ، وَأَمَّا سَهْمٌ، فَلَمْ يَضْرِبْ لَهُنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَهْمٍ .

''نجدہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو خط لکھا تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب میں لکھا: آپ نے مجھ سے یہ پوچھنے کے لیے خط لکھا ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو جنگ میں لے جایا کرتے تھے؟ تو (جواب یہ ہے کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں جنگ میں لے جایا کرتے تھے، وہ بیماروں کا علاج کیا کرتی تھیں اور انہیں غنیمت میں سے تحفہ بھی دیا جاتا تھا، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا حصہ مقرر نہیں کیا کرتے تھے۔''

(صحیح مسلم : 1812، المنتقی لابن الجارود : 1085)

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک

صحابی نے آکر عرض کی:

أَخِي يَشْتَكِي بَطْنَهُ، فَقَالَ : اسْقِهِ عَسَلًا ثُمَّ أَتَى الثَّانِيَةَ، فَقَالَ : اسْقِهِ عَسَلًا ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ : اسْقِهِ عَسَلًا ثُمَّ أَتَاهُ فَقَالَ : قَدْ فَعَلْتُ، فَقَالَ : صَدَقَ اللّٰهُ، وَكَذَبَ بَطْنُ أَخِيكَ، اسْقِهِ عَسَلًا فَسَقَاهُ فَبَرَأَ .

''میرے بھائی کا پیٹ خراب تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو شہد پلائیں، میں دوبارہ آیا، فرمایا: اس کو شہد پلائیں، پھر تیسری مرتبہ آیا، عرض کیا: پلایا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سچ کہتے ہیں اور آپ کے بھائی کا پیٹ خطا پر ہے، جائیے اسے شہد پلایئے، انہوں نے شہد پلایا، تو شفایاب ہو گیا۔''

(صحيح البخاري : 5684، صحيح مسلم : 2217)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''قبیلہ عکل یا عرینہ کے کچھ لوگ آئے، ان کو مدینہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی۔ نبی ﷺ نے ان کو بیت المال کی اونٹنیوں کے پاس جانے اور ان کا پیشاب اور دودھ پینے کا حکم دیا۔''

(صحيح البخاري : 233، صحيح مسلم :1671)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ علاج معالجہ اور کسی سپیشلسٹ ڈاکٹر سے چیک اپ کروانے میں کوئی مضائقہ نہیں، نیز یہ توکل کے بھی منافی نہیں۔

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَخْتَلِفُ الْعُلَمَاءُ أَنَّ التَّدَاوِيَ مُبَاحٌ وَإِنَّمَا رَأَى بَعْضُهُمْ أَنَّ

الْعَزِيمَةَ تَرْكُهُ وَقَدْ ذَكَرْنَا كَلَامَ النَّاسِ فِي هٰذَا وَبَيَّنَّا بِمَا اخْتَرْنَاهُ فِي كِتَابِنَا «لَقْطُ الْمَنَافِعِ فِي الطِّبِّ» وَالْمَقْصُودُ هٰهُنَا إِنَّا نَقُولُ إِذَا ثَبَتَ أَنَّ التَّدَاوِيَ مُبَاحٌ بِالْإِجْمَاعِ، مَنْدُوبٌ إِلَيْهِ عِنْدَ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ فَلَا يُلْتَفَتُ إِلٰى قَوْلِ قَوْمٍ قَدْ رَأَوْا أَنَّ التَّدَاوِيَ خَارِجٌ مِنَ التَّوَكُّلِ لِأَنَّ الْإِجْمَاعَ عَلٰى أَنَّهُ لَا يَخْرُجُ مِنَ التَّوَكُّلِ وَقَدْ صَحَّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ تَدَاوٰى وَأَمَرَ بِالتَّدَاوِي وَلَمْ يَخْرُجْ بِذٰلِكَ مِنَ التَّوَكُّلِ وَلَا أَخْرَجَ مِنْ أَمْرِهِ أَنْ يَتَدَاوٰى مِنَ التَّوَكُّلِ .

”اس میں علما کا کوئی اختلاف نہیں کہ علاج کرانا جائز ہے۔ البتہ بعض کی رائے یہ ہے کہ عزیمت اسی میں ہے کہ علاج ترک کر دیا جائے۔ اس حوالہ سے اہل علم کی آراء ہم نے ذکر کر دی ہیں اور ہم نے اپنی کتاب ”لقط المنافع فی الطب“ میں مختار مؤقف کو بھی ذکر کر دیا ہے۔ یہاں مقصد یہ بتانا ہے کہ جب علاج کرانا بالاجماع مباح ہے اور بعض علما کے نزدیک مستحب ہے، تو ان لوگوں کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا، جو علاج کو توکل کے منافی سمجھتے ہیں، کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ علاج کرانے سے انسان توکل سے باہر نہیں نکلتا۔ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے علاج کرایا اور علاج کرانے کا حکم بھی دیا، تو آپ ﷺ علاج کی وجہ سے توکل سے نہیں نکلے، نہ علاج کا حکم دینے نے آپ ﷺ کو توکل سے باہر نکالا۔“ (تلبيس إبليس، ص 255)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۲۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: موزوں پر مسح کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: موزوں پر مسح جائز ہے، بشرطیکہ موزے حالت وضو میں پہنے ہوں۔ متواتر احادیث اور اجماع اُمت میں اس کا ثبوت ہے، روافض اس کا انکار کرتے ہیں۔

❀ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو میں موزوں پر مسح کیا۔''

(صحيح البخاري : 203، صحيح مسلم : 274)

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ الْحُكْمُ الْجَلِيلُ الَّذِي فَرَّقَ بَيْنَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَأَهْلِ الْبِدَعِ وَهُوَ الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ لَا يُنْكِرُهُ إِلَّا مَخْذُولٌ أَوْ مُبْتَدِعٌ خَارِجٌ عَنْ جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ أَهْلِ الْفِقْهِ وَالْأَثَرِ لَا خِلَافَ بَيْنَهُمْ فِي ذٰلِكَ بِالْحِجَازِ وَالْعِرَاقِ وَالشَّامِ وَسَائِرِ الْبُلْدَانِ إِلَّا قَوْمًا ابْتَدَعُوا فَأَنْكَرُوا الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَقَالُوا إِنَّهُ خِلَافُ الْقُرْآنِ .

”اس حدیث میں جلیل القدر حکم ہے، جو اہل سنت اور اہل بدعت (روافض) میں فرق بن چکا ہے، وہ حکم موزوں پر مسح کا ہے، اس کا انکار کوئی گمراہ بدعتی ہی کرسکتا ہے، جو مسلمان فقہا اور محدثین کی جماعت سے الگ ہو چکا ہو۔ حجاز، عراق، شام اور دیگر علاقوں کے فقہا اور محدثین کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ ایک بدعتی جماعت نے موزوں پر مسح کا انکار کیا ہے، کہتے ہیں کہ یہ قرآن کے خلاف ہے۔“

(التّمهيد : 134/11)

سوال: افطار میں جلدی کرنا کیسا ہے؟

جواب: غروب آفتاب کے بعد جلدی روزہ افطار کرنا مستحب سنت ہے، اس پر اہل سنت کا اتفاق ہے، جلدی افطار کرنے کو خیر اور بھلائی کی علامت بتایا گیا ہے۔ روافض غروب آفتاب کے بعد بھی تاخیر کرتے ہیں اور سنت کی مخالفت کرتے ہیں۔

❀ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ .

”لوگ اس وقت تک خیر پر رہیں گے، جب تک افطار میں جلدی کریں گے۔“

(صحيح البخاري : 1957 ، صحيح مسلم : 1098)

❀ حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (۷۰۲ھ) فرماتے ہیں:

تَعْجِيلُ الْفِطْرِ بَعْدَ تَيَقُّنِ الْغُرُوبِ مُسْتَحَبٌّ بِاتِّفَاقٍ، وَدَلِيلُهٗ هٰذَا الْحَدِيثُ، وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلَى الْمُتَشَيِّعَةِ، الَّذِينَ يُؤَخِّرُونَ إِلٰى ظُهُورِ النَّجْمِ، وَلَعَلَّ هٰذَا هُوَ السَّبَبُ فِي كَوْنِ النَّاسِ لَا يَزَالُونَ

بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ؛ لِأَنَّهُمْ إِذَا أَخَّرُوهُ كَانُوا دَاخِلِينَ فِي فِعْلٍ خِلَافِ السُّنَّةِ، وَلَا يَزَالُونَ بِخَيْرٍ مَا فَعَلُوا السُّنَّةَ .

''غروب شمس کے یقین ہو جانے کے فورا بعد افطار کرنا بالا تفاق مستحب ہے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ نیز اس میں شیعہ کا رد ہے کہ جو افطار میں تاخیر کرتے ہیں اور ستاروں کے طلوع ہونے کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ شاید لوگوں کے خیر پر رہنے کا سبب جلدی افطار کرنا ہے، کیونکہ اگر وہ افطار تاخیر سے کریں گے، تو خلاف سنت عمل کے مرتکب ٹھہریں گے اور خیر پر تب تک رہیں گے، جب تک سنت پر عمل پیرا رہیں گے۔''

(إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام : 26/2)

✿ علامہ ابن العطار رحمہ اللہ (۷۲۴ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلَى اسْتِحْبَابِ تَعْجِيلِ الْفِطْرِ، بَعْدَ تَحَقُّقِ غُرُوبِ الشَّمْسِ، وَقَدِ اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَيْهِ، وَفِيهِ الرَّدُّ عَلَى الْمُتَشَيِّعَةِ، الَّذِينَ يُؤَخِّرُونَ الْفِطْرَ إِلٰى ظُهُورِ النَّجْمِ، وَلَعَلَّ الْمُرَادُ بِالْحَدِيثِ الرَّدُّ عَلَيْهِمْ، وَفِيهِ الْحَثُّ عَلَى اتِّباعِ السُّنَّةِ، وَتَرْكِ مُخَالَفَتِهَا، وَأَنَّ فَسَادَ الْأَمْرِ بِتَرْكِهَا، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ غروب آفتاب کے یقین ہو جائے، تو اس کے فوراً بعد روزہ افطار کرنا مستحب ہے۔ اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔ نیز حدیث میں شیعہ کا رد ہے، جو افطار کو ستارے ظاہر ہونے تک مؤخر کرتے ہیں، ممکن ہے کہ حدیث

میں انہیں کا رد مقصود ہو، اسی طرح حدیث میں سنت کا اتباع کرنے اور اس کی مخالفت کو ترک کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، نیز دلیل ہے کہ دین کا فساد سنت کو ترک کرنے میں ہے، واللہ اعلم۔''

(العُدة في شرح العمدة : 883/2)

❁ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی رحمہ اللہ (۹۸۶ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ رَدٌّ عَلَى الْمُتَشَيِّعَةِ، الَّذِينَ يُؤَخِّرُونَ إِلٰى ظُهُورِ النُّجُومِ.

''اس حدیث میں شیعہ کا رد ہے، جو افطار کو ستارے ظاہر ہونے تک مؤخر کرتے ہیں۔''

(مَجمع بحار الأنوار : 530/5)

سوال: پورا رمضان نماز تراویح پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: نماز تراویح مشروع و مستحب ہے، رمضان میں قیام اللیل با جماعت بھی کیا جا سکتا ہے اور منفرد بھی، دونوں طرح جائز ہے، نیز پورا مہینہ تراویح پڑھنا بھی مستحب ہے۔

❁ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، لَيْلَةً فِي رَمَضَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُّتَفَرِّقُونَ، يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ، وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ، فَقَالَ عُمَرُ : إِنِّي أَرٰى لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰى قَارِئٍ وَّاحِدٍ، لَّكَانَ أَمْثَلَ، ثُمَّ عَزَمَ، فَجَمَعَهُمْ عَلٰى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهٗ لَيْلَةً أُخْرٰى، وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ قَارِئِهِمْ،

قَالَ عُمَرُ : نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ، وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُومُونَ، يُرِيدُ آخِرَ اللَّيْلِ، وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوَّلَهُ .

''میں رمضان کی ایک رات سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا، لوگ مختلف گروہوں میں منقسم تھے۔کوئی آدمی اکیلا اور کوئی جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے مطابق انہیں ایک قاری پر جمع کر دیا جائے، تو بہت اچھا ہوگا۔آپ رضی اللہ عنہ نے عزم مصمم کرلیا اور لوگوں کو سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت پر جمع کر دیا۔ایک رات پھر میں آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلا۔لوگ ایک قاری کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے تھے، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تجدید نو کیا خوب ہے! البتہ ان سے وہ افضل ہیں، جو اس وقت سو جاتے ہیں اور آخری پہر قیام کرتے ہیں۔''

(صحيح البخاري : 2010)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پورا مہینہ باجماعت نماز تراویح کا دوبارہ اجرا کیا، کیونکہ اب وہ علت اور خدشہ ختم ہو گیا تھا، جس کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا مہینہ نماز تراویح باجماعت ادا نہیں کی۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَصَلّٰى بِصَلَاتِهِ نَاسٌ، ثُمَّ صَلّٰى مِنَ الْقَابِلَةِ، فَكَثُرَ النَّاسُ، ثُمَّ اجْتَمَعُوا مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ، أَوِ الرَّابِعَةِ، فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ، قَالَ :

قَدْ رَأَيْتُ الَّذِي صَنَعْتُمْ، فَلَمْ يَمْنَعْنِي مِنَ الْخُرُوجِ إِلَيْكُمْ، إِلَّا أَنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ، قَالَ: وَذٰلِكَ فِي رَمَضَانَ.

”رسول اللہ ﷺ نے رمضان کی ایک رات مسجد میں نماز پڑھی، آپ ﷺ کی اقتدا میں لوگوں نے بھی نماز پڑھی، اگلی رات نماز پڑھائی، تو نمازیوں کی تعداد بڑھ گئی، پھر لوگ تیسری یا چوتھی رات بھی جمع ہوئے، لیکن آپ ﷺ نماز کے لئے نہ نکلے۔ صبح ہوئی، تو فرمایا: میں نے آپ کا شوق عبادت دیکھا، لیکن باہر اس لئے نہیں آیا کہ کہیں آپ پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے، راوی کہتے ہیں: یہ رمضان کا واقعہ ہے۔“

(صحيح البخاري: 1129، صحيح مسلم: 177/761، واللّفظ لهٗ)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اللَّيْلَةِ الثَّانِيَةِ، فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهٖ، فَأَصْبَحَ النَّاسُ يَذْكُرُونَ ذٰلِكَ، فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ، فَخَرَجَ، فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهٖ، فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ، عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهٖ، فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَفِقَ رِجَالٌ مِّنْهُمْ يَقُولُونَ: الصَّلَاةَ، فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى خَرَجَ لِصَلَاةِ الْفَجْرِ.

”رسول اللہ ﷺ دوسری رات تشریف لائے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ

کے ساتھ نماز پڑھی۔ لوگ اس کا تذکرہ کرنے لگے۔ تیسری رات مسجد میں نمازی بڑھ گئے۔ آپ ﷺ تشریف لائے، لوگوں نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ چوتھی رات مسجد تنگی داماں کا شکوہ کرنے لگی، مگر آپ ﷺ تشریف نہ لائے، حاضرین مسجد کہنے لگے: نماز (تراویح)! لیکن رسول اللہ ﷺ نماز فجر کے وقت ہی تشریف لائے۔"

(صحيح البخاري: 2012، صحيح مسلم: 178/761)

❀ دوسری روایت میں ہے:

خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ صَلَاةُ اللَّيْلِ، فَتَعْجِزُوا عَنْهَا .

"مجھے خدشہ ہوا کہ قیام اللیل فرض نہ ہو جائے اور آپ اس سے عاجز آ جائیں۔"

(صحيح البخاري: 924، صحيح مسلم: 178/761)

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ أَنَّ قِيَامَ رَمَضَانَ سُنَّةٌ مِّنْ سُنَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْدُوبٌ إِلَيْهَا مَرْغُوبٌ فِيهَا وَلَمْ يَسُنَّ مِنْهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِذْ أَحْيَاهَا إِلَّا مَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّهُ وَيَرْضَاهُ وَلَمْ يَمْنَعْ مِنَ الْمُوَاظَبَةِ عَلَيْهِ إِلَّا خَشْيَةَ أَنْ يُفْرَضَ عَلٰى أُمَّتِهٖ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفًا رَّحِيمًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا عَلِمَ ذٰلِكَ عُمَرُ مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلِمَ أَنَّ الْفَرَائِضَ لَا يُزَادُ فِيهَا وَلَا يُنْقَصُ مِنْهَا بَعْدَ

مَوْتِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، أَقَامَهَا لِلنَّاسِ وَأَحْيَاهَا وَأَمَرَ بِهَا، وَذٰلِكَ سَنَةَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِنَ الْهِجْرَةِ وَذٰلِكَ شَيْءٌ ادَّخَرَهُ اللّٰهُ لَهٗ وَفَضَّلَهٗ بِهٖ وَلَمْ يُلْهِمْ إِلَيْهِ أَبَا بَكْرٍ وَإِنْ كَانَ أَفْضَلَ مِنْ عُمَرَ وَأَشَدَّ سَبْقًا إِلٰى كُلِّ خَيْرٍ بِالْجُمْلَةِ وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ فَضَائِلُ خُصَّ بِهَا لَيْسَتْ لِصَاحِبِهٖ .

’’یہ حدیث دلیل ہے کہ رمضان کا قیام (تراویح) نبی کریم ﷺ کی سنت ہے، نیز مستحب اور مستحسن عمل ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب (پورا مہینہ) نماز تراویح پڑھنے کا اہتمام کروایا، تو انھوں نے یہ عمل اسی لیے جاری کیا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ باجماعت نماز تراویح کو پسند کرتے تھے، اس پر ہیشگی کرنے میں صرف یہ چیز مانع تھی کہ آپ ﷺ کو یہ خدشہ ہوا کہ کہیں اُمت پر فرض نہ کر دی جائے اور آپ ﷺ تو مؤمنوں کے لیے بہت شفیق و مہربان ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی اس علت کو جان لیا اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد اب فرائض میں اضافہ یا کمی نہیں ہو سکتی، تو انھوں نے لوگوں کے لیے نماز تراویح کا قیام کیا، اس کی تجدید نو کر دی اور اسے قائم کرنے کا حکم دیا۔ یہ سن ۱۴ ہجری کا واقعہ ہے۔ یہ ایسی نیکی ہے، جو اللہ تعالیٰ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے حصہ بھی رکھی تھی اور انہیں یہ فضیلت بخشی تھی، اللہ تعالیٰ نے یہ بات سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں نہیں ڈالی، اگرچہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے افضل تھے اور مجموعی طور پر ہر خیر میں سبقت لے جانے والے تھے، مگر ہر صحابی کے خاص فضائل ہیں، جو دوسرے صحابہ کے حصہ میں نہیں آئے۔‘‘

(التّمهید : 108/8)

۞ نیز ایک حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ مِنَ الْفِقْهِ فَضْلُ قِيَامِ رَمَضَانَ وَظَاهِرُهٗ يُبِيحُ فِيهِ الْجَمَاعَةَ وَالْانْفِرَادَ لِأَنَّ ذٰلِكَ كُلَّهٗ فِعْلُ خَيْرٍ وَقَدْ نَدَبَ اللّٰهُ إِلٰى فِعْلِ الْخَيْرِ وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ مَا أَمَرَ بِهٖ عُمَرُ وَفَعَلَهٗ مِنْ قِيَامِ رَمَضَانَ قَدْ كَانَ سَبَقَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ التَّرْغِيبُ وَالْحَضُّ فَصَارَ ذٰلِكَ مِنْ سُنَنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”اس حدیث میں فقہ ہے کہ قیام رمضان بافضیلت عمل ہے، اس حدیث کے ظاہر سے قیام اللیل کو باجماعت اور انفرادی دونوں طرح پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے، کیونکہ یہ سب اُمورِ خیر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے خیر کے کاموں کی ترغیب دی ہے، نیز اس حدیث میں دلیل ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جو قیام رمضان کا حکم فرمایا تھا اور جو اس بارے میں عمل کیا تھا، اس بارے میں پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ترغیب اور تحسین موجود تھی، یوں یہ (پورا رمضان باجماعت تراویح پڑھنا) بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہوا۔“

(التّمهید : 105/7)

۞ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (۷۹۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ قِيَامَ الْإِمَامِ بِالنَّاسِ فِي الْمَسْجِدِ فِي رَمَضَانَ سُنَّةٌ عَمِلَ بِهَا

صَاحِبُ السُّنَّةِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّمَا تَرَكَهَا خَوْفًا مِّنَ الْاِفْتِرَاضِ، فَلَمَّا انْقَضٰى زَمَنُ الْوَحْيِ؛ زَالَتِ الْعِلَّةُ فَعَادَ الْعَمَلُ بِهَا إِلٰى نِصَابِهٖ .

''ماہِ رمضان میں امام کولوگوں کو باجماعت قیام کرانا سنت ہے، اس پر صاحب سنت رسول اللہ ﷺ نے عمل کیا ہے اور اسے صرف فرضیت کے خوف سے ترک کیا، مگر جب وحی کا زمانہ ختم ہو گیا اور علت ختم ہو گئی، تو یہ عمل اپنی اصل حالت پر لوٹ آیا۔''

(الاعتصام: 375/1)

❁ علامہ صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

قِيَامُ رَمَضَانَ سُنَّةٌ بِلَا خِلَافٍ، وَالْجَمَاعَةُ فِي نَافِلَتِهٖ لَا تُنْكَرُ .

''قیام رمضان کے سنت ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، قیام اللیل کی جماعت کرانا بھی منکر نہیں ہے۔''

(سُبُل السّلام: 345/1)

سوال: کیا انبیائے کرام علیہم السلام غیب جانتے تھے؟

جواب: غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام غیب نہیں جانتے تھے، وہ بھی بشر تھے اور بشر غیب نہیں جانتے، انبیائے کرام علیہم السلام نے جو غیبی اُمور کی خبریں دی ہیں، وہ وحی سے دی ہیں۔

❁ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَّإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ

أَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ، فَأَقْضِي عَلٰى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا، فَلَا يَأْخُذْهُ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ.

''میں ایک بشر ہوں، آپ میرے پاس مقدمات لاتے ہیں، ممکن ہے کوئی اپنے دعوی کے دلائل کو بہتر انداز میں سمجھانے کی صلاحیت رکھتا ہو اور میں دلائل کی سماعت کی بنیاد پر اس کے حق میں فیصلہ دے دوں، وہ اگر فیصلہ لینے میں حق بجانب نہ ہوا اور اس کے بھائی کے حق کا ایک بھی ٹکڑا اس کے فیصلے میں آ گیا، تو وہ اس کے لئے آگ کا ٹکڑا ہو گا۔''

(صحیح البخاري : 7169، صحیح مسلم : 1713)

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ مِنَ الْفِقْهِ أَنَّ الْبَشَرَ لَا يَعْلَمُونَ مَا غُيِّبَ عَنْهُمْ وَسُتِرَ مِنَ الضَّمَائِرِ وَغَيْرِهَا لِأَنَّهٗ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ «إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ» أَيْ إِنِّي مِنَ الْبَشَرِ وَلَا أَدْرِي بَاطِنَ مَا تَتَحَاكَمُونَ فِيهِ عِنْدِي وَتَخْتَصِمُونَ فِيهِ إِلَيَّ وَإِنَّمَا أَقْضِي بَيْنَكُمْ عَلٰى ظَاهِرِ مَا تَقُولُونَ وَتُدْلُونَ بِهٖ مِنَ الْحِجَاجِ فَإِذَا كَانَ الْأَنْبِيَاءُ لَا يَعْلَمُونَ ذٰلِكَ فَغَيْرُ جَائِزٍ أَنْ يَصِحَّ دَعْوٰى ذٰلِكَ لِأَحَدٍ غَيْرِهِمْ مِنْ كَاهِنٍ أَوْ مُنَجِّمٍ وَإِنَّمَا يَعْلَمُ الْأَنْبِيَاءُ مِنَ الْغَيْبِ مَا أُعْلِمُوا بِهٖ بِوَجْهٍ مِّنْ وُجُوهِ الْوَحْيِ.

''اس حدیث میں فقہی مسئلہ ہے کہ بشر ان چیزوں کو نہیں جانتے، جو ان سے غیب ہوں یا پردے میں ہوں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں فرمایا: ''بلاشبہ میں بشر ہوں۔'' یعنی میں بھی بشر ہوں، میں تمہارے اختلافات اور تنازعوں کے باطن کو نہیں جانتا، میں تمہارے درمیان تمہارے اقوال اور دلائل کے ظاہر کے مطابق فیصلہ کر دیتا ہوں۔ جب انبیائے کرام علیہم السلام غیب نہیں جانتے، تو کسی دوسرے مثلاً کاہن اور نجومی کے لیے غیب کا دعویٰ کرنا جائز نہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے جو غیب کی باتوں کو جانا ہے، وہ انہیں وحی کی مختلف صورتوں کے ذریعے آگاہ کیا گیا تھا۔''

(التّمهيد : 216/22)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ يَكُونُ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ.

''بلاشبہ میں ایک بشر ہوں۔ ممکن ہے کوئی اپنی دلیل کو بیان کرنے میں دوسرے کی بہ نسبت زبان کا تیز ہو، چنانچہ جس کے لیے میں اس کے بھائی کے حق میں سے کسی چیز کا فیصلہ کر دوں، تو میں اسے آگ کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں۔''

(مصنّف ابن أبي شَيبة : 234/7، مسند الإمام أحمد : 232/2، سنن ابن ماجه : 2318، مسند أبي يعلى : 5920، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۰۷۱) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ .

”یہ سند صحیح ہے۔“

(مِصباح الزّجاجة : 820)

سوال: تیسری رکعت کے لیے اٹھنے سے پہلے حالت تشہد میں رفع الیدین کرنا کیسا ہے؟

جواب: تیسری رکعت کے لیے اٹھ کر رفع الیدین سنت ہے، مگر تیسری رکعت کے لیے اٹھنے سے پہلے حالت تشہد میں بیٹھے بیٹھے رفع الیدین کرنا ثابت نہیں، اسی موقع پر رسول اللہ ﷺ یا کسی صحابی سے رفع الیدین کرنا ثابت نہیں۔

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَيَصْنَعُ مِثْلَ ذٰلِكَ إِذَا قَضٰى قِرَاءَ تَهٗ وَأَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ، وَيَصْنَعُهٗ إِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاتِهٖ وَهُوَ قَاعِدٌ، وَإِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ كَذٰلِكَ وَكَبَّرَ .

”رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوتے، تو اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے اور اسی طرح آپ ﷺ قرائت مکمل کر کے رکوع کا ارادہ کرتے، تو رفع الیدین کرتے، رکوع سے سر اٹھا کر بھی رفع الیدین کرتے، آپ ﷺ نماز میں بیٹھے ہوئے رفع الیدین نہیں کرتے تھے، دو رکعتوں سے اٹھ کر بھی رفع الیدین کرتے اور اللہ اکبر کہتے تھے۔“

(سنن أبي داوٗد : 744، سنن التّرمذي : 3423، مسند أحمد : 93/1، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن صحیح“ کہا ہے، امام احمد بن حنبل (فتح الباری

لابن رجب: ۴/۳۲۰، نصب الرایۃ للزیلعی: ۴۱۲/۱) اور امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۵۸۴) نے "صحیح" کہا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنُ الْإِسْنَادِ.

"اس حدیث کی سند حسن ہے۔"

(الخِلافيّات: 347/2)

راوی حدیث سلیمان بن داؤد ہاشمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا عِنْدَنَا مِثْلُ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ.

"یہ ایسے ہی ہے، جیسے زہری سالم سے اور وہ اپنے باپ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوں۔"

(سنن التّرمذي، تحت الحديث: 3423، وسندهٗ صحيحٌ)

عبدالرحمٰن بن ابی الزناد جمہور کے نزدیک "ثقہ" ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ الْجُمْهُورِ، وَتَكَلَّمَ فِيهِ بَعْضُهُمْ بِمَا لَا يُقْدَحُ فِيهِ.

"یہ جمہور کے نزدیک "ثقہ" ہیں، ان پر بعض لوگوں کی کلام، موجبِ جرح نہیں۔"

(نتائج الأفكار: 304)

مدینہ میں اس کی حدیث "صحیح" اور عراق میں "مضطرب" تھی، اس پر جرح اسی صورت پر محمول ہے، یہ روایت مدنی ہے۔ والحمدللہ!

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو "صحیح" کہا ہے۔

(نُخبة الأفكار : 4/148)

سوال: قرآن کی تعلیم پر اُجرت لینا کیسا ہے؟

جواب: قرآن کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے۔

❀ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ، فَقَالَتْ : إِنَّهَا قَدْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : مَا لِي فِي النِّسَاءِ مِنْ حَاجَةٍ، فَقَالَ رَجُلٌ : زَوِّجْنِيهَا، قَالَ : أَعْطِهَا ثَوْبًا، قَالَ ؛ لَا أَجِدُ، قَالَ : أَعْطِهَا؛ وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيدٍ، فَاعْتَلَّ لَهٗ، فَقَالَ : مَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ؟، قَالَ : كَذَا وَكَذَا، قَالَ : فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ .

''نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ اس نے اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہبہ کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے (مزید) عورتوں میں رغبت نہیں۔ ایک صحابی نے عرض کیا: اس عورت سے میری شادی کر دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے (حق مہر میں) کوئی کپڑا دے دیجیے۔ اس نے عرض کیا: میرے پاس کپڑا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے کوئی چیز ضرور دیجیے، خواہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔ اس نے پھر معذرت کر لی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: آپ کو قرآن کتنا یاد ہے؟ اس نے عرض کیا: فلاں فلاں سورت۔ فرمایا: میں نے آپ کے ساتھ اس عورت کی شادی اس قرآن کے عوض کر دی ہے، جو آپ کو یاد ہے۔''

(صحيح البخاري : 5029؛ صحيح مسلم : 1425)

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ أَيْضًا مِنَ الْفِقْهِ إِجَازَةُ أَخْذِ الْأُجْرَةِ عَلٰى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ .

''اس حدیث سے فقہی مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم پر اُجرت لینا جائز ہے۔''

(التّمهيد : 112/21)

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ جَوَازُ أَخْذِ الْأُجْرَةِ عَلٰى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ، وَهُوَ مَذْهَبُ كَافَّةِ الْعُلَمَاءِ .

''اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے، تمام علما کا یہی مذہب ہے۔''

(إكمال المُعلم : 584/4، عمدة القاري للعَيني الحَنَفي : 144/12)

سوال: کیا حائضہ بیت اللہ کا طواف کر سکتی ہے؟

جواب: حائضہ عورت بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتی، نیز صفا و مروہ کی سعی بھی نہیں کرے گی، دونوں کا حکم برابر ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ قَدْ حَاضَتْ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَعَلَّهَا تَحْبِسُنَا، أَلَمْ تَكُنْ طَافَتْ مَعَكُنَّ، فَقَالُوا : بَلٰى، قَالَ : فَاخْرُجِي .

’’اللہ کے رسول! صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کے فطری ایام شروع ہو چکے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر وہ ہمیں بھی (واپس جانے سے) روک دے گی۔ کیا انہوں نے آپ کے ساتھ طواف افاضہ نہیں کیا؟ عرض کیا: جی ہاں، کیا ہے۔ فرمایا: (پھر کوئی حرج نہیں) واپس چلیں۔‘‘

(صحيح البخاري : 328، صحيح مسلم : 1211)

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ مِنَ الْفِقْهِ أَنَّ الْحَائِضَ لَا تَطُوفُ بِالْبَيْتِ وَهُوَ أَمْرٌ مُّجْتَمَعٌ عَلَيْهِ لَا أَعْلَمُ خِلَافًا فِيهِ.

’’اس حدیث میں فقہی مسئلہ ہے کہ حائضہ بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گی، یہ اتفاقی و اجماعی مسئلہ ہے، اس بارے میں مجھے کسی اختلاف کا علم نہیں۔‘‘

(التّمهيد : 17/265)

❁ ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ، وَلَا تُصَلِّي، وَلَا تَطُوفُ بِالْبَيْتِ، وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَقَالَ : الطَّوَافُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَدْلُ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ.

’’حائضہ قرآن اور نماز نہیں پڑھ سکتی، طواف اور سعی کی اجازت بھی نہیں، صفا و مروہ کی سعی طواف ہی کی طرح ہے۔‘‘

(مصنّف ابن أبي شيبة : 4/325، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ أَنَّ الْحَائِضَ لَا تَطُوفُ بِالْبَيْتِ، وَلَا تَسْعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

''اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں کہ حائضہ نہ بیت اللہ کا طواف کر سکتی ہے اور نہ صفا اور مروہ کی سعی کر سکتی ہے۔''

(شرح صحيح البخاري: 4/230)

سوال: کیا حدیث رسول ﷺ میں نسخ ہوتا ہے؟

جواب: قرآن کریم کی طرح احادیث میں بھی نسخ ہوا ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَامَ عَامَ الْفَتْحِ حَتّٰى إِذَا بَلَغَ الْكَدِيدَ أَفْطَرَ وَإِنَّمَا يُوْخَذُ بِالْآخِرِ مِنْ فِعْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ: قَوْلُهٗ: وَإِنَّمَا يُوْخَذُ بِالْآخِرِ، هُوَ مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ بَيَّنَ ذٰلِكَ مَعْمَرٌ، حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ: ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: أَنَا مَعْمَرٌ.

''رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال (سفر میں) روزہ رکھا، جب کدید نامی جگہ پر پہنچے، تو روزہ توڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل ہی قابل حجت ہوتا ہے۔

ابو محمد کہتے ہیں: معمر نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ «إِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْآخِرِ» زہری کا قول ہے۔

(صحيح البخاري: 1944، صحيح مسلم: 1113، المُنتقى لابن الجارود: 398)

✿ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ فِي حَدِيثِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسِخًا وَّمَنْسُوخًا وَهٰذَا أَمْرٌ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں بھی ناسخ ومنسوخ ہے، اس مسئلہ پر اجماع ہے۔''

(التّمهيد : 65/9)

سوال: کیا ہر فرض نماز کے لیے اذان مشروع ہے؟

جواب: پنچگانہ نماز کے لیے اذان کہنا مشروع ومستحب مؤکد ہے۔ اسے ترک کرنا خلاف سنت ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ﴾ (المائدة : ٥٨)

''جب تم نماز کے لیے اذان کہتے ہو، تو کفار اسے ٹھٹھہ مذاق بنا لیتے ہیں، یہ اس لیے ہے کہ ان میں عقل نہیں۔''

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ، وَلَهُ ضُرَاطٌ، حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ، فَإِذَا قَضَى النِّدَاءَ أَقْبَلَ، حَتّٰى إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ، حَتّٰى إِذَا قَضَى التَّثْوِيبَ أَقْبَلَ، حَتّٰى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ

وَنَفْسِهٖ، يَقُولُ : اذْكُرْ كَذَا، اذْكُرْ كَذَا، لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتّٰى يَظَلَّ الرَّجُلُ لَا يَدْرِي كَمْ صَلّٰى .

''نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے، تو شیطان گوز مارتا ہوا اتنی دور چلا جاتا ہے، جہاں سے اذان کی آواز سنائی نہ دے سکے، پھر اذان ختم ہوتے ہی واپس آجاتا ہے، تکبیر کہی جاتی ہے تو دور چلا جاتا ہے، تکبیر ختم ہوتی ہے تو واپس آکر نمازیوں کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات ڈالتا ہے کہ تم فلاں چیز کے بارے میں سوچو، فلاں کو یاد کرو اور ایسی سوچیں لاتا ہے، جو پہلے ذہن میں نہیں تھیں، نمازی انہی سوچوں میں گم ہو جاتا ہے، حتی کہ اسے یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعات ادا کی ہیں؟''

(صحيح البخاري : 608، صحيح مسلم : 389)

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ مِنَ الْفِقْهِ أَنَّ الصَّلَاةَ مِنْ شَأْنِهَا أَنْ يُؤَذَّنَ لَهَا .

''اس حدیث میں فقہی مسئلہ ہے کہ (پنجگانہ فرض نمازوں میں سے) ہر نماز کے لیے اذان کہی جائے گی۔''

(التّمهيد : 305/18)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۲۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: معراج کہاں ہوئی؟

جواب: معراج حق ہے۔ نبی کریم ﷺ کو حالت بیداری میں معراج ہوئی، معراج مکہ میں ہوئی۔

✿ حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ (۷۴۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمِعْرَاجُ كَانَ بِمَكَّةَ بِنَصِّ الْقُرْآنِ وَاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ.

''قرآنی نص اور مسلمانوں کا اجماع ہے کہ معراج مکی دور میں ہوئی۔''

(رسالة لطيفة في أحاديث متفرقة ضعيفة، ص 57)

سوال: سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ میں افضل کون ہیں؟

جواب: سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دونوں بافضیلت صحابی ہیں، البتہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ افضل ہیں، اس پر اہل سنت کا اجماع ہے۔

✿ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا اتِّفَاقُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ أَفْضَلُ مِنْ عُمَرَ.

''اہل سنت میں سے مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔''

(شرح صحيح البخاري: 249/9)

سوال: منکرِ زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

جواب: زکوٰۃ ارکان اسلام میں سے ایک بنیادی رکن ہے۔قرآن کریم، احادیث متواترہ اور اجماع اُمت میں اس کا ثبوت ہے، لہٰذا زکوٰۃ کا سرے سے انکار کرنے والا کافر و مرتد ہے، اس کی سزا قتل ہے، جس کا نفاذ ریاست اسلامیہ کا فریضہ ہے۔

❀ علامہ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

لَا شَكَّ أَنَّ مَنْ أَنْكَرَ الزَّكَاةَ الْآنَ فَهُوَ كَافِرٌ بِالْإِجْمَاعِ .

”بے شک اب جس نے زکوٰۃ کا انکار کیا، وہ بالاجماع کافر ہے۔“

(التّوضیح : 230/10)

سوال: کیا شب قدر باقی ہے یا منسوخ ہوگئی؟

جواب: شب قدر قیامت تک باقی ہے، شب قدر اور اس کی فضیلت کو منسوخ نہیں کیا گیا، صرف اس کے تعین کو اٹھا لیا گیا اور یہ خبر دے دی گئی کہ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات شب قدر ہوگی، جو آخری عشرہ کی ساری کی ساری طاق راتوں میں عبادت کرے گا، وہ یقینی طور پر شب قدر کے اجر کو پالے گا۔

شب قدر کے تعین کو اٹھانے میں بہتری اس اعتبار سے ہے کہ اگر تعین ہوتا، تو لوگ اسی رات کو عبادت کرنے پر اکتفا کرتے، جب تعین کو اٹھا لیا گیا، تو اب ہر کوئی شب قدر کی تلاش میں حرص کرے گا اور یوں نسبتاً زیادہ نیکیاں حاصل کر سکے گا۔

❀ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يُخْبِرُ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَاحٰى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ : إِنِّي خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ

بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، وَإِنَّهٗ تَلَاحٰى فُلَانٌ وَفُلَانٌ، فَرُفِعَتْ، وَعَسٰى أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَّكُمْ، الْتَمِسُوهَا فِي السَّبْعِ وَالتِّسْعِ وَالْخَمْسِ .

''رسول اللہ ﷺ شب قدر کی خبر دینے کے لیے باہر تشریف لائے، تو (دیکھا کہ) دو مسلمان باہم جھگڑ رہے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں آپ کو شب قدر کے متعلق خبر دینے کے لیے نکلا تھا، کہ اسی اثنا میں فلاں فلاں جھگڑ رہے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے شب قدر (کے تعین) کو اٹھا لیا، اُمید ہے کہ یہی آپ کے حق میں بہتر ہو، اب لیلۃ القدر کو (اکیسویں، تیئسویں) پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں شب میں تلاش کریں۔''

(صحيح البخاري : 49، 2023)

✿ علامہ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ مَنْ يُعْتَدُّ بِهٖ فِي الْإِجْمَاعِ عَلٰى بَقَائِهَا إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَشَذَّتِ الرَّوَافِضُ فَقَالُوا : رُفِعَتْ .

''جن کا اجماع معتبر ہوتا ہے، ان کا اجماع ہے کہ شب قدر قیامت تک باقی ہے، جبکہ روافض کی شاذ رائے ہے کہ شب قدر کو اٹھا لیا گیا ہے۔''

(التّوضيح : 590/13، الإعلام بفوائد عمدة الأحكام : 397/5)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

✿ نافع رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ عَنْ مَسْأَلَةٍ فَطَأْطَأَ ابْنُ عُمَرَ رَأْسَهٗ، وَلَمْ يُجِبْهُ حَتّٰى ظَنَّ النَّاسُ أَنَّهٗ لَمْ يَسْمَعْ مَسْأَلَتَهٗ، قَالَ : فَقَالَ

لَهُ : يَرْحَمُكَ اللّٰهُ أَمَا سَمِعْتَ مَسْأَلَتِي؟ قَالَ : بَلٰى، وَلٰكِنَّكُمْ كَأَنَّكُمْ تَرَوْنَ أَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِسَائِلِنَا عَمَّا تَسْأَلُونَنَا عَنْهُ، اتْرُكْنَا يَرْحَمْكَ اللّٰهُ حَتّٰى نَتَفَهَّمَ فِي مَسْأَلَتِكَ، فَإِنْ كَانَ لَهَا جَوَابٌ عِنْدَنَا، وَإِلَّا أَعْلَمْنَاكَ أَنَّهُ لَا عِلْمَ لَنَا بِهٖ .

''ایک شخص نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی مسئلہ کی بابت پوچھا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے سر جھکا لیا اور اسے جواب نہ دیا، یہاں تک کہ لوگوں نے سمجھا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس شخص کا سوال ہی نہیں سنا۔ تو اس شخص نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا: اللہ آپ پر رحمتیں فرمائے، کیا آپ نے میرا سوال نہیں سنا؟ فرمایا: کیوں نہیں، لیکن شاید آپ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سوالوں کے (کے جوابوں کے) متعلق نہیں پوچھے گا، جو سوال آپ لوگ ہم سے کرتے ہیں۔ اللہ آپ پر بھی رحمت کرے، ہمیں ذرا مہلت دیں، ہم آپ کے مسئلہ میں سوچ بچار کرتے ہیں، اگر ہمارے پاس اس کا کوئی جواب ہوا، تو درست، ورنہ ہم آپ کو خبر کر دیں گے کہ ہمیں اس بارے میں کوئی علم نہیں۔''

(طَبَقات ابن سعد : 168/4، وسندہٗ حسنٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

الْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ؛ كِتَابٌ نَاطِقٌ، وَسُنَّةٌ مَاضِيَةٌ، وَلَا أَدْرِي .

''علم تین طرح کا ہے: قرآن کریم، سنت صحیحہ اور لَا أَدْرِي (میں نہیں جانتا)۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 1001، جامع بَيان العلم وفضله لابن عبد البر : 1387، الفقيه والمتفقة للخطيب : 366/2، وسندہٗ صحيحٌ)

سوال: حفاظت قرآن کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جواب: قرآن کریم محفوظ و مامون ہے۔اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے، اس وقت دو گتوں کے درمیان جسے قرآن کہا جاتا ہے، وہ من وعن وہی قرآن کریم ہے، جو نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا، اس میں کوئی نقص واقع نہیں ہوا، نہ اس میں ذرا برابر زیادتی کی گئی، اس پر اہل سنت کا اجماع ہے، جبکہ روافض قرآن کریم میں تحریف کے قائل ہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾(الحجر : ٩)

”بلاشبہ ہم نے ہی ”ذکر“ کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“

ذکر کا معنی نصیحت ہے، وہ قرآن اور حدیث ہے۔لہٰذا قرآن و حدیث اللہ کی حفاظت کے ساتھ محفوظ ہیں۔

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبتَ الْقُرْآنُ وَوَقَعَ عَلَيْهِ الْإِجْمَاعُ، فَلَا يُزَادُ فِيهِ حَرْفٌ وَّلَا يُنْقَصُ حَرْفٌ وَقَدْ رَامَ الرَّوَافِضُ وَالْمُلْحِدَةُ ذٰلِكَ فَمَا يُمْكِنُ لَهُمْ.

”یقیناً قرآن صحیح سلامت ہے، اس پر اجماع ہو چکا ہے، لہٰذا اس میں ایک حرف بھی بڑھایا جائے، نہ کم کیا جائے۔ روافض (شیعہ) اور ملحدین نے تحریف قرآن کی کوشش کی ہے، لیکن کامیاب نہیں ہو سکے۔“

(إكمال المُعلِم :119/1)

❀ علامہ ابن ہبیرہ رحمہ اللہ (۵٦٠ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقُرْآنُ هُوَ مَا أَجْمَعَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ وَنَقَلَ النَّقْلَ الْمُتَوَاتِرَ

كَوَافٌ عَنْ كَوَافٍ .

”قرآن وہ کتاب ہے، جس پر مسلمانوں کا اجماع ہے، اسے ہر دور کے لوگوں نے ایک دوسرے سے تواتر کے ساتھ نقل کیا ہے۔“

(الإفصاح عن معاني الصِّحاح : 49/3)

سوال: وضو میں موزوں پر مسح کرنا کیسا ہے؟

جواب: موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، اس بارے میں متواتر احادیث ثابت ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ بالا جماع حق ہے، شیعہ اسے دین نہیں مانتے۔

❀ امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ (۲۹۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَنْكَرَ طَوَائِفُ مِنْ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ وَالْبِدَعِ مِنَ الْخَوَارِجِ وَالرَّوَافِضِ الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنَ وَزَعَمُوا أَنَّ ذٰلِكَ خِلَافٌ لِكِتَابِ اللّٰهِ وَمَنْ أَنْكَرَ ذٰلِكَ لَزِمَهٗ إِنْكَارُ جَمِيعِ مَا ذَكَرْنَا مِنَ السُّنَنِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا لَمْ نَذْكُرْ، وَذٰلِكَ خُرُوجٌ مِّنْ جَمَاعَةِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ .

”اہل رائے اہل بدعت خوارج اور روافض کے کئی گروہوں نے موزوں پر مسح کا انکار کیا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ کتاب اللہ کے خلاف ہے، جس نے موزوں پر مسح کا انکار کیا، اس سے ہماری ذکر کردہ اور نا کردہ تمام احادیث کا انکار لازم آئے گا، یہ تو مسلمانوں کی جماعت سے خروج ہے۔“

(السُّنّة، ص 103)

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ كُلُّ مَنْ نَحْفَظُ عَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَكُلُّ مَنْ لَقِيتُ

مِنْهُمْ عَلَى الْقَوْلِ بِهٖ .

''جن اہل علم کو ہم جانتے ہیں اور جن سے ملاقات کی ہے، سب کے سب بالا جماع موزوں پر مسح کے قائل ہیں۔''

(الأوسط :433/1)

❁ نیز فرماتے ہیں:

إِنَّهَا مِنَ السُّنَنِ الثَّابِتَةِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ طَعَنَ فِيهَا طَوَائِفُ مِنْ أَهْلِ الْبِدَعِ، فَكَانَ إِحْيَاءُ مَا طَعَنَ فِيهِ الْمُخَالِفُونَ مِنَ السُّنَنِ أَفْضَلُ مِنْ إِمَاتَتِهٖ .

''موزوں پر مسح کرنا رسول اللہ ﷺ کی ثابت شدہ سنتوں میں سے ہے۔اس پر اہل بدعت کے کئی گروہوں نے طعن کیا ہے، لہٰذا جس سنت پر مخالفین طعن کریں، اسے زندہ کرنا، اس پر عمل نہ کرنے سے افضل ہے۔''

(الأوسط :440/1)

سوال: بعض کا دعویٰ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ بننے کی وصیت کی تھی، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: نبی کریم ﷺ نے کسی کو خلافت کی وصیت نہیں کی، نہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اور نہ کسی دوسرے صحابی کو۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو''وصی رسول'' کہنا بے دلیل ہے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''(بعض کا یہ کہنا کہ) نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بارے وصیت کی تھی، جھوٹ، بہتان اور بہت بڑا الزام ہے، اگر یہ مان لیا جائے تو لا

محالہ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ صحابہ کرام (معاذ اللہ) خائن تھے، رسول اللہ ﷺ کے بعد انہوں نے آپ کی وصیت نافذ کرنے میں ٹال مٹول سے کام لیا اور وصیت اس کے غیر اہل کی طرف پھیر دی، بغیر کسی سبب اور وجہ کے۔ اللہ ورسول پر ایمان رکھنے والا اور دین اسلام کو جاننے والا، اسے جھوٹ ہی سمجھتا ہے، کیونکہ صحابہ انبیا علیہم السلام کے بعد سب سے بہترین مخلوق ہیں اور وہی اس امت میں سب سے بہتر گروہ ہیں، جو امت قرآنِ کریم اور اجماعِ سلف وخلف کی رُو سے دنیا وآخرت میں سب سے بہترین ہے۔''

(البِداية والنّهاية : 7/252)

❁ علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ (۸۰۸ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ السُّنَّةِ عَلٰى إِنْكَارِ هٰذِهِ الْوَصِيَّةِ .

''اہل سنت کا اس وصیت خلافت کا انکار کرنے پر اجماع ہے۔''

(تاريخ ابن خلدون : 7/736)

سوال: جن احکامات کا ذکر صرف حدیث میں ہے، قرآن میں نہیں، کیا ان کی مخالفت سے اجتناب بھی ضروری ہے؟

جواب: حجت ہونے میں قرآن اور حدیث کا حکم ایک ہے۔ جو حکم قرآنی نص سے ثابت ہو، اس کی مخالفت بھی حرام ہے اور جو صرف حدیث سے ثابت ہو، اس کی مخالفت بھی حرام ہے، کیونکہ اسلام احکامات جس طرح قرآن سے ثابت ہوتے ہیں، اسی طرح احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہوتے ہیں، دونوں کی مخالفت گناہ ہے۔

❁ مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ، وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلٰى أَرِيكَتِهٖ يَقُولُ: عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ، وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ، أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْأَهْلِيِّ، وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ، وَلَا لُقَطَةُ مُعَاهِدٍ.

''خبردار! مجھے قرآن دیا گیا ہے، ساتھ میں اس کی مثل (حدیث) بھی دی گئی ہے۔ خبردار! عنقریب ایک پیٹ بھرا آدمی تکیے پر ٹیک لگائے کہے گا: ''اس قرآن کو لازم پکڑلو، تم اس میں جسے حلال پاؤ، اسے حلال سمجھو اور جسے حرام پاؤ، اسے حرام سمجھو۔'' خبردار! تمہارے لیے گھریلو گدھے کا گوشت اور کچلی والے درندے حلال نہیں ہیں اور نہ معاہد کی گری ہوئی چیز کو استعمال کرنا جائز ہے۔''

(سنن أبي داود: 4604، وسندهٗ صحيحٌ، وأخرجه الإمام أحمد: 4/132 والتّرمذي: 2664، وقال: حسنٌ غريب، وابن ماجه: 12، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۱۰۹) نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

✿ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

يُحَذِّرُ بِذٰلِكَ مُخَالَفَةَ السُّنَنِ الَّتِي سَنَّهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا لَيْسَ لَهٗ فِي الْقُرْآنِ ذِكْرٌ عَلٰى مَا ذَهَبَتْ إِلَيْهِ الْخَوَارِجُ وَالرَّوَافِضُ فَإِنَّهُمْ تَعَلَّقُوا بِظَاهِرِ الْقُرْآنِ وَتَرَكُوا السُّنَنَ الَّتِي قَدْ ضَمِنَتْ بَيَانَ الْكِتَابِ فَتَحَيَّرُوا وَضَلُّوا.

”جن سنتوں کا ذکر قرآن کریم میں نہیں، ان کی مخالفت سے بھی اجتناب کیا جائے، خوارج اور روافض نے صرف قرآن کے ظاہر کو لیا ہے اور ان احادیث کو چھوڑ دیا ہے، جو قرآن کی توضیح وتشریح پر مشتمل ہیں، اس لیے وہ پریشان اور گمراہ ہو گئے۔“

(مَعالم السّنن : 298/4)

سوال: رمضان سے پہلے ایک دو روزے رکھنا کیسا ہے؟

جواب: درست نہیں، حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمَهُ، فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ .

”آپ میں سے کوئی رمضان سے پہلے ایک دو دن روزے ہرگز نہ رکھے، البتہ وہ شخص رکھ سکتا ہے، جس کے روزوں کی روٹین میں وہ دن آجائے۔“

(صحيح البخاري : 1914، صحيح مسلم : 1082)

❁ حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (۷۰۲ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ صَرِيحُ الرَّدِّ عَلَى الرَّوَافِضِ، الَّذِينَ يَرَوْنَ تَقْدِيمَ الصَّوْمِ عَلَى الرُّؤْيَةِ .

”اس حدیث میں روافض کا صریح رد ہے، جو رؤیت ہلال سے پہلے روزہ رکھنا جائز سمجھتے ہیں۔“

(إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام : 7/2، العُدّة لابن العطار : 840/2)

سوال: کیا بشر کے علاوہ کسی جنس میں نبی ہوئے ہیں؟

جواب: سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی اور رسول محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے انبیا اور رسل مبعوث ہوئے ہیں، سب جنس بشریت سے تھے اور سب مرد تھے، کسی غیر بشر یا عورت کو رسالت یا نبوت نہیں دی گئی۔ قرآن کریم، احادیث صحیحہ اور اُمت کا اجماع اس پر دلالت کناں ہیں۔

❀ علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ (۸۰۸ھ) فرماتے ہیں:

عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ أَنَّ النُّبُوَّةَ مُخْتَصَّةٌ بِالرَّجُلِ .

''اہل سنت کے نزدیک نبوت مرد کا خاصہ رہی ہے۔''

(تاریخ ابن خلدون : 170/2)

سوال: غیر نبی کے نام ساتھ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کہنا یا لکھنا کیسا ہے؟

جواب: صحابہ کرام کے حوالے سے مذہب اہل سنت والجماعت کی پیروی ضروری ہے، حزم واحتیاط بھی اسی میں ہے۔ اہل حق جس کے متعلق جو بات کرتے ہیں، وہ علم وعدل پر مبنی ہوتی ہے، جبکہ اہل بدعت وضلال جہالت اور ظلم کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

اہل بیت سے عقیدت ومحبت اور ان کے حقوق کا خیال رکھنا ایمان ہے، ساتھ ساتھ غلو وتقصیر سے بچنا بھی ضروری ہے۔ بعض لوگ اہل بیت کی شان میں غلو کرتے ہوئے درست الفاظ کا استعمال نہیں کرتے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام''، ''علیہ الصلاۃ والسلام'' لکھنا یا ''مولیٰ علی'' کہنا یا ''کرم اللہ وجہہ'' لکھنا یا پڑھنا، اسی طرح سیدنا حسن وسیدنا حسین رضی اللہ عنہما اور مہدی رحمہ اللہ کے ساتھ ''امام'' اور ''علیہ السلام'' کا لفظ لکھنے یا پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے،

کیونکہ یہ روافض کی ایجاد ہے اوران کا شعار ہے۔بعض کتب احادیث میں ناسخین نے یہ الفاظ ذکر کر دیئے ہیں، اصل میں نہیں ہیں۔ ائمہ اہل سنت تمام صحابہ کے لئے ایک جیسے الفاظ کا استعمال کرتے تھے۔

❁ علامہ نسفی حنفی رحمہ اللہ (۷۱۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ صَلّٰى عَلٰى غَيْرِهٖ عَلٰى سَبِيلِ التَّبَعِ كَقَوْلِهٖ : صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَآلِهٖ، فَلَا كَلَامَ فِيهِ، وَأَمَّا إِذَا أَفْرَدَ غَيْرَهٗ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ بِالصَّلَاةِ، مَكْرُوهٌ، وَهُوَ مِنْ شَعَائِرِ الرَّوَافِضِ .

”اگر کوئی شخص غیر نبی پر تبعاً درود پڑھے، مثلاً کہے: ”صلی اللہ علی النبی وآلہ“، تو اس میں کوئی اختلاف نہیں، مگر اہل بیت میں غیر نبی کے لیے انفرادی طور پر درود پڑھنا مکروہ ہے۔ یہ روافض کا شعار ہے۔“

(تفسير النّسفي : 44/3)

سوال: جنازہ کے ساتھ باآواز بلند ذکر کرنا کیسا ہے؟

جواب: جنازہ کے آگے یا پیچھے باآوازِ بلند ذکر وغیرہ کرنا بدعت ہے، قرآن وحدیث میں اس کی اصل نہیں ملتی، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین، صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین عظام، ائمہ دین اورسلف صالحین رحمہم اللہ سے ثابت نہیں ہے۔

جنازہ کے آگے یا پیچھے باآوازِ بلند ذکر کرنا یا قرآن خوانی نیکی کا کام ہوتا یا شریعت کی رو سے میت کو کوئی فائدہ پہنچتا ہوتا، تو صحابہ کرام اور سلف صالحین جو سب سے بڑھ کر قرآن و حدیث کے معانی، مفاہیم ومطالب اور تقاضوں کو سمجھنے والے اوران کے مطابق زندگیاں ڈھالنے والے تھے، وہ ضرور اس کا اہتمام کرتے۔ ائمہ ہدیٰ سے بھی اس کا جواز یا استحباب

منقول نہیں ہے۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

الْبِدْعَةُ الَّتِي أَحْدَثَهَا النَّاسُ مِنْ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْاِسْتِغْفَارِ .

''ایک بدعت جسے لوگوں نے جاری کیا ہے کہ وہ (جنازہ کے ساتھ) بلند آواز سے استغفار کرتے ہیں۔''

(الأوسط: 389/5)

سوال: روافض کی تعریف کیا ہے؟

جواب: زید بن علی بن حسین رحمہ اللہ کے دور میں ایک گروہ نمودار ہوا، ان لوگوں نے زید بن علی رحمہ اللہ سے کہا کہ آپ شیخین سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے اعلان برائت کریں، مگر زید بن علی رحمہ اللہ نے انکار کر دیا، جس کی وجہ سے ان لوگوں نے زید بن علی رحمہ اللہ کو چھوڑ دیا، اسی وجہ سے ان کو رافضہ یا روافض کہا جانے لگے، کیونکہ ''رفض'' کا معنی ہے: چھوڑنا، تو انہوں نے زید بن علی رحمہ اللہ کا عقیدہ ترک کر کے انہیں چھوڑ دیا۔

❁ علامہ سمعانی رحمہ اللہ (۵۶۲ھ) فرماتے ہیں:

سُمِّيَ الرَّوَافِضُ بِهٰذَا الْاِسْمِ فِي زَمَانِهٖ لِأَنَّهٗ كَانَ يَرَى الْإِمَامَةَ لِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَلَمَّا سَمِعَ غُلَاةُ الشِّيعَةِ مِنْهُ هٰذَا الْقَوْلَ رَفَضُوا قَوْلَهٗ أَيْ تَرَكُوا، فَسُمُّوا الرَّافِضَةَ .

''زید بن علی رحمہ اللہ کے دور میں روافض کو ''روافض'' اس لیے کہا گیا، کیونکہ زید بن علی رحمہ اللہ سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی برحق خلافت کے قائل تھے، جب غالی شیعہ نے ان کا قول سنا، تو انہوں نے اس قول کو ترک کر دیا، اس لیے ان کا

نام ''رافضہ'' پڑ گیا۔''

(الأنساب : 365/6)

❁ لغوی امام، علامہ ابن منظور رحمہ اللہ (۷۱۱ھ) فرماتے ہیں:

اَلرَّوَافِضُ؛ جُنُودٌ تَرَكُوا قَائِدَهُمْ وَانْصَرَفُوا فَكُلُّ طَائِفَةٍ مِنْهُمْ رَافِضَةٌ، وَالنِّسْبَةُ إِلَيْهِمْ رَافِضِيٌّ، وَالرَّوافِضُ؛ قَوْمٌ مِنَ الشِّيعَةِ، سُمُّوا بِذٰلِكَ لِأَنَّهُمْ تَرَكُوا زَيْدَ بْنَ عَلِيٍّ؛ قَالَ الْأَصْمَعِيُّ : كَانُوا بَايَعُوهُ ثُمَّ قَالُوا لَهُ : ابْرَأْ مِنَ الشَّيْخَيْنِ نُقَاتِلْ مَعَكَ، فَأَبٰى وَقَالَ : كَانَا وَزِيرَيْ جَدِّي فَلَا أَبْرَأُ مِنْهُمَا، فَرَفَضُوهُ وارْفَضُّوا عَنْهُ فَسُمُّوا رافِضَةً .

''روافض سے مراد وہ گروہ ہے، جس نے اپنے قائد کو چھوڑ دیا اور جدا ہو گئے، روافض کا ہر گروہ رافضہ ہے، اس کی طرف نسبت ''رافضی'' ہے۔ روافض شیعہ کا ایک گروہ ہے، یہ نام اس لیے پڑا، کیونکہ انہوں نے زید بن علی رحمہ اللہ کو چھوڑ دیا تھا۔ علامہ اصمعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان لوگوں نے زید بن علی رحمہ اللہ کی بیعت کی، پھر انہیں کہا: شیخین (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) سے برأت کیجئے، مگر انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ وہ تو میرے دادا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے وزیر تھے، میں ان سے اعلان برأت نہیں کر سکتا۔ تو لوگوں نے انہیں چھوڑ دیا اور جدا ہو گئے، اس وجہ سے ان کا نام ''رافضہ'' پڑ گیا۔''

(لسان العرب : 157/7)

سوال: کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ شیخین (سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما) کی عظمت کے

معترف تھے؟

(جواب): سیدنا علی رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ راشد ہیں، جبکہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بلافصل ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دوسرے خلیفہ راشد ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے پہلے تینوں خلفا سے محبت کرتے تھے، ان کی اطاعت بجالاتے تھے، بعینہٖ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت سے محبت و مودت کرتے تھے، ان سے حسن سلوک کرتے اور ان کے حقوق کی رعایت کرتے تھے۔ اہل سنت والجماعت بھی سبھی صحابہ محبت کو ایمان سمجھتے ہیں، جبکہ روافض کہتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بغض رکھتے تھے، ان سے اعلان برأت کرتے تھے، اسی لیے روافض بھی شیخین سے اعلان برأت کرتے ہیں۔ یہ سراسر جھوٹ اور باطل بات ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ شیخین سے ہرگز بغض نہیں رکھتے تھے، بلکہ ان کی مدح سرائی کرتے تھے، اہل بیت کے کئی افراد نے اس پر گواہیاں دی ہیں۔

❁ ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بیان کرتے سنا:

وُضِعَ عُمَرُ عَلٰى سَرِيرِهٖ فَتَكَنَّفَهُ النَّاسُ، يَدْعُونَ وَيُصَلُّونَ قَبْلَ أَنْ يُرْفَعَ وَأَنَا فِيهِمْ، فَلَمْ يَرُعْنِي إِلَّا رَجُلٌ آخِذٌ مَنْكِبِي، فَإِذَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَتَرَحَّمَ عَلٰى عُمَرَ، وَقَالَ: مَا خَلَّفْتَ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَلْقَى اللّٰهَ بِمِثْلِ عَمَلِهٖ مِنْكَ، وَأَيْمُ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُ لَأَظُنُّ أَنْ يَجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ، وَحَسِبْتُ إِنِّي كُنْتُ كَثِيرًا أَسْمَعُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ذَهَبْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَدَخَلْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَخَرَجْتُ

أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ.

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا لاشہ چارپائی پہ رکھ دیا گیا، لوگوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا، وہ آپ کے لیے دعا واستغفار کر رہے تھے۔ میں بھی ان میں شامل تھا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اچانک میرا کندھا پکڑ کر اپنی جانب متوجہ کیا، انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے رحمت کی اور فرمایا: آپ کے بعد اتنا محبوب کون ہے کہ میں اللہ کے دربار میں حاضری کے لئے اس کے عمل کو نمونہ بناؤں۔ مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے ساتھیوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ جگہ دے گا، میں اکثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا کہ میں، ابوبکر اور عمر گئے، میں، ابوبکر اور عمر داخل ہوئے، میں، ابوبکر اور عمر نکلے۔''

(صحیح البخاري: 3685، صحیح مسلم: 2389)

✿ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ رَدٌّ مِّنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الشِّيعَةِ فِيمَا يَتَقَوَّلُونَهُ عَلَيْهِ مِنْ بُغْضِهِ لِلشَّيْخَيْنِ، وَنِسْبَتِهِ إِيَّاهُمَا إِلَى الْجَوْرِ فِي الْإِمَامَةِ، وَأَنَّهُمَا غَصَبَاهُ، وَهٰذَا كُلُّهُ كِذْبٌ وَّافْتِرَاءٌ؛ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْهُ بَرَاءٌ، بَلِ الْمَعْلُومُ مِنْ حَالِهِ مَعَهُمَا تَعْظِيمُهُ وَمَحَبَّتُهُ لَهُمَا، وَاعْتِرَافُهُ بِالْفَضْلِ لَهُمَا عَلَيْهِ وَعَلٰى غَيْرِهِ، وَحَدِيثُهُ هٰذَا يَنُصُّ عَلٰى هٰذَا الْمَعْنٰى، وَقَدْ تَقَدَّمَ ثَنَاءُ

عَلِيٍّ عَلٰى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، وَاعْتِذَارُهٗ عَنْ تَخَلُّفِهٖ عَنْ بَيْعَتِهٖ، وَصِحَّةُ مُبَايَعَتِهٖ لَهٗ، وَانْقِيَادُهٗ لَهٗ مُخْتَارًا طَائِعًا سِرًّا وَّجَهْرًا، وَّكَذٰلِكَ فَعَلَ مَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ، وُكُلُّ ذٰلِكَ يُكَذِّبُ الشِّيعَةَ وَالرَّوَافِضَ فِي دَعْوَاهُمْ، لٰكِنَّ الْأَهْوَاءَ وَالتَّعَصُّبَ أَعْمَاهُمْ.

''یہ حدیث سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شیعہ پر رد ہے، جو وہ شیخین سے بغض کی وجہ سے ان پر بکواس کرتے ہیں، ان پر الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے امامت میں ظلم کیا اور امامت غصب کر لی،نعوذ باللہ! یہ سب کذب اور افترا ہے۔علی رضی اللہ عنہ اس سے بری ہیں۔ بلکہ وہ تو ان شیخین سے محبت کا تعلق رکھتے تھے، ان کے سب سے افضل ہونے کا اعتراف کرتے تھے، ان کی یہ روایت اس بات پر نص ہے۔اس سے پہلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے تعریف گزر چکی ہے۔اسی طرح گزر چکا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیعت سے تاخیر کا عذر پیش کیا تھا، پھر انہوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی اور سری و جہری ہر طرح سے ان کے مطیع ہو گئے تھے۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہی تعلق رہا۔ یہ سب باتیں شیعہ اور روافض کے تمام دعوؤں کا رد کرتی ہیں،مگر خواہشات اور تعصب نے انہیں اندھا کر دیا ہے۔''

(المُفْهِم: 252/6)

سوال: کیا جادو کی حقیقت ہے؟

جواب: جادو برحق ہے،اس کی حقیقت ہے،اس کا ثبوت قرآن وحدیث اور اجماع

میں ہے۔ یہ اہل سنت کا مؤقف ہے، اس کے برعکس بعض لوگوں نے جادو کا انکار کیا، اس کی حقیقت کی نفی کی۔

❀ علامہ نسفی رحمہ اللہ (۷۱۰ھ) فرماتے ہیں:

لِلسِّحْرِ حَقِيقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ كَثَّرَهُمُ اللّٰهُ وَعِنْدَ الْمُعْتَزِلَةِ هُوَ تَخْيِيلٌ وَتَمْوِيهٌ.

''اہل سنت (اللہ تعالیٰ ان کی تعداد زیادہ کرے) کے نزدیک جادو کی حقیقت ہے، جبکہ معتزلہ کے نزدیک جادو خیالات اور ملمع سازی کا نام ہے۔''

(تفسير النّسفي: 117/1)

❀ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «السِّحْرُ حَقٌّ» أَيْ ثَابِتٌ وَاقِعٌ لَا أَنَّهٗ خَيَالٌ فَاسِدٌ كَرُؤْيَةِ الْأَحْوَالِ شَيْئًا وَاحِدًا شَيْئَيْنِ، وَكَتَخَيُّلِ الْأَشْيَاءِ عِنْدَ خَلَلِ الدِّمَاغِ وَحُصُولِ الْأَفْكَارِ الْفَاسِدَةِ لِمَا يَدُلُّ عَلَيْهِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾(البقرة: ۱۰۲)، وَقَوْلِهٖ: ﴿فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ﴾(البقرة: ۱۰۲) أَيْ عِلْمَ السِّحْرِ الَّذِي يَكُونُ سَبَبًا فِي التَّفْرِيقِ بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ بِأَنْ يُّحْدِثَ اللّٰهُ عِنْدَهُ النُّشُوزَ وَالْخِلَافَ وَقَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ﴾ (الفلق: ٤) كَمَا هُوَ مَشْهُورٌ فِي سِحْرِ الْيَهُودِ لَهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ

وَالسَّلَامُ ...... وَالسِّحْرُ وُجُودُهٗ حَقِيقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَعَلَيْهِ أَكْثَرُ الْأُمَمِ.

''فرمان نبوی: ''جادو حق ہے۔'' کا معنی ہے کہ جادو ثابت ہے اور واقع ہونے والی شے ہے، جادو فاسد خیال نہیں، جیسے ایک حالت کے بعد دوسری حالت کو دیکھا جاتا ہے، یا جیسے خالی دماغ اور فاسد افکار کی وجہ سے مختلف اشیا کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ جادو پر کتاب وسنت کے دلائل موجود ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾(البقرة : ١٠٢) ''وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔'' اسی طرح فرمان الٰہی ہے: ﴿فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ﴾(البقرة : ١٠٢) ''لوگ ان (فرشتوں) سے وہ شے سیکھتے تھے، جس کے ذریعے وہ میاں بیوی کے درمیان جدائی کراتے تھے۔'' یعنی جادو کا علم سیکھتے تھے، جو میاں بیوی کے درمیان جدائی کا سبب بنتا ہے، وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ جادو کی وجہ سے (میاں بیوی میں) اختلاف اور نافرمانی پیدا کر دیتا ہے۔ اسی طرح فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ﴾(الفلق : ٤) ''گرہوں میں پھونکنے والیوں سے پناہ میں آتا ہوں۔'' اسی طرح (کتب احادیث میں) مشہور ہے کہ یہودی نے نبی کریم ﷺ پر جادو کر دیا تھا۔...... اہل سنت کے نزدیک جادو کا حقیقی وجود ہے، اُمت کے اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے۔''

(مِرقاۃ المَفاتیح : 1717/4)

سوال: نماز مغرب کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟

جواب: جب سورج غروب ہو جائے، تو مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے، یہی افطار کا وقت ہے، ائمہ اہل سنت کا اس پر اجماع ہے۔

روافض کہتے ہیں کہ مغرب کا وقت سورج غروب ہونے کے بعد اس وقت شروع ہوتا ہے، جب ستارے طلوع ہونے لگیں۔ یہ بے دلیل مؤقف ہے، بلکہ کئی نصوص اس کے برعکس ہیں۔

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ وَالَّذِي قَبْلَهٗ يَدُلَّانَ عَلٰى أَنَّ مُجَرَّدَ غَيْبُوبَةِ الْقَرْصِ يَدْخُلُ بِهٖ وَقْتُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ، كَمَا يُفْطِرُ الصَّائِمُ بِذٰلِكَ، وَهٰذَا إِجْمَاعٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، حَكَاهُ ابْنُ الْمُنْذِرِ وَغَيْرُهٗ ...... وَالظَّاهِرُ: أَنَّهٗ قَوْلُ طَائِفَةٍ مِنْ أَهْلِ الْبِدَعِ كَالرَّوَافِضِ وَنَحْوِهِمْ، وَلَمْ يَقُلْ أَحَدٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ الْمُعْتَدِّ بِهِمْ.

”یہ اور اس سے پہلے والی حدیث دلیل ہیں کہ سورج کی ٹکیہ غائب ہونے پر مغرب کا وقت داخل ہو جاتا ہے، اس پر روزہ دار افطار کر سکتا ہے، اس پر اہل علم کا اجماع ہے، جسے امام ابن منذر رحمہ اللہ وغیرہ نے نقل کیا ہے۔...... (غروب آفتاب کے بعد ستاروں کے طلوع ہونے کا انتظار کرنا) یہ اہل بدعت کے ایک گروہ روافض وغیرہ کا مذہب ہے، کسی قابل اعتماد عالم نے یہ مؤقف اختیار نہیں کیا۔“

(فتح الباري: 4/352-353)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۲۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهٗ سَيَكُونُ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ يَعْتَدُونَ فِي الطَّهُورِ وَالدُّعَاءِ .

''بلاشبہ عنقریب اس اُمت میں ایک قوم آئے گی، جو وضو اور دعا میں حد سے تجاوز کرے گی۔''

(سنن أبي داود : 96)

جواب: سند ضعیف ہے۔ ابونعامہ قیس بن عبایہ نے سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح نہیں کی، جس سند میں ابونعامہ اور عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے درمیان سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا واسطہ ہے، وہ مجہول ہے، لہٰذا سند کو اسی واسطے پر محمول کیا جائے گا۔

سوال: کیا علی بن ابی طلحہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے تفسیر کا سماع کیا ہے؟

جواب: علی بن ابی طلحہ کا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں۔

❀ حافظ خلیلی رحمہ اللہ (۴۴۶ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْحُفَّاظُ عَلٰى أَنَّ ابْنَ أَبِي طَلْحَةَ لَمْ يَسْمَعْهُ مِنِ ابْنِ عَبَّاسٍ .

''حفاظ دین کا اجماع ہے کہ علی بن ابی طلحہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے

تفسیر کا سماع نہیں کیا۔“

(الإرشاد :393/1)

سوال: کیا بچہ حج کر سکتا ہے؟

جواب: بچہ حج کر سکتا ہے، والدین اسے اپنے ساتھ حج کرا سکتے ہیں، البتہ اگر بلوغت کے بعد وہ صاحب حیثیت ہو، تو اس پر حج فرض ہوگا، بچپن میں کیا گیا حج اسے کفایت نہیں کرے گا۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ امْرَأَةً رَفَعَتْ صَبِيًّا لَّهَا مِنْ مِحَفَّةٍ فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْ لِهٰذَا حَجٌّ قَالَ : نَعَمْ وَلَكِ أَجْرٌ .

”ایک عورت نے محفہ (عورتوں کی سواری کی پالکی) سے اپنا بچہ نکال کر کہا: اللہ کے رسول! کیا اس کا حج ہو جائے گا؟ فرمایا: جی ہاں! اور اجر آپ کو ملے گا۔“

(صحيح مسلم : 1336، المُنتقٰى لابن الجارود : 411)

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ أَئِمَّةِ الْعِلْمِ فِي جَوَازِ الْحَجِّ بِالصِّبْيَانِ، إِلَّا قَوْمًا مِّنْ أَهْلِ الْبِدَعِ مَنَعُوهُ، وَلَا يُلْتَفَتُ لِقَوْلِهِمْ، وَفِعْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـأَيْضًاـ لِذٰلِكَ وَإِجْمَاعُ الْأَئِمَّةِ وَالصَّحَابَةِ يَرُدُّ قَوْلَهُمْ .

”اس بارے میں ائمہ کا کوئی اختلاف نہیں کہ بچے کے ساتھ حج کرنا جائز ہے، البتہ اہل بدعت کی ایک جماعت اس سے منع کرتی ہے، ان کی مؤقف کی

طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔ نبی کریم ﷺ کا عمل اور ائمہ وصحابہ کا اجماع ان کے مؤقف کی تردید کرتا ہے۔''

(إكمال المُعلِم : 441/4)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

لَقَدْ حَدَّثْتُكُمْ بِأَحَادِيثَ، لَوْ حَدَّثْتُ بِهَا زَمَنَ عُمَرَ لَضَرَبَنِي عُمَرُ بِالدِّرَّةِ .

''یقیناً میں نے آپ کو وہ احادیث بیان کی ہیں کہ اگر میں وہ احادیث سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بیان کرتا، تو وہ مجھے کوڑے مارتے۔''

(جامع بَيان العلم وفضلِهِ لابن عبد البرّ : 1913)

جواب: اس کی سند پر آگاہی نہیں ہو سکی۔ بے سند روایات دین نہیں۔

سوال: کیا روز قیامت اعمال کو تولا جائے گا؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا اجماعی واتفاقی عقیدہ ہے کہ روز قیامت ترازو قائم ہوگا، یہ ترازو حسی اور حقیقی ہوگا۔ اس کے دو پلڑے اور ایک ڈنڈی ہوگی۔ جن پر بندوں کے اچھے برے اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ اعمال کے ساتھ ساتھ عمل کرنے والے انسان کو بھی تولا جائے گا۔ قرآن وحدیث اور اجماع اُمت اس پر شاہد ہیں۔

معتزلہ اور بعض متکلمین کہتے ہیں کہ میزان سے مراد عدل ہے، کیونکہ اعمال اعراض ہیں، اعراض کو تولا نہیں جا سکتا۔ ان کی یہ بات کتاب وسنت کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ اعراض کا وزن کرنے پر بھی قادر ہے۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ اعمال کو جسم دیے جائیں گے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾(الأنبياء : ٤٧)

”ہم روز قیامت عدل وانصاف کے ترازو قائم کریں گے۔“

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ، وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ﴾

(المؤمنون : ١٠٢۔١٠٣)

”جن کا ترازو بھاری ہوا، وہ فلاح پا جائیں گے اور جن کا میزان ہلکا نکلا، تو یہ وہ ظالم ہوں گے، جنھوں نے خود پر ہی ظلم ڈھایا، یہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔“

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهُ لَيَأْتِي الرَّجُلُ الْعَظِيمُ السَّمِينُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَا يَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ، وَقَالَ : اقْرَؤُوا : ﴿فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾(الكهف : ١٠٥)

”روز قیامت ایک بھاری بھرکم آدمی آئے گا، اس کا وزن اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا۔ مزید یہ آیت پڑھ لیں: ﴿فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾(الكهف : ١٠٥) ”روز قیامت ہم ان کے لیے میزان ہی قائم نہیں کریں گے۔“

(صحيح البخاري : 4729، صحيح مسلم : 2785)

❁ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا:

مِمَّ تَضْحَكُونَ؟ قَالُوا : يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، مِنْ دِقَّةِ سَاقَيْهِ، فَقَالَ : وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَهُمَا أَثْقَلُ فِي الْمِيزَانِ مِنْ أُحُدٍ .

”آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے نبی! ابن مسعود کی باریک باریک پنڈلیوں سے۔ فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ پنڈلیاں میزان میں اُحد پہاڑ سے بھی وزنی ہوں گی۔“

(مسند الإمام أحمد : 420/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ، خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ؛ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ .

”دو کلمے، رحمٰن کو بہت محبوب ہیں، زبان پر (ادا کرنے میں) بہت آسان ہیں اور میزان میں بہت وزنی ہیں؛ سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم۔“

(صحيح البخاري : 7563، صحيح مسلم : 2694)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَقُّ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ أَنَّ الْأَعْمَالَ حِينَئِذٍ تُجَسَّدُ أَوْ تُجْعَلُ فِي أَجْسَامٍ فَتَصِيرُ أَعْمَالُ الطَّائِعِينَ فِي صُورَةٍ حَسَنَةٍ وَأَعْمَالُ الْمُسِيئِينَ فِي صُورَةٍ قَبِيحَةٍ ثُمَّ تُوزَنُ .

”اہل سنت والجماعت کے نزدیک حق بات یہ ہے کہ روز قیامت اعمال کو جسم دیا جائے گا اور انہیں اجسام کی صورت دی جائے گی، نیکو کاروں کے اعمال کو

اچھی صورت دی جائے گی اور برے اعمال کرنے والوں کے اعمال کو بری صورت دی جائے گی، پھر ان اجسام کا وزن ہوگا۔''

(فتح الباري : 13/539)

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الثِّقْلُ فَعَلَى الْحَقِيقَةِ عِنْدَ عُلَمَاءِ أَهْلِ السُّنَّةِ؛ إِذِ الْأَعْمَالُ تُتَجَسَّمُ حِينَئِذٍ .

''(ان کلمات کا میزان میں) بھاری ہونا اہل سنت کے ہاں حقیقی ہے، کیونکہ اس وقت اعمال کو جسم دے دیا جائے گا۔''

(قوت المُغتذي : 2/855)

سوال: کیا رسول اللہ ﷺ پر جادو ہوا؟

جواب: نبی کریم ﷺ پر جادو ہوا تھا۔ جادو ایک مرض ہے، دیگر امراض کی طرح یہ مرض بھی انبیا کو لاحق ہوسکتا تھا، قرآن و حدیث میں کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام پر جادو نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کا ثبوت موجود ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں:

سَحَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُودِيٌّ مِّنْ يَهُودِ بَنِي زُرَيْقٍ، يُقَالُ لَهٗ لَبِيدُ بْنُ الْأَعْصَمِ، قَالَتْ : حَتّٰى كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهٗ يَفْعَلُ الشَّيْءَ، وَمَا يَفْعَلُهٗ، حَتّٰى إِذَا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ، أَوْ ذَاتَ لَيْلَةٍ، دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ دَعَا، ثُمَّ دَعَا، ثُمَّ قَالَ : يَا عَائِشَةُ

أَشَعَرْتِ أَنَّ اللّٰهَ أَفْتَانِي فِيمَا اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ؟ جَاءَ نِي رَجُلَانِ فَقَعَدَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ، فَقَالَ الَّذِي عِنْدَ رَأْسِي لِلَّذِي عِنْدَ رِجْلَيَّ، أَوِ الَّذِي عِنْدَ رِجْلَيَّ لِلَّذِي عِنْدَ رَأْسِي: مَا وَجَعُ الرَّجُلِ؟ قَالَ: مَطْبُوبٌ، قَالَ: مَنْ طَبَّهُ؟ قَالَ: لَبِيدُ بْنُ الْأَعْصَمِ، قَالَ: فِي أَيِّ شَيْءٍ؟ قَالَ: فِي مُشْطٍ وَمُشَاطَةٍ، قَالَ: وَجُفِّ طَلْعَةِ ذَكَرٍ، قَالَ: فَأَيْنَ هُوَ؟ قَالَ: فِي بِئْرِ ذِي أَرْوَانَ، قَالَتْ: فَأَتَاهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أُنَاسٍ مِّنْ أَصْحَابِهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا عَائِشَةُ وَاللّٰهِ لَكَأَنَّ مَاءَ هَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ، وَلَكَأَنَّ نَخْلَهَا رُؤُوسُ الشَّيَاطِينِ قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَلَا أَحْرَقْتَهُ؟ قَالَ: لَا، أَمَّا أَنَا فَقَدْ عَافَانِي اللّٰهُ، وَكَرِهْتُ أَنْ أُثِيرَ عَلَى النَّاسِ شَرًّا، فَأَمَرْتُ بِهَا فَدُفِنَتْ.

’’بنوزریق کے لبید بن اعصم نامی ایک آدمی نے اللہ کے رسول ﷺ پر جادو کر دیا، آپ کو خیال ہوتا تھا کہ آپ کسی کام کو کر رہے ہیں، حالانکہ کیا نہ ہوتا تھا، حتی کہ ایک دن یا ایک رات جبکہ آپ ﷺ میرے پاس تھے، آپ نے بار بار دعا کی، پھر فرمایا: اے عائشہ! کیا آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ بات بتا دی ہے، جو میں اس سے پوچھ رہا تھا؟ میرے پاس دو آدمی آئے، ایک میرے سر کے پاس اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا، ان میں سے ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے پوچھا: اس آدمی کو کیا تکلیف ہے؟ اس نے کہا: اس پر

جادو کیا گیا ہے، اس نے کہا: کس نے کیا ہے؟ کہا: لبید بن اعصم نے، اس نے کہا: کس چیز میں؟ کہا: کنگھی، بالوں اور نر کھجور کے شگوفے میں۔ اس نے کہا: وہ کہاں ہے؟ کہا: بئرِ ذی اَروان میں۔ آپ ﷺ کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ وہاں گئے، پھر واپس آئے اور فرمایا: اے عائشہ! اس کنویں کا پانی گویا کہ مہندی ملا ہوا تھا اور اس کی کھجوریں گویا شیطانوں کے سر تھے۔ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں) میں نے کہا: کیا آپ نے اسے نکالا ہے؟ فرمایا: نہیں، مجھے تو اللہ نے عافیت دے دی ہے، میں اس بات سے ڈر گیا کہ اس کا شر لوگوں میں اٹھاؤں، لہٰذا میں نے اسے دفن کرنے کا حکم دے دیا۔''

(صحيح البخاري: 5766، صحيح مسلم: 2891)

یہ متفق علیہ حدیث دلیل قاطع اور برہانِ عظیم ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو ہوا تھا۔ یہ حدیث بالاتفاق ''صحیح'' ہے، ہاں وہ معتزلہ فرقہ اس کا انکاری ہے، جو قرآن کو مخلوق کہتا ہے، وہ نہ صرف اس حدیث کا منکر ہے، بلکہ اور بھی کئی احادیثِ صحیحہ کا منکر ہے۔

❁ حافظ سہیلی رحمہ اللہ (۵۸۱ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مَشْهُورٌ عِنْدَ النَّاسِ، ثَابِتٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ ...... وَقَدْ طَعَنَتْ الْمُعْتَزِلَةُ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ وَطَوَائِفُ مِنْ أَهْلِ الْبِدَعِ، وَقَالُوا: لَا يَجُوزُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ أَنْ يُّسْحَرُوا، وَلَوْ جَازَ أَنْ يُّسْحَرُوا، لَجَازَ أَنْ يُجَنُّوْا، وَنَزَعَ بَعْضُهُمْ بِقَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ وَالْحَدِيثُ ثَابِتٌ خَرَّجَهٗ أَهْلُ الصَّحِيحِ، وَلَا مَطْعَنَ فِيهِ مِنْ جِهَةِ النَّقْلِ، وَلَا

مِنْ جِهَةِ الْعَقْلِ، لِأَنَّ الْعِصْمَةَ إِنَّمَا وَجَبَتْ لَهُمْ فِي عُقُولِهِمْ وَأَدْيَانِهِمْ، وَأَمَّا أَبْدَانُهُمْ، فَإِنَّهُمْ يُبْتَلَوْنَ فِيهَا، وَيُخْلَصُ إِلَيْهِمْ بِالْجِرَاحَةِ وَالضَّرْبِ وَالسُّمُومِ وَالْقَتْلِ .

"یہ حدیث عوام کے ہاں بھی مشہور ہے اور محدثین کے ہاں بھی ثابت ہے۔ ......معتزلہ اور اہل بدعت کے کئی گروہوں نے اس حدیث پر طعن کیا ہے، کہتے ہیں کہ انبیائے کرام علیہم السلام پر جادو نہیں ہوسکتا، نیز اگر ان پر جادو ہونا ممکن ہوتا، تو ان پر جنون بھی طاری ہوسکتا ہے۔ بعض اہل بدعت نے (جادو کے انکار پر) فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ "اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔" سے دلیل پکڑی ہے۔ جبکہ یہ حدیث ثابت ہے، اسے اصحاب صحیح نے نقل کیا ہے، اس پر نقل کے اعتبار سے بھی کوئی طعن نہیں اور عقل کے اعتبار سے بھی کوئی جرح نہیں، کیونکہ انبیائے کرام علیہم السلام کی عصمت ان کی عقل اور ذہن کے بارے میں ہے، رہے ان کے اجسام، تو ان پر آزمائش آ سکتی ہے، جسموں کو زخم، ضرب اور جادو لاحق ہو سکتے ہیں، نیز انہیں شہید بھی کیا جاسکتا ہے۔"

(الرّوض الأُنُف : 67/5)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

جِئْتُ أَنَا وَالْفَضْلُ عَلٰى أَتَانٍ، فَمَرَرْنَا بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ وَهُوَ يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ، لَيْسَ

شَيْءٌ يَسْتُرُهُ، يَحُولُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ .

''میں اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما گدھی پر سوار ہو کر آئے، ہم عرفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سے گزرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز پڑھا رہے تھے، آپ کے آگے کوئی سترہ نہ تھا۔''

(صحيح ابن خُزَيمة : 838)

جواب: سند ضعیف ہے۔ عبدالکریم بن ابی المخارق ضعیف ہے۔ اسے عبدالکریم بن مالک جزری قرار دینا درست نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ وَبَيْنَ يَدَيْهَا نَوًى -أَوْ حَصًى- تُسَبِّحُ بِهٖ، فَقَالَ : أُخْبِرُكِ بِمَا هُوَ أَيْسَرُ عَلَيْكِ مِنْ هٰذَا -أَوْ أَفْضَلُ -، فَقَالَ : سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْأَرْضِ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ بَيْنَ ذٰلِكَ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ مِثْلُ ذٰلِكَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلُ ذٰلِكَ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مِثْلُ ذٰلِكَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ مِثْلُ ذٰلِكَ .

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک خاتون کے پاس گیا، اس کے سامنے

گٹھلیاں یا کنکریاں پڑی تھیں، جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھی، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا میں آپ کو ایسا ذکر نہ بتاؤں، جو اس سے زیادہ آسان یا (فرمایا:) افضل ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (یہ ذکر کیا کریں:) سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خلَقَ فِي الْأَرْضِ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ بَيْنَ ذٰلِكَ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ......

(سنن أبي داود: 1500)

جواب: سند ضعیف ہے۔ سعید بن ابی ہلال کا استاذ خزیمہ مجہول ہے۔ بعض سندوں سے اس کا واسطہ گر گیا ہے، ان سندوں میں یہی واسطہ مانا جائے گا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''حسن غریب'' (ضعیف) کہا ہے۔

سوال: جانتے بوجھتے مسروقہ مال خریدنا کیسا ہے؟

جواب: بعض لوگ چوری شدہ مال خریدتے ہیں، وہ انہیں کم دام پر مل جاتا ہے، جانتے بوجھتے ایسا کرنا جائز نہیں، یہ گناہ میں معاونت و مشارکت ہے، جو کہ حرام ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(المائدة: 2)

''نیکی اور تقویٰ کے امور پر ایک دوسرے کی معاونت کیا کریں، گناہ اور ظلم کے کام پر کسی کا ہاتھ نہ بٹایا کریں۔''

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا اشْتَرَى الرَّجُلُ مِنْ رَجُلٍ شَيْئًا وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ سَرِقَهُ فَقَدْ شَارَكَهُ .

”ایک شخص دوسرے سے جانتے بوجھتے چوری کی چیز خریدے، تو گویا وہ بھی چوری میں شریک ہو گیا۔“

(جُزء في مَسائل من أبي عبد اللّٰه أحمد بن حنبل برواية البَغَوي : 53)

سوال: ”ولی اللہ“ کون ہوتا ہے؟

جواب: ولی وہ ہوتا ہے، جو صحیح العقیدہ ہو، مخلص اور متبع سنت ہو۔ فرائض وواجبات کی پابندی کرنے والا ہو، مستحبات کا خیال رکھنے والا ہو۔

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

الْوَلِيُّ : خِلَافُ الْعَدُوِّ، وَهُوَ مُشْتَقٌّ مِّنَ الْوَلَاءِ وَهُوَ الدُّنُوُّ وَالتَّقَرُّبُ، فَوَلِيُّ اللّٰهِ هُوَ مَنْ وَالَى اللّٰهَ بِمُوَافَقَتِهٖ مَحْبُوبَاتِهٖ، وَالتَّقَرُّبِ إِلَيْهِ بِمَرْضَاتِهٖ .

”ولی عدو (دشمن) کی متضاد ہے، یہ ”ولاء“ سے مشتق ہے، جس کا معنی قریب ہونا ہے۔ اللہ کا ولی وہ ہوتا ہے، جو اللہ کے محبوب اُمور کے مطابق عمل کر کے اور اس کے پسندیدہ اُمور کے ساتھ اس کا تقرب اختیار کر کے اللہ تعالیٰ سے دوستی کرتا ہے۔“

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 360)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ، كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهٖ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهٖ، وَيَدَهُ

الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي، لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ .

''(اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:) میرا قرب حاصل کرنے کے لئے میرا بندہ نوافل کا اس قدر اہتمام کرتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے۔ مجھ سے مانگے، تو اسے عطا کرتا ہوں اور اگر میری پناہ طلب کرے، تو اُسے پناہ دیتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 6502)

سوال: کیا عبداللہ بن لہیعہ مختلط راوی ہے؟

جواب: عبداللہ بن لہیعہ کو آخری عمر میں اختلاط ہو گیا تھا، اگر عبداللہ بن لہیعہ سے عبادلہ مثلاً عبداللہ بن وہب مصری، عبداللہ بن مبارک، عبداللہ بن یزید مقری، عبداللہ بن مسلمہ قعنبی روایت کریں، تو روایت صحیح ہے، بشرطیکہ ابن لہیعہ سماع کی تصریح کر دے، کیونکہ وہ مدلس بھی تھے۔

❀ **امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:**

مَنْ كَتَبَ عَنْهُ قَدِيمًا فَسَمَاعُهُ صَحِيحٌ .

''ابن لہیعہ سے جس نے قدیم سماع کیا، تو اس کا سماع صحیح ہے۔''

(المَعرِفة والتّاريخ للفَسَوي : 2/185، وسندہٗ صحيحٌ)

❀ **امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۵۴ھ) فرماتے ہیں:**

كَانَ أَصْحَابُنَا يَقُولُونَ : إِنَّ سَمَاعَ مَنْ سَمِعَ مِنْهُ قَبْلَ احْتِرَاقِ كُتُبِهٖ مِثْلُ الْعَبَادِلَةِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدِ الْمُقْرِئُ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ فَسَمَاعُهُمْ صَحِيحٌ، وَمَنْ سَمِعَ مِنْهُ بَعْدَ احْتِرَاقِ كُتُبِهٖ فَسَمَاعُهٗ لَيْسَ بِشَيْءٍ .

”ہمارے اصحاب (محدثین) کہتے ہیں: جس نے عبداللہ بن لہیعہ سے ان کی کتابیں جلنے سے پہلے پہلے سماع کیا ہے، تو ان کا سماع صحیح ہے، جیسے عبادلہ: عبد اللہ بن وہب، عبداللہ بن مبارک، عبداللہ بن یزید مقری اور عبداللہ بن مسلمہ قعنبی رحمہ اللہ اور جس نے کتابیں جلنے کے بعد سماع کیا، تو اس سماع کی کوئی حیثیت نہیں۔“

(كتاب المَجروحين : 158/2، ت : 533)

❁ امام حاکم رحمہ اللہ (۴۰۵ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّمَا نُقِمَ عَلَيْهِ اخْتِلَاطُهٗ فِي آخِرِ عُمْرِهٖ .

”عبداللہ بن لہیعہ پر جرح یہ تھی کہ اسے آخری عمر میں اختلاط ہو گیا تھا۔“

(المُستدرك على الصّحيحين، تحت الحديث : 3470)

❁ حافظ عبدالغنی بن سعید رحمہ اللہ (۴۰۹ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا رَوَى الْعَبَادِلَةُ عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ فَهُوَ صَحِيحٌ؛ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، وَذَكَرَ غَيْرَهُمَا .

”جب ابن لہیعہ سے عبادلہ روایت کریں، تو روایت صحیح ہے (بشرطیکہ ابن لہیعہ سماع کی صراحت کرے)، عبادلہ میں عبد اللہ بن وہب اور عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ شامل ہیں، حافظ عبد الغنی رحمہ اللہ نے دیگر عبادلہ کا ذکر بھی کیا۔“

(مُنتخب المَنثور من الحِكايات والسُّؤالات لابن الطّاهر المَقدِسي، ص 393)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ أَحَبَّ النِّسَاءِ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةُ وَمِنَ الرِّجَالِ عَلِيٌّ .

”عورتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے محبوب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور مردوں میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ تھے۔“

(سنن التّرمذي : 3868، المُستدرك للحاكم : 4735)

جواب: یہ روایت ضعیف و منکر ہے۔ عبد اللہ بن عطاء طائفی مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

یہ روایت حدیث عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے، لہٰذا منکر ہے۔

❁ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ : أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ : عَائِشَةُ قُلْتُ : مِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَ : أَبُوهَا .

”میں نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) عرض کیا: آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا: عائشہ، عرض کیا: مردوں میں؟ فرمایا: ان کا باپ۔“

(صحيح البخاري : 4358، صحيح مسلم : 2384)

گو کہ حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ ضعیف ہے، مگر اس کا معنی اسی روایت کے راوی ابراہیم بن سعید جوہری رحمہ اللہ نے یوں بیان کیا ہے:

يَعْنِي مِنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ.

''اس حدیث سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہیں۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 3868)

لہٰذا حدیث عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ عام ہے اور حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ اہل بیت کے متعلق ہے۔ مطلب یہ کہ اہل بیت کی عورتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اہل بیت کے مردوں میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جبکہ تمام صحابہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ اہل سنت والجماعت کا اجماعی واتفاقی عقیدہ ہے اور یہی سبیل مؤمنین ہے۔

❀ جمیع بن عمیر تیمی سے مروی ہے:

دَخَلْتُ مَعَ عَمَّتِي عَلٰى عَائِشَةَ فَسُئِلَتْ أَيُّ النَّاسِ كَانَ أَحَبَّ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ : فَاطِمَةُ، فَقِيلَ : مِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَتْ : زَوْجُهَا، إِنْ كَانَ مَا عَلِمْتُ صَوَّامًا قَوَّامًا.

''میں اپنے پھوپھی کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گیا، ان سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سی شخصیت سب سے زیادہ محبوب تھی؟ سیدہ نے فرمایا: فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ پوچھا گیا: مردوں میں کون؟ فرمایا: فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر سیدنا علی رضی اللہ عنہ۔ جہاں تک میں جانتی ہوں وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والے اور

بہت زیادہ قیام کرنے والے تھے۔''

(سنن التّرمذي : 3874)

سند سخت ضعیف ومنکر ہے۔جمیع بن عمیر تیمی ضعیف ہے، اس نے کئی منکر وغیر محفوظ روایات بیان کی ہیں۔

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الَّذِي قَالَهُ الْبُخَارِيُّ (التَّارِيخُ الْكَبِيرُ : ٢/٢٤٢) كَمَا قَالَ فِي أَحَادِيثِهٖ نَظَرٌ ...... عَامَّةُ مَا يَرْوِيهِ أَحَادِيثُ لَا يُتَابِعُهٗ غَيْرُهٗ عَلَيْهِ .

''یہ جو امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے، اسی طرح ہے، اس کی احادیث میں نکارت ہے۔......اس کی روایت کردہ اکثر احادیث پر کسی نے اس کی متابعت نہیں کی۔''

(الكامل في ضُعَفاء الرِّجال : 2/418-419)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَافِضِيًّا يَضَعُ الْحَدِيثَ .

''یہ رافضی تھا اور احادیث وضع کرتا تھا۔''

(كتاب المَجروحين : 1/218)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَذَّبَهٗ غَيْرُ وَاحِدٍ .

''اسے کئی محدثین نے کذاب قرار دیا ہے۔''

(سِيَر أعلام النُّبلاء [راشدون]، ص 237)

❁ نیز ''واہٍ'' (ضعیف) بھی کہا ہے۔

(الکاشف، ت : 810)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''حسن غریب'' (ضعیف) کہا ہے۔

سوال: کیا جنت وجود میں آ چکی ہے؟

جواب: جنت پیدا ہو چکی ہے، اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اس کا وجود حقیقی اور حسی ہے، اسے فنا نہیں، جبکہ معتزلہ وغیرہ اس کے منکر ہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالُوا : يَا رَبِّ، نُرِيدُ أَنْ تَرُدَّ أَرْوَاحَنَا فِي أَجْسَادِنَا حَتّٰى نُقْتَلَ فِي سَبِيلِكَ مَرَّةً أُخْرٰى .

''شہداء کہتے ہیں : ہمارے رب! ہم چاہتے ہیں کہ ہماری روحیں دوبارہ ہمارے جسموں میں لوٹا دی جائیں تاکہ ہم (قتال کریں اور) ایک بار پھر تیری راہ میں شہید ہو جائیں۔''

(صحيح مسلم : 1887)

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

إِثْبَاتُ أَنَّ الْجَنَّةَ مَخْلُوقَةٌ مَوْجُودَةٌ، وَهُوَ مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَأَنَّهَا الَّتِي اهْبِطَ مِنْهَا آدَمُ، وَهِيَ الَّتِي يُنْعَمُ فِيهَا الْمُؤْمِنُونَ فِي الْآخِرَةِ، خِلَافًا لِّلْمُعْتَزِلَةِ وَطَوَائِفَ مِنَ الْمُبْتَدِعَةِ بِأَنَّهَا بَعْدُ لَمْ تُوجَدْ، وَأَنَّ الْجَنَّةَ الَّتِي كَانَ فِيهَا آدَمُ غَيْرُهَا، وَالْآثَارُ وَظَاهِرُ الْقُرْآنِ يَدُلُّ عَلٰى مَذْهَبِ أَهْلِ السُّنَّةِ .

''اس حدیث میں اس بات کا اثبات ہے کہ جنت مخلوق ہے اور یہ وجود میں آ چکی ہے، اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے۔ یہ وہی جنت ہے، جس سے آدم علیہ السلام کو (زمین پر) اُتارا گیا، اسی میں روز آخرت مؤمنوں کو نعمتیں دی جائیں گی۔ اس کے برخلاف معتزلہ اور اہل بدعت کے دیگر گروہوں کا خیال ہے کہ جنت ابھی تک وجود میں نہیں آئی، نیز کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو جس جنت میں ٹھہرایا گیا، وہ کوئی اور جنت ہے۔ جبکہ احادیث اور قرآن کا ظاہر اہل سنت کے مذہب پر دلالت کرتا ہے۔''

(إكمال المُعلِم : 306/6)

امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ (۳۲۴ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالِاسْتِقَامَةِ : هُمَا مَخْلُوقَتَانِ، وَقَالَ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْبِدَعِ : لَمْ تُخْلَقَا .

''اہل سنت اور اہل حق کہتے ہیں کہ جنت اور جہنم پیدا ہو چکی ہیں، جبکہ بہت سے اہل بدعت کہتے ہیں کہ جنت اور جہنم ابھی تک پیدا نہیں ہوئیں۔''

(مَقالات الإسلامِيّين : 355/2)

سوال: کیا جنات کا وجود ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا اجماعی واتفاقی عقیدہ ہے کہ جنات کا وجود ہے، قرآنی نصوص، متواتر احادیث، آثار سلف، اجماع اُمت اور مشاہدہ اس پر دلیل ہیں، فلاسفہ وغیرہ ان کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔ جنات کا کلی طور پر انکار کر دینا کفر صریح ہے، کیونکہ اس سے کئی قرآنی وحدیثی نصوص کا انکار لازم آتا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

عَرَّسْنَا مَعَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ نَسْتَيْقِظْ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لِيَأْخُذْ كُلُّ رَجُلٍ بِرَأْسِ رَاحِلَتِهٖ، فَإِنَّ هٰذَا مَنْزِلٌ حَضَرَنَا فِيهِ الشَّيْطَانُ .

”ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات کے آخری پہر پڑاوَ ڈالا (اور سو گئے) جب ہمیں جاگ آئی، تو سورج طلوع ہو چکا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر شخص اپنی سواری کی مہار پکڑے (اور اس جگہ سے کوچ کرے)، کیونکہ اس جگہ پر شیطان ہمارے ساتھ حاضر رہا ہے۔“

(صحيح مسلم : 680)

❁ علامہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

نَصٌّ فِي وُجُودِ الشَّيَاطِينِ، وَلَا خِلَافَ فِيهِ بَيْنَ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَهُمْ نَوْعٌ مِّنَ الْخَلْقِ خَلَقَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيَسَّرَ لَهُمُ التَّبَدُّلَ فِي الصُّوَرِ بِاخْتِيَارِهِمْ، كَمَا يَسَّرَ لَنَا التَّصَرُّفَ فِي الْحَرَكَاتِ .

”جنات کے وجود پر یہ حدیث نص ہے، اس بارے میں اہل سنت کا کوئی اختلاف نہیں۔ جنات وہ مخلوق ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، انہیں اپنی مرضی سے شکلیں تبدیل کرنے کا اختیار دیا ہے، جیسے ہمیں ادھر اُدھر حرکت کرنے کا اختیار دیا ہے۔“

(المَسالك في شرح موطأ الإمام مالك :439/1)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۲۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ایک عورت بانجھ ہے، کیا اسے نکاح میں رکھے گا یا طلاق دے دے گا؟

جواب: یہ شوہر کی مرضی پر ہے، چاہے تو بانجھ عورت کو اپنے نکاح میں رکھے، یا اسے طلاق دے دے۔

❁ اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام کا قول حکایت کیا:

﴿وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ﴾(آل عمران : ٤٠)

”میری بیوی بانجھ ہے۔“

❁ دوسری آیت میں ہے:

﴿وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا﴾(مریم : ٥)

”میری بیوی بانجھ ہے۔“

❁ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) فرماتے ہیں:

فِي إِجْمَاعِهِمْ أَيْضًا عَلٰى أَنَّ الْعَقِيمَ الَّتِي لَا تَلِدُ لَا تُرَدُّ .

”اہل علم کا اس پر بھی اجماع ہے کہ وہ بانجھ عورت، جو بچے پیدا نہیں کر سکتی، اس کا نکاح رد نہیں ہوگا۔“

(تفسير القرطبي : 94/3)

سوال: ایک شخص نے کسی کی سابقہ بیوی اور اس کی وہ بیٹی، جو کسی دوسری بیوی سے ہے، کو ایک نکاح میں جمع کیا، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: کسی کی سابقہ بیوی اور اس کی دوسری بیوی سے پیدا ہونے والی بیٹی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز ہے۔ یہ حرام رشتوں میں سے نہیں ہے۔

❁ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِصْرٍ مِنَ الْأَمْصَارِ يُقَالُ لَهٗ جَبَلَةُ، جَمَعَ بَيْنَ امْرَأَةِ الرَّجُلِ وَابْنَتِهٖ مِنْ غَيْرِهَا .

”جبلہ نامی کسی علاقہ میں ایک صحابی تھے، انہوں نے کسی شخص کی سابقہ بیوی اور اس کی دوسری بیوی سے پیدا ہونے والی بیٹی کو ایک نکاح میں جمع کیا۔“

(تغليق التّعليق لابن حجر : 402/4، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ زَمَانِهٖ وَهُمُ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ وَهُوَ دَلِيلٌ ظَاهِرٌ عَلَى الْجَوَازِ .

”سیدنا عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے اس اقدام پر ان کے ہم عصروں میں سے کسی نے انکار نہیں کیا، وہ صحابہ اور تابعین کا زمانہ تھا۔ یہ جواز کی واضح دلیل ہے۔“

(مِرقاة المَفاتيح : 2077/5)

سوال: عذاب قبر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے تشہد میں قبر کے عذاب سے پناہ مانگا کرتے تھے، اپنے جاں نثاروں کو بھی اس کی تلقین کیا کرتے کہ قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے رہو،

کبھی خود ان سے فرماتے: قبر سے پناہ مانگو! تو صحابہ مل کر عرض کرتے، اللہ ہم عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتے ہیں، امت کو کئی دعائیں ایسی سکھلائیں، جن میں قبر کے فتنے سے پناہ مانگی گئی۔ اہل سنت کے نزدیک عذاب قبر کے بارے میں احادیث بالاتفاق متواتر ہیں۔

عذاب قبر کے حق ہونے پر اہل سنت کا اجماع و اتفاق ہے، جس نے اہل سنت کا اجماعی و اتفاقی فہم نظر انداز کیا، وہ ذلیل اور گمراہ ہے، اس کی رائے بدعت اور گم راہی ہے، فہم و منہج سلف صالحین کو ترک کرنا درحقیقت قرآن وحدیث سے دشمنی ہے، جس نے قرآن و حدیث کی من پسند تعبیر کی وہ راہ ہدایت سے بھٹک گیا، دنیا میں جتنے گمراہ فرقے پیدا ہوئے سب نے قرآن وحدیث کو نفسانی خواہشات کی بھینٹ چڑھایا

❀ علامہ احمد قسطلانی رحمہ اللہ (۹۲۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَّظَاهَرَتِ الدَّلَائِلُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ عَلٰى ثُبُوتِهٖ، وَأَجْمَعَ عَلَيْهِ أَهْلُ السُّنَّةِ، وَلَامَانِعَ فِي الْعَقْلِ أَنْ يُّعِيدَ اللّٰهُ الْحَيَاةَ فِي جُزْءٍ مِّنَ الْجَسَدِ، أَوْ فِي جَمِيعِهٖ عَلَى الْخِلَافِ الْمَعْرُوفِ، فَيُثِيبُهٗ وَيُعَذِّبُهٗ وَإِذَا لَمْ يَمْنَعْهُ الْعَقْلُ وَوَرَدَ بِهِ الشَّرْعُ وَجَبَ قُبُولُهٗ وَاعْتِقَادُهٗ وَلَا يَمْنَعُ مِنْ ذٰلِكَ كَوْنُ الْمَيِّتِ قَدْ تَّفَرَّقَتْ أَجْزَاؤُهٗ، كَمَا يُشَاهَدُ فِي الْعَادَةِ، أَوْ أَكَلَتْهُ السِّبَاعُ وَالطُّيُورُ وَحِيتَانُ الْبَحْرِ كَمَا أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعِيدُهٗ لِلْحَشْرِ، وَهُوَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى، قَادِرٌ عَلٰى ذٰلِكَ، فَلَا يُسْتَبْعَدُ تَعَلُّقُ رُوحِ الشَّخْصِ الْوَاحِدِ فِي آنٍ وَّاحِدٍ بِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْ أَجْزَائِهِ الْمُتَفَرِّقَةِ فِي

الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ فَإِنَّ تَعَلُّقَهُ لَيْسَ عَلٰى سَبِيلِ الْحُلُولِ حَتّٰى يَمْنَعَهُ الْحُلُولُ فِي جُزْءٍ مِّنَ الْحُلُولِ فِي غَيْرِهِ، قَالَ فِي مَصَابِيحِ الْجَامِعِ وَقَدْ كَثُرَتِ الْأَحَادِيثُ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ ....

''کتاب وسنت کے دلائل عذاب قبر کے ثبوت پر واضح ہیں، اہل سنت کا اس پر اجماع ہے، عقل اس بات کا بالکل انکار نہیں کرتی کہ اللہ جسم کے حصے میں یا تمام جسم میں زندگی پیدا کر کے عذاب وثواب کا معاملہ کرے، عقل اس کو قبول کرتی اور شریعت کی نصوص اسے بیان کرتی ہیں، لہٰذا عذاب قبر کا اثبات واجب ہے، میت کے اجزاء بکھر جائیں، درندے کھا لیں، یا پرندے کھا لیں اللہ اسی طرح زندہ کرسکتا ہے، جس طرح حشر میں زندہ کرے گا، ایک ہی شخص کی روح کا اس کے مشرق ومغرب میں بکھرے اجزاء سے تعلق ناممکن نہیں، ہاں روح جسم میں حلول نہیں کرے گی، صاحب مصابیح الجامع کہتے ہیں: عذاب قبر کی احادیث بہت زیادہ ہیں، کئی علما نے ان احادیث کو متواتر قرار دیا ہے۔''

(إرشاد السّاري: 460/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

قَدْ أَنْكَرَ عَذَابَ الْقَبْرِ بَعْضُ الْمُعْتَزِلَةِ وَالرَّوَافِضِ مُحْتَجِّينَ بِأَنَّ الْمَيِّتَ جُمَادٌ لَا حَيَاةَ لَهُ وَلَا إِدْرَاكَ فَتَعْذِيبُهُ مُحَالٌ .

وَأُجِيبَ بِأَنَّهُ يَجُوزُ أَنْ يَخْلُقَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي جَمِيعِ الْأَجْزَاءِ أَوْ فِي بَعْضِهَا نَوْعًا مِّنَ الْحَيَاةِ قَدْرَ مَا يُدْرِكُ أَلَمَ الْعَذَابِ، وَهٰذَا

لَا يَلْزَمُ مِنْهُ إِعَادَةُ الرُّوحِ إِلَى الْجَسَدِ وَلَا أَنْ يَتَحَرَّكَ وَيَضْطَرِبَ أَوْ يُرَى الْعَذَابُ عَلَيْهِ حَتّٰى أَنَّ الْغَرِيقَ فِي الْمَاءِ وَالْمَأْكُولَ فِي بُطُونِ الْحَيَوَانَاتِ وَالْمَصْلُوبَ فِي الْهُوَاءِ يُعَذَّبُ وَإِنْ لَمْ نَطَّلِعْ نَحْنُ عَلَيْهِ .

''عذاب قبر کا انکار بعض معتزلہ اور روافض نے کیا ہے، دلیل یہ دی ہے کہ میت کو بے حس و حرکت ہے، اس میں نہ زندگی ہے، نہ ادراک، لہٰذا اسے عذاب دینا محال ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ایسا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام اجزا یا بعض اجزا میں اتنی زندگی پیدا کر دے، جس سے وہ عذاب کی تکلیف محسوس کر سکے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جسم میں روح لوٹ آئی ہے، نہ یہ لازم آتا ہے کہ جسم حرکت کرتا ہے یا مضطرب ہوتا ہے یا اس پر عذاب ہوتا دیکھا جا سکتا ہے، یہاں تک کہ پانی میں ڈوب کر مرنے والے، حیوانات کا لقمہ بننے والے اور فضا میں پھانسی پر لٹکائے جانے والے کو بھی عذاب ہوتا ہے، اگرچہ ہم اس عذاب پر مطلع نہیں ہوتے۔''

(إرشاد السّاري : 255/6)

سوال: بیوی سے غیر فطری مباشرت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: لواطت ایسا قبیح فعل ہے، جو شرعاً ناجائز و حرام اور کبیرہ گناہ ہے، اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضی کا باعث ہے۔ اسے لواطت صغریٰ کہا گیا ہے، لہٰذا اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں۔ فطرتِ سلیمہ اور طبعِ مستقیم کے حامل مسلمان سے اس جریمہ کا ارتکاب

ناممکن ہے۔

Anual sex گناہ کی سب سے بھیانک اور بدبخت صورت ہے۔اس سے قوائے فکری وعملی پر سخت چوٹ لگتی ہے۔اس قبیح فعل کا نتیجہ ذلت وخسران اور تباہی وبربادی کے علاوہ کچھ نہیں۔اس کے فاعل کو ہمیشہ ذلت ونامرادی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔مغضوب علیہم قوموں کے آثارِسیئہ اوراخلاقِ قبیحہ میں سے ایک گناہ ہم جنس پرستی،عملِ قومِ لوط اورعورت سے لواطت ہے۔فواحش ورذائل کی لسٹ میں اورطبعِ سلیم کی کراہت ونکارت کے لحاظ سے یہ گناہ بدکاری سے بڑھ کر ہے۔کفر کے بعد اس کانمبر آتا ہے۔اس کے نقصانات اور بداثرات معاشرہ پرقتل سے بڑھ کر ہیں۔

اسے جائز کہنا محض دعویٰ بلادلیل پراصرار ہے، یہ اسلام کی بے لوث اور پاکیزہ تعلیمات پرحملہ ہے، نیز اسلامی تہذیب کی تمام نزاکتیں تارتار کردینے کے مترادف ہے۔ یہ دینی وانسانی مصلحت سے عاری ایسا عظیم جرم ہے، جوایک مسلمان سے ثقاہت وتقویٰ کی دولت چھین لیتا ہے۔یہ شوہروزن کے خوشگوار تعلقات نفرت وعداوت میں بدل دیتا ہے۔ رشتہ ازدواج کا تقدس پامال کردیتا ہے،انسانی صحت کوروگ لگادیتا ہے،روحانیت کوسلب کر لیتا ہے۔

جب کوئی اپنی بیوی سے لواطت کرتا ہے،اس وقت وہ عقل وفکر کے نزدیک مسلمات کو للکاررہا ہوتا ہے۔قرآنِ عزیز اورحدیث شریف کی پرنورتعلیمات سے آشنا شخص سے اس بُرے فعل کاارتکاب مشکل ہی نہیں،ناممکن ہے۔

✿ علامہ ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

فِي إِجْمَاعِهِمْ عَلٰى هٰذَا دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الدُّبُرَ لَيْسَ بِمَوْضِعِ وَطْءٍ .

''اس مسئلہ میں فقہا کا اجماع کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ پچھلی شرمگاہ مجامعت کی جگہ نہیں۔''

(تفسير القرطبي : 94/3)

✿ علامہ کاکی حنفی رحمہ اللہ (۷۴۹ھ) فرماتے ہیں:

إِتْيَانُ الْمَرْأَةِ فِي دُبُرِهَا حَرَامٌ بِإِجْمَاعِ الْفُقَهَاءِ .

''عورت کی پچھلی شرمگاہ میں مجامعت کرنا حرام ہے، اس پر تمام فقہائے کرام کا اجماع ہے۔''

(تبيين الحقائق للزّيلعي : 107/2، البحر الرائق لابن نجيم : 106/3)

✿ حافظ عراقی رحمہ اللہ (۸۰۶ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ انْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ آخِرًا عَلٰى تَحْرِيمِ إِتْيَانِ الْمَرْأَةِ فِي الدُّبُرِ، وَإِنْ كَانَ فِيهِ خِلَافٌ قَدِيمٌ قَدِ انْقَطَعَ .

''آخر کار اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ عورت کی پچھلی شرمگاہ میں مجامعت کرنا حرام ہے، اگر اس مسئلہ میں پہلے کوئی اختلاف بھی تھا، تو اب وہ بھی ختم ہو چکا ہے۔''

(البِناية شرح الهداية للعيني : 40/5)

✿ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

اَلْإِتْيَانُ فِي دُبُرِ الْمَرْأَةِ حَرَامٌ بِإِجْمَاعِ الْفُقَهَاءِ .

''عورت کی پچھلی شرمگاہ میں مجامعت کے حرام ہونے پر فقہا کا اجماع ہے۔''

(البِناية شرح الهداية : 40/5)

(سوال): روافض کہتے ہیں کہ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت سے محبت کرتے ہیں، لہٰذا وہ روز قیامت ان کے ساتھ ہوں گے، اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

(جواب): سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّاعَةِ، فَقَالَ : مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ : وَمَاذَا أَعْدَدْتَ لَهَا، قَالَ : لَا شَيْءَ، إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ، قَالَ أَنَسٌ : فَمَا فَرِحْنَا بِشَيْءٍ، فَرَحَنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ، قَالَ أَنَسٌ : فَأَنَا أُحِبُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ بِحُبِّي إِيَّاهُمْ، وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ .

”ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ فرمایا: آپ نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ کہنے لگا: کچھ بھی نہیں، بس میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔ فرمایا: آپ انہی کے ساتھ ہوں گے، جن سے محبت کرتے ہیں۔ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہمیں اتنی خوشی کسی شے سے نہیں ہوئی، جتنی اس فرمان نبوی سے ہوئی کہ ”آپ انہی کے ساتھ ہوں گے، جن سے محبت کرتے ہیں۔“ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں اور مجھے اُمید ہے کہ ان سے محبت کی وجہ سے میں انہی کے ساتھ ہوں گا، اگرچہ میرے اعمال ان جیسے نہیں۔“

(صحيح البخاري : 3688، صحيح مسلم : 2639)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''متواتر'' قرار دیا ہے۔

(سِيَر أعلام النُّبلاء : 135/12)

اس حدیث میں محبت سے مراد شرعی محبت ہے۔ روافض سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے شرعی محبت نہیں کرتے، محبت وہی معتبر ہے، جو شریعت کے تقاضوں کے مطابق ہو۔ نصاریٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے محبت کرتے ہوئے انہیں اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا، تو کیا وہ اپنی اس محبت میں سچے ہیں؟ ہرگز نہیں، انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے وہ محبت کی، جو شریعت میں مطلوب نہیں تھی۔

اسی طرح روافض بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت سے محبت کا دم بھرتے ہیں، مگر ان سے حقیقی محبت نہیں کرتے۔ محبت کا پہلا تقاضا ہے کہ محبوب کا اتباع کرنا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتے تھے، ان سے اعلان برأت نہیں کرتے تھے، جبکہ روافض سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے برخلاف ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما سے برأت کو واجب سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی کئی عقائد ونظریات میں روافض سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے یکسر مختلف نظر آتے ہیں، کیا کوئی اسے محبت علی رضی اللہ عنہ کا نام دے سکتا ہے؟

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

طَائِفَةٌ رَافِضَةٌ يُظْهِرُونَ مُوَالَاةَ أَهْلِ الْبَيْتِ، وَهُمْ فِي الْبَاطِنِ إِمَّا مَلَاحِدَةٌ زَنَادِقَةٌ، وَإِمَّا جُهَّالٌ، وَأَصْحَابُ هَوًى، وَطَائِفَةٌ نَاصِبَةٌ تَبْغُضُ عَلِيًّا، وَأَصْحَابَهُ، لِمَا جَرٰى مِنَ الْقِتَالِ فِي الْفِتْنَةِ مَا جَرٰى.

''روافض کی ایک جماعت اہل بیت سے محبت کا دم بھرتی ہے، درحقیقت یہ ملحد و

زندیق ہیں یا دین سے کورے اور نفس پرست۔ایک گروہ ناصبی ہے، جو (سیدنا معاویہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف ہونے والی) جنگوں کی وجہ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں سے بغض رکھتا ہے۔''

(الفتاویٰ الکبریٰ: 195/1، مجموع الفتاویٰ: 301/25)

❀ علامہ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

«اَلْعَبْدُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ» فِي الْآخِرَةِ فَإِنَّهٗ إِنْ أَحَبَّ مَوْلَاهُ كَانَ مَعَهٗ فِي كَرَامَتِهٖ وَرِضْوَانِهٖ وَإِنْ أَحَبَّ أَوْلِيَاءَهٗ كَانَ قَرِينَهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَإِنْ أَحَبَّ أَعْدَاءَهٗ كَانَ مَعَهُمْ حَيْثُ كَانُوا، وَالْمُرَادُ الْمَحَبَّةُ الشَّرْعِيَّةُ فَلَا تَدْخُلُ مَحَبَّةُ عِيْسٰى مِنَ النَّصَارٰى وَلَا مَحَبَّةُ عَلِيٍّ مِنَ الرَّوَافِضِ وَلَا غَيْرِهِمْ.

''آدمی (دنیا میں) جس سے محبت کرتا ہے، روز آخرت اسی کے ساتھ ہوگا۔ اگر وہ اپنے مولا سے محبت کرے گا، تو وہ عزت افزائی اور خوشنودی میں اس کے ساتھ ہوگا، اگر وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے محبت کرے گا، تو وہ بھی جنت میں ان کا ساتھی بن جائے گا۔ اگر وہ اللہ کے دشمنوں سے محبت کرے گا، تو وہ بھی ان کے ساتھ وہیں ہوگا، جہاں وہ ہوں گے۔ یہاں محبت سے مراد شرعی محبت ہے، لہٰذا انصاریٰ کی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور روافض وغیرہ کی سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت اس حدیث میں داخل نہیں (کیونکہ ان کی محبت غیر شرعی ہے)۔''

(التّنویر شرح الجامع الصّغیر: 373/7)

(سوال): سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے متعلق ایک واقعہ کی تحقیق

مطلوب ہے؟

جواب: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَتُحِبُّونَ أَنْ أُعْلِمَكُمْ، أَوَّلَ إِسْلَامِي؟ قَالَ : قُلْنَا : نَعَمْ، قَالَ : كُنْتُ أَشَدَّ النَّاسِ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا أَنَا فِي يَوْمٍ شَدِيدِ الْحَرِّ فِي بَعْضِ طُرُقِ مَكَّةَ إِذْ رَآنِي رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ : أَيْنَ تَذْهَبُ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ؟ قُلْتُ : أُرِيدُ هٰذَا الرَّجُلَ، فَقَالَ : يَا ابْنَ الْخَطَّابِ قَدْ دَخَلَ عَلَيْكَ هٰذَا الْأَمْرُ فِي مَنْزِلِكَ وَأَنْتَ تَقُولُ هٰكَذَا، فَقُلْتُ : وَمَا ذَاكَ؟ فَقَالَ : إِنَّ أُخْتَكَ قَدْ ذَهَبَتْ إِلَيْهِ، قَالَ : فَرَجَعْتُ مُغْتَضِبًا حَتّٰى قَرَعْتُ عَلَيْهَا الْبَابَ، وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَسْلَمَ بَعْضُ مَنْ لَا شَيْءَ لَهٗ ضَمَّ الرَّجُلَ وَالرَّجُلَيْنِ إِلَى الرَّجُلِ يُنْفِقُ عَلَيْهِ قَالَ : وَكَانَ ضَمَّ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِهٖ إِلٰى زَوْجِ أُخْتِي، قَالَ : فَقَرَعْتُ الْبَابَ، فَقِيلَ لِي : مَنْ هٰذَا؟ قُلْتُ : أَنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَقَدْ كَانُوا يَقْرَؤُونَ كِتَابًا فِي أَيْدِيهِمْ، فَلَمَّا سَمِعُوا صَوْتِي قَامُوا حَتَّى اخْتَبَئُوا فِي مَكَانٍ وَتَرَكُوا الْكِتَابَ، فَلَمَّا فَتَحَتْ لِي أُخْتِيَ الْبَابَ قُلْتُ : أَيَا عَدُوَّةَ نَفْسِهَا أَصَبَوْتِ؟ قَالَ : وَأَرْفَعُ شَيْئًا فَأَضْرِبُ بِهٖ عَلٰى رَأْسِهَا، فَبَكَتِ

الْمَرْأَةُ وَقَالَتْ لِي : يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، اصْنَعْ مَا كُنْتَ صَانِعًا فَقَدْ أَسْلَمْتُ، فَذَهَبْتُ فَجَلَسْتُ عَلَى السَّرِيرِ فَإِذَا بِصَحِيفَةٍ وَسَطَ الْبَابِ، فَقُلْتُ : مَا هٰذِهِ الصَّحِيفَةُ هَا هُنَا؟ فَقَالَتْ لِي : دَعْنَا عَنْكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ فَإِنَّكَ لَا تَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ، وَلَا تَتَطَهَّرُ، وَهٰذَا لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ، فَمَا زِلْتُ بِهَا حَتّٰى أَعْطَتْنِيهَا فَإِذَا فِيهَا : ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ﴾(الفاتحة : ١) فَلَمَّا قَرَأْتُ : ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ﴾(الفاتحة : ١)، تَذَكَّرْتُ مِنْ أَيْنَ اشْتُقَّ، ثُمَّ رَجَعْتُ إِلٰى نَفْسِي فَقَرَأْتُ فِي الصَّحِيفَةِ ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ فَكُلَّمَا مَرَرْتُ بِاسْمٍ مِّنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ ذَكَرْتُ اللّٰهَ، فَأَلْقَيْتُ الصَّحِيفَةَ مِنْ يَدِي، قَالَ : ثُمَّ أَرْجِعُ إِلٰى نَفْسِي فَأَقْرَأُ فِيهَا : ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾، حَتّٰى بَلَغَ ﴿آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ﴾(الحديد : ٧) قَالَ : قُلْتُ : أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ، فَخَرَجَ الْقَوْمُ مُبَادِرِينَ فَكَبَّرُوا اسْتَبْشَارًا بِذٰلِكَ، ثُمَّ قَالُوا لِي : أَبْشِرْ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ فَقَالَ :

اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الدِّينَ بِأَحَبِّ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ، إِمَّا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَإِمَّا أَبُو جَهْلِ بْنُ هِشَامٍ، وَأَنَا أَرْجُو أَنْ تَكُونَ دَعْوَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ، فَقُلْتُ : دُلُّونِي عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ هُوَ؟ فَلَمَّا عَرَفُوا الصِّدْقَ مِنِّي دَلُّونِي عَلَيْهِ فِي الْمَنْزِلِ الَّذِي هُوَ فِيهِ، فَجِئْتُ حَتّٰى قَرَعْتُ الْبَابَ فَقَالَ : مَنْ هٰذَا؟ فَقُلْتُ : عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَقَدْ عَلِمُوا شِدَّتِي عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَعْلَمُوا بِإِسْلَامِي، فَمَا اجْتَرَأَ أَحَدٌ مِّنْهُمْ أَنْ يَفْتَحَ لِي حَتّٰى قَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : افْتَحُوا لَهٗ فَإِنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يَهْدِهٖ قَالَ : فَفُتِحَ لِيَ الْبَابُ، فَأَخَذَ رَجُلَانِ بِعَضُدِي حَتّٰى دَنَوْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَرْسِلُوهُ فَأَرْسَلُونِي، فَجَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَخَذَ بِمَجَامِعِ قَمِيصِي ثُمَّ قَالَ : أَسْلِمْ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، اَللّٰهُمَّ اهْدِهٖ فَقُلْتُ : أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ، قَالَ : فَكَبَّرَ الْمُسْلِمُونَ تَكْبِيرَةً سُمِعَتْ فِي طُرُقِ مَكَّةَ، قَالَ : وَقَدْ كَانُوا سَبْعِينَ قَبْلَ ذٰلِكَ وَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا أَسْلَمَ فَعَلِمَ بِهِ النَّاسُ

يَضْرِبُونَهُ وَيَضْرِبُهُمْ، قَالَ : فَجِئْتُ إِلٰى رَجُلٍ فَقَرَعْتُ عَلَيْهِ الْبَابَ فَقَالَ : مَنْ هٰذَا؟ قُلْتُ : عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَخَرَجَ إِلَيَّ فَقُلْتُ لَهُ : أَعَلِمْتَ أَنِّي قَدْ صَبَوْتُ؟ قَالَ : أَوَ فَعَلْتَ؟ قُلْتُ : نَعَمْ، فَقَالَ : لَا تَفْعَلْ، قَالَ : وَدَخَلَ الْبَيْتَ فَأَجَافَ الْبَابَ دُونِي، قَالَ : فَذَهَبْتُ إِلٰى رَجُلٍ آخَرَ مِنْ قُرَيْشٍ فَنَادَيْتُهُ فَخَرَجَ فَقُلْتُ لَهُ : أَعَلِمْتَ أَنِّي قَدْ صَبَوْتُ، فَقَالَ : أَوَ فَعَلْتَ؟ قُلْتُ : نَعَمْ، قَالَ : لَا تَفْعَلْ، وَدَخَلَ الْبَيْتَ وَأَجَافَ الْبَابَ دُونِي، فَقُلْتُ : مَا هٰذَا بِشَيْءٍ، قَالَ : فَإِذَا أَنَا لَا أُضْرَبُ وَلَا يُقَالُ لِي شَيْءٌ، فَقَالَ الرَّجُلُ : أَتُحِبُّ أَنْ يُعْلَمَ إِسْلَامُكَ؟ قَالَ : قُلْتُ : نَعَمْ، قَالَ : إِذَا جَلَسَ النَّاسُ فِي الْحِجْرِ فَأْتِ فُلَانًا فَقُلْ لَهُ فِيمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ : أَشَعَرْتَ أَنِّي قَدْ صَبَوْتُ فَإِنَّهُ قَلَّ مَا يَكْتُمُ الشَّيْءَ، فَجِئْتُ إِلَيْهِ وَقَدِ اجْتَمَعَ النَّاسُ فِي الْحِجْرِ فَقُلْتُ لَهُ فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَهُ : أَشَعَرْتَ أَنِّي قَدْ صَبَوْتُ؟ قَالَ : فَقَالَ : أَفَعَلْتَ؟ قَالَ : قُلْتُ : نَعَمْ، قَالَ : فَنَادٰى بِأَعْلٰى صَوْتِهٖ : أَلَا إِنَّ عُمَرَ قَدْ صَبَا، قَالَ : فَثَارَ إِلَيَّ أُولٰئِكَ النَّاسُ فَمَا زَالُوا يَضْرِبُونِي وَأَضْرِبُهُمْ حَتّٰى أَتٰى خَالِي فَقِيلَ لَهُ : إِنَّ عُمَرَ قَدْ صَبَا، فَقَامَ عَلَى الْحِجْرِ فَنَادٰى بِأَعْلٰى صَوْتِهٖ : أَلَا إِنِّي قَدْ

أَجَرْتُ ابْنَ أُخْتِي فَلَا يَمَسُّهُ أَحَدٌ، قَالَ : فَانْكَشَفُوا عَنِّي فَكُنْتُ لَا أَشَاءُ أَنْ أَرٰى أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ يُضْرَبُ إِلَّا رَأَيْتُهُ فَقُلْتُ : مَا هٰذَا بِشَيْءٍ، إِنَّ النَّاسَ يُضْرَبُونَ وَأَنَا لَا أُضْرَبُ، وَلَا يُقَالُ لِي شَيْءٌ فَلَمَّا جَلَسَ النَّاسُ فِي الْحِجْرِ جِئْتُ إِلٰى خَالِي فَقُلْتُ : اسْمَعْ، جِوَارُكَ عَلَيْكَ رَدٌّ، قَالَ : لَا تَفْعَلْ، قَالَ : فَأَبَيْتُ فَمَا زِلْتُ أُضْرَبُ وَأَضْرِبُ حَتّٰى أَظْهَرَ اللّٰهُ الْإِسْلَامَ .

''کیا آپ جاننا پسند کریں گے کہ میرے اسلام لانے کا قصہ کیا ہے؟ تو صحابہ نے کہا: جی ہاں۔ تو عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ مخالف تھا، ایک مرتبہ میں سخت گرمی کے دن مکہ کی کسی گلی میں جا رہا تھا کہ مجھے ایک قریشی آدمی نے دیکھا، پوچھا: ابن خطاب! کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا: میں اس آدمی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ کہنے لگا: ابن خطاب! آپ ایسی بات کر رہے ہیں، جبکہ آپ کے اپنے گھر میں اسلام داخل ہو چکا ہے۔ میں نے کہا: وہ کیسے؟ کہنے لگا: آپ کی بہن اسلام قبول کر چکی ہے۔ (یہ بات سن کر) میں غصے میں واپس ہوا اور بہن کے گھر کے دروازے پر دستک دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کار یہ تھا کہ جب کوئی غریب ولاچار شخص اسلام لاتا، تو اس شخص کی خرچ ایک دو آدمیوں پر ڈال دیتے تھے۔ میرے بہنوئی کی ذمہ داری بھی اپنے دو صحابہ پر ڈال رکھی تھی۔ بہر کیف میں نے دروازے پر دستک دی، پوچھا: کون؟ میں نے کہا: میں عمر بن

خطاب ہوں، اس وقت وہ تحریر ہاتھ میں لیے پڑھ رہے تھے، جب انہوں نے میری آواز سنی، تو اٹھ گئے اور وہ اوراق کسی جگہ چھپا دیے۔ جب میری بہن نے دراوزہ کھولا، تو میں نے کہا: اے اپنی جان کی دشمن! کیا تم نے نیا دین اختیار کر لیا ہے؟ پھر میں نے کوئی شے اٹھائی اور اس کے سر پر مارنے لگا، وہ رونے لگ گئی اور کہنے لگی: اے ابن خطاب! آپ بھی وہی کریں، جو میں نے کیا ہے، میں تو مسلمان ہو چکی ہوں۔ میں جا کر چارپائی پر بیٹھ گیا، اچانک دیکھا کہ دروازے کے درمیان میں ایک صحیفہ پڑا ہے۔ میں نے کہا: یہ صحیفہ یہاں کیا کر رہا ہے؟ بہن نے کہا: ابن خطاب! آپ اسے چھوڑیے، آپ نہ تو غسل جنابت کرتے ہیں اور نہ وضو کرتے ہیں، جبکہ اس صحیفہ کو تو صرف باوضو لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ مگر میں نے ضد کر کے اس سے وہ صحیفہ پکڑ لیا، تو اس میں لکھا تھا: ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ﴾(الفاتحة : ۱)جب میں نے ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ﴾ (الفاتحة : ۱) پڑھا، تو میں سوچنے لگ گیا کہ یہ الفاظ کس مادہ سے مشتق ہیں، پھر میں نے توجہ کی اور صحیفہ میں یہ آیت پڑھی: ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ جب بھی میں اللہ تعالیٰ کے کسی نام کی قرأت کرتا، تو مجھے اللہ یاد آ جاتا۔ میں نے صحیفہ ہاتھ سے گرا دیا، پھر میں نے توجہ کی، تو اس میں یہ آیت پڑھی: ﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ...... آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ

مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ﴾(الحدید : ۷) میں بے ساختہ کلمہ شہادت پڑھ لیا، لوگ جلدی جلدی باہر نکلے اور انہوں نے خوشی میں اللہ اکبر کہا، پھر مجھے کہنے لگے: ابن خطاب! خوش ہو جایئے ، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سوموار کے دن دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! تو دین کو ان دو شخصوں میں سے اس شخص کے ساتھ عزت عطا فرما، جو تجھے زیادہ محبوب ہے؛ ان میں ایک عمر بن خطاب ہے اور دوسرا ابو جہل بن ہشام ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ اسی دعا کا نتیجہ ہیں، جو رسول اللہ ﷺ نے آپ کے لیے فرمائی ہے۔ میں نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ کے متعلق بتائیں کہ وہ کہاں ہیں؟ جب لوگوں نے مجھے اسلام کی سچائی جان لی، تو انہوں میں مجھے اس گھر کا بتایا، جس میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، میں نے آ کر دروازے پر دستک دی، پوچھا: کون؟ میں نے کہا: عمر بن خطاب، اب لوگ جانتے تھے کہ میں رسول اللہ ﷺ کا کتنا بڑا مخالف ہوں، مگر انہیں یہ خبر نہیں تھی کہ میں اسلام قبول کر چکا ہوں، تو کسی نے دروازہ کھولنے کی جرأت نہ کی، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا کہ دروازہ کھول دیجئے، اگر اللہ تعالیٰ نے عمر کو سے بھلائی کا ارادہ کیا ہوگا، تو انہیں ہدایت دے دے گا۔ تو میرے لیے دروازہ کھول دیا گیا، مجھے دو بندوں نے کندھوں سے پکڑا ہوا تھا، یہاں تک کہ میں رسول اللہ ﷺ کے قریب ہوا، تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: انہیں چھوڑ دیں، تو انہوں نے مجھے چھوڑ دیا، میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا، آپ ﷺ نے میرے قمیص کے پلو کو پکڑا اور فرمایا: ابن خطاب! اسلام قبول کر لیجئے، اے اللہ! انہیں ہدایت عطا فرما۔ میں نے کہا: میں گواہی دیتا

ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (یہ سن کر) مسلمانوں نے اتنی اونچی آواز میں اللہ اکبر کہا کہ اس کی آواز مکہ کی گلیوں تک سنائی دی۔ اس سے پہلے ستر لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ جب بھی شخص مسلمان ہوتا اور لوگوں کو اس کا علم ہو جاتا، تو لوگ اسے مارتے تھے اور وہ لوگوں کو مارتا تھا۔ میں ایک شخص کے دروازے پر گیا، دستک دی، پوچھا: کون؟ میں نے کہا: عمر بن خطاب۔ وہ باہر آیا، میں نے اس سے کہا: کیا تجھے معلوم ہے کہ میں نے نیا دین (اسلام) اختیار کر لیا ہے؟ کہنے لگا: کیا واقعی؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ کہنے لگا: ایسا نہ کرو، پھر وہ گھر میں داخل ہو گیا اور دروازہ بند کر لیا۔ پھر میں قریش کے دوسرے آدمی کے پاس گیا، میں نے اسے آواز دی، تو وہ باہر آیا، میں نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ میں نے نیا دین اختیار کر لیا ہے۔ کہنے لگا: کیا واقعی؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ کہنے لگا: ایسا نہ کرو، پھر وہ گھر میں داخل ہو گیا اور دروازہ بند کر لیا۔ میں نے سوچا: یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ مجھے تو نہ مارا جاتا ہے اور نہ مجھے کچھ برا بھلا کہا جاتا ہے۔ تو ایک شخص نے مجھے کہا: کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے اسلام قبول کرنے کی خبر سب کو ہو جائے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ کہنے لگا: جب لوگ حجر (خانہ کعبہ کے پاس) میں بیٹھتے ہیں، تو فلاں شخص کے پاس جائیں اور اسے چپکے سے کہیں: کیا تو جانتا ہے کہ میں نے نیا دین اختیار کر لیا ہے۔ وہ شخص کم ہی کوئی بات راز رکھتا ہے۔ پس میں اس شخص کے پاس گیا، اس وقت لوگ حجر میں جمع ہو چکے تھے، میں نے اس شخص کے کان میں کہا: کیا تم جانتے ہو کہ میں نے نیا دین (اسلام) اختیار کر لیا ہے؟ کہنے لگا: کیا

واقعی؟ میں نے کہا: جی ہاں۔تو اس شخص نے باآواز بلند کہا: سنوسنو! عمر نے نیا دین اختیار کرلیا ہے۔ یہ سن کر وہ لوگ مجھ پر ٹوٹ پڑے، وہ مجھے مارنے لگے اور میں انہیں مارنے لگا، یہاں تک کہ میرے ماموں آئے، اسے بتایا گیا کہ عمر نے نیا دین (اسلام) اختیار کرلیا ہے۔تو میرے ماموں مقام حجر پر کھڑے ہو کر باآواز بلند کہا: سن لو کہ میں نے اپنے بھانجے کو پناہ دے دی ہے، اب کوئی اسے ہاتھ نہ لگائے۔تو لوگ منتشر ہو گئے، میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ کسی بھی مسلمان کو مارا جائے، مگر مارا جاتا تھا، میں نے کہا: یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ لوگوں کو تو مارا جاتا ہے، مگر مجھے نہیں مارا جاتا اور نہ مجھے کچھ برا بھلا کہا جاتا ہے۔ تو جب لوگ حجر میں بیٹھے، میں اپنے ماموں کے پاس گیا اور کہا: سن لیجئے کہ آپ نے جو مجھے پناہ دی ہے، میں اسے رد کرتا ہوں، ماموں کہنے لگے: ایسا مت کرو، مگر میں نے انکار کردیا۔اس کے بعد پھر مجھے مسلسل مارا جانے لگا اور میں بھی مارنے لگا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا۔''

(مسند البزّار : 279، دلائل النّبوة للبيهقي : 216/2)

سند ضعیف ہے۔

① اسحاق بن ابراہیم حنینی ضعیف ہے۔

② اُسامہ بن زید بن اسلم مدنی ضعیف ہے۔

❀ طبقات ابن سعد (۲/ ۲٦۷)، سنن دارقطنی (۴۴۱)، دلائل النبوۃ للبیہقی (۲/ ۲۱۹) والی سند بھی ضعیف ہے۔قاسم بن عثمان بصری ضعیف ہے۔

❀ مصنف ابن ابی شیبہ (۷/ ۲٦۰) والی سند سخت ضعیف ہے۔

① یحییٰ بن یعلی اسلمی ضعیف ہے۔

② عبداللہ بن مؤمل ضعیف ومنکر الحدیث ہے۔

③ ابوالزبیر مکی کا عنعنہ ہے۔

❁ فضائل الصحابہ لاحمد بن حنبل (۳۷۱) والی سند بھی ضعیف ہے۔

① عبدالعزیز بن عبداللہ بن عامر بن ربیعہ مجہول الحال ہے۔

② محمد بن اسحاق کا عنعنہ ہے۔

③ مبہم راوی ہے۔

④ ام عبداللہ بنت ابی حثمہ مجہولہ ہے۔

❁ دلائل النبوۃ لابی نعیم (۱۹۲) والی سند سخت ضعیف ہے۔

① محمد بن ابان جعفی ضعیف ہے۔

② اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ ضعیف ومتروک ہے۔

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هِيَ مُنْكَرَةٌ جِدًّا .

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا قصہ سخت منکر ہے۔''

(میزان الاعتدال : 375/3)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۲۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں افضل صحابی کون ہیں؟

جواب: انبیا اور رسولوں کے بعد سب سے افضل شخصیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کے کئی فضائل ومناقب ہیں، جو کسی دوسرے صحابی کے حصہ میں نہیں آئے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْحَقِّ عَلٰى أَنَّهٗ أَفْضَلُ أُمَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”اس پر اہل حق کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں افضل ترین شخصیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔“

(شرح النّووي: 212/1)

سوال: ایک عورت سے نکاح ہوا، ابھی رخصتی نہیں ہوئی کہ اسے طلاق ہو گئی یا عورت فوت ہو گئی، کیا اس شخص کا اس عورت کی بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے؟

جواب: مذکورہ صورت میں اس عورت کی بیٹی سے نکاح جائز ہے۔

❀ علامہ ابو عبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا تَزَوَّجَ الْمَرْأَةَ ثُمَّ طَلَّقَهَا أَوْ

مَاتَتْ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا حَلَّ لَهٗ نِكَاحُ ابْنَتِهَا .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا، پھر دخول سے پہلے ہی اسے طلاق دے دی یا وہ وفات پا گئی، تو اس کا اس عورت کی بیٹی سے نکاح جائز ہے۔''

(تفسير القرطبي : 113/5)

سوال: کیا جہنم پیدا ہو چکی ہے؟

جواب: جہنم مخلوق ہے، یہ پیدا ہو چکی ہے۔ اس کا وجود حقیقی ہے۔ یہ اہل سنت والجماعت کا اجماعی واتفاقی عقیدہ ہے، معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ جہنم کے وجود پر کئی قرآنی آیات اور متواتر احادیث دلالت کرتی ہیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ﴾ (آل عمران : ١٣١)

''جہنم سے بچ جاؤ، جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ .

''جب سخت گرمی ہو، تو نماز ظہر تاخیر سے پڑھیں، کیوں کہ سخت گرمی جہنم کی بھاپ سے پیدا ہوتی ہے۔''

(صحيح البخاري : 536، صحيح مسلم : 615، المنتقى لابن الجارود : 156)

❀ حافظ عراقی رحمہ اللہ (٨٠٦ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ أَنَّ النَّارَ مَخْلُوقَةٌ الْآنَ مَوْجُودَةٌ، وَهٰذَا إِجْمَاعٌ مِمَّنْ يُعْتَدُّ

بِهٖ إِلَّا أَنَّ الْمُعْتَزِلَةَ قَالُوا : إِنَّهَا إِنَّمَا تُخْلَقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَالْأَدِلَّةُ السَّمْعِيَّةُ مُتَوَافِرَةٌ عَلٰى خِلَافِ ذٰلِكَ .

''یہ دلیل ہے کہ جہنم اس وقت پیدا ہو چکی ہے اور وجود میں آ چکی ہے، اس پر قابل اعتماد اہل علم کا اجماع ہے، البتہ معتزلہ کہتے ہیں کہ جہنم کو روز قیامت پیدا کیا جائے گا، جبکہ اس مؤقف کے رد میں کتاب وسنت کے دلائل وافر ہیں۔''

(طَرح التّثریب : 158/2)

✿ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ أَهْلُ السُّنَّةِ عَلٰى أَنَّ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مَخْلُوقَتَانِ مَوْجُودَتَانِ الْآنَ، وَلَمْ يَزَلْ أَهْلُ السُّنَّةِ عَلٰى ذٰلِكَ، حَتّٰى نَبَغَتْ نَابِغَةٌ مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ وَالْقَدَرِيَّةِ، فَأَنْكَرَتْ ذٰلِكَ، وَقَالَتْ : بَلْ يُنْشِئُهُمَا اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ! وَحَمَلَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ أَصْلُهُمُ الْفَاسِدُ الَّذِي وَضَعُوا بِهٖ شَرِيعَةً لِمَا يَفْعَلُهُ اللّٰهُ، وَأَنَّهٗ يَنْبَغِي أَنْ يَفْعَلَ كَذَا، وَلَا يَنْبَغِي لَهٗ أَنْ يَفْعَلَ كَذَا! وَقَاسُوهُ عَلٰى خَلْقِهٖ فِي أَفْعَالِهِمْ، فَهُمْ مُشَبِّهَةٌ فِي الْأَفْعَالِ، وَدَخَلَ التَّجَهُّمُ فِيهِمْ، فَصَارُوا مَعَ ذٰلِكَ مُعَطِّلَةً! وَقَالُوا : خَلْقُ الْجَنَّةِ قَبْلَ الْجَزَاءِ عَبَثٌ! لِأَنَّهَا تَصِيرُ مُعَطَّلَةً مُدَدًا مُتَطَاوِلَةً! فَرَدُّوا مِنَ النُّصُوصِ مَا خَالَفَ هٰذِهِ الشَّرِيعَةَ الْبَاطِلَةَ الَّتِي وَضَعُوهَا لِلرَّبِّ تَعَالٰى، وَحَرَّفُوا النُّصُوصَ عَنْ مَوَاضِعِهَا، وَضَلَّلُوا وَبَدَّعُوا مَنْ خَالَفَ شَرِيعَتَهُمْ .

''اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ جنت اور جہنم پیدا ہو چکی ہیں اور اس وقت وجود میں آ چکی ہیں۔ ہمیشہ سے اہل سنت کا یہی عقیدہ رہا، پھر معتزلہ اور قدریہ کا ایک گروہ نمودار ہوا، انہوں نے اس عقیدہ کا انکار کیا، کہنے لگے: اللہ تعالیٰ جنت اور جہنم کو روز قیامت پیدا کرے گا۔ یہ بات انہوں نے اپنی فاسد اصل کی بنیاد پر کہی کہ جس کے ذریعے انہوں نے شریعت وضع کر رکھی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ یہ یہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کو ایسا ایسا کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کو ایسا ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

انہوں نے افعال میں اللہ تعالیٰ کو بھی مخلوق کے افعال پر قیاس کیا، یوں یہ افعال میں مشبہہ (اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ قرار دینے والے) بن گئے، پھر ان میں تجہم بھی داخل ہو گیا اور یہ مشبہہ کے ساتھ ساتھ معطلہ (صفات باری تعالیٰ کا انکار کرنے والے) بھی بن گئے۔ یہ کہتے ہیں کہ حساب و کتاب سے پہلے جنت کو پیدا کرنا عبث ہے، کیونکہ یہ لمبی مدت تک بے فائدہ رہے گی، پس جو نصوص ان کی وضع کردہ شریعت کے مخالف وارد ہوئیں، انہوں نے انہیں رد کر دیا اور نصوص کے معانی و مفاہیم میں تحریف کر دی، جو ان کی وضع کردہ شریعت کی مخالفت کرے، وہ انہیں گمراہ اور بدعتی قرار دیتے ہیں۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية، ص 420)

سوال: کرامات اولیاء کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جواب: اہل سنت والجماعت اولیا کی کرامات کو حق مانتے ہیں۔ قرآن، احادیث اور اجماع اُمت میں ان کا ثبوت ملتا ہے۔

❁ علامہ عبدالقاہر بغدادی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ) اہل سنت کا عقیدہ ذکر کرتے ہیں:

قَالُوا : يَجُوزُ ظُهُورُ الْكَرَامَاتِ عَلَى الْأَوْلِيَاءِ وَجَعلُوهَا دَلَالَةً عَلَى الصِّدْقِ فِي أَحْوَالِهِمْ كَمَا كَانَتْ مُعْجِزَاتُ الْأَنْبِيَاءِ دَلَالَةً عَلٰى صِدْقِهِمْ فِي دَعَاوِيهِمْ .

”ائمہ اہل سنت کہتے ہیں: اولیائے کرام پر کرامات کا ظہور ہوسکتا ہے، اہل سنت نے کرامات کو اولیا کے احوال کی صداقت کی دلیل قرار دیا ہے، جیسے انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزات ان کے دعاوی میں صداقت کی دلیل ہوتے ہیں۔“

(الفَرْقُ بين الفِرَق، ص 334)

❁ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (٦٧١ھ) فرماتے ہیں:

كَرَامَاتُ الْأَوْلِيَاءِ ثَابِتَةٌ، عَلٰى مَا دَلَّتْ عَلَيْهِ الْأَخْبَارُ الثَّابِتَةُ، وَالْآيَاتُ الْمُتَوَاتِرَةُ وَلَا يُنْكِرُهَا إِلَّا الْمُبْتَدِعُ الْجَاحِدُ، أَوِ الْفَاسِقُ الْحَائِدُ .

”اولیا کی کرامات ثابت ہیں، اس پر صحیح احادیث، متواتر آیات دلالت کرتی ہیں، ان کا انکار کوئی منکر بدعتی یا گمراہ فاسق ہی کرسکتا ہے۔“

(تفسير القُرطبي :28/11)

❁ علامہ ابوزرعہ عراقی رحمہ اللہ (٨٢٦ھ) فرماتے ہیں:

مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ إِثْبَاتُ كَرَامَاتِ الْأَوْلِيَاءِ حَتّٰى قَالَ أَبُو تُرَابٍ النَّخْشَبِيُّ : مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهَا فَقَدْ كَفَرَ .

”اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اولیائے کرام رحمہم اللہ کی کرامات ثابت ہیں، یہاں تک کہ علامہ (عسکر بن حصین) ابوتراب نخشبی رحمہ اللہ (۲۵۰ھ) نے کہا ہے کہ جو (کلی طور پر) کرامات پر ایمان نہیں رکھتا، وہ کافر ہو جاتا ہے۔“

(الغیث الهامع، ص 779)

سوال: کیا زکوٰۃ کی رقم سے مسجد تعمیر کی جا سکتی ہے؟

جواب: جہاں بھی مسلمان رہتے ہوں، ان پر حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے مسجد تعمیر کریں، جہاں مسلمان اقلیت میں ہوں اور ان کے مالی حالات بہتر نہ ہوں، تو وہاں زکوٰۃ کی رقم سے مسجد تعمیر کی جا سکتی ہے۔

دوسرا یہ کہ قرآن کریم میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ذکر ہوئے ہیں، ان میں ایک فی سبیل اللہ ہے۔ مساجد اور مدارس دینیہ غلبہ دین کی بہترین کوشش ہیں، ان پر خرچ کرنا فی سبیل اللہ کی مد میں آتا ہے۔

فی سبیل اللہ عام ہے، غلبہ دین کی ہر کوشش کو شامل ہے، اگرچہ بعض اہل علم نے اس سے مراد جہاد اور مجاہدین لیے ہیں، بے شک فی سبیل اللہ میں اول حق دار جہاد اور مجاہدین ہی ہیں، مگر فی سبیل اللہ کا مفہوم وسیع ہے، جو تمام اُمور خیر کو شامل ہے۔ پھر یہ بھی کہ جہاد جس طرح تلوار وغیرہ سے ہوتا ہے، اسی طرح زبان اور قلم سے بھی ہوتا ہے، دراصل غلبہ کے لیے کوئی بھی کاوش جہاد کہلاتی ہے، قرآن میں زبان سے جہاد کا بھی ذکر ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ﴾

(العَنكبوت : ٦٩)

”جن لوگوں نے ہمارے راستے میں جہاد کیا، ہم انہیں ضرور بالضرور (خیر وبھلائی کے) راستوں کی طرف راہنمائی کر دیں گے، بلاشبہ نیکو کاروں کو اللہ تعالیٰ نصرت وتائید حاصل ہے۔“

❀ علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ (۱۳۷۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ طَلَبَ الْعِلْمِ الشَّرْعِيِّ مِنَ الْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، بَلْ هُوَ أَحَدُ نَوْعَيِ الْجِهَادِ، الَّذِي لَا يَقُومُ بِهِ إِلَّا خَوَاصُّ الْخَلْقِ، وَهُوَ الْجِهَادُ بِالْقَوْلِ وَاللِّسَانِ، لِلْكُفَّارِ وَالْمُنَافِقِينَ، وَالْجِهَادُ عَلٰى تَعْلِيمِ أُمُورِ الدِّينِ، وَعَلٰى رَدِّ نِزَاعِ الْمُخَالِفِينَ لِلْحَقِّ، وَلَوْ كَانُوا مِنَ الْمُسْلِمِينَ.

”شریعت کا علم حاصل کرنا بھی جہاد فی سبیل اللہ ہے، بلکہ یہ جہاد کی دو قسموں میں سے ایسی قسم ہے، جسے خاص لوگ اور چنیدہ لوگ ہی سرانجام دیتے ہیں، یہ جہاد کفار اور منافقین سے زبان کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ یہ اُمور دین کی تعلیم دینے اور حق سے منحرف لوگوں، خواہ وہ مسلمان ہی ہوں، پر رد کرنے کا جہاد ہے۔“

(تفسير السّعدي، ص 635)

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾(التّوبة: ۷۳)

”اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے، ان کا ٹھکانہ جہنم

ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔‘‘

❁ علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ (۱۳۷۶ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْجِهَادُ يَدْخُلُ فِيهِ الْجِهَادُ بِالْيَدِ، وَالْجِهَادُ بِالْحُجَّةِ وَاللِّسَانِ، فَمَنْ بَارَزَ مِنْهُمْ بِالْمُحَارَبَةِ فَيُجَاهَدُ بِالْيَدِ، وَاللِّسَانِ وَالسَّيْفِ وَالْبَيَانِ، وَمَنْ كَانَ مُذْعِنًا لِلْإِسْلَامِ بِذِمَّةٍ أَوْ عَهْدٍ، فَإِنَّهُ يُجَاهَدُ بِالْحُجَّةِ وَالْبُرْهَانِ وَيُبَيَّنُ لَهُ مَحَاسِنُ الْإِسْلَامِ، وَمَسَاوِئُ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ .

’’اس جہاد میں ہاتھ سے جہاد کرنا بھی شامل ہے اور دلائل اور زبان سے جہاد کرنا بھی داخل ہے۔ اگر کوئی کافر لڑائی کے ساتھ مقابلہ کرے، تو اس سے ہاتھ، زبان، تلوار اور بیان سے جہاد کیا جائے، جو کافر ذمی یا معاہد بن کر اسلام کے ماتحت ہو جائے، تو اس سے دلائل و براہین کے ساتھ جہاد کیا جائے گا، اس پر محاسن اسلام بیان کیے جائیں گے اور شرک و کفر کی مذمت بیان کی جائے گی۔‘‘

(تفسير السّعدي، ص 344)

❁ علامہ رازی رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ ظَاهِرَ اللَّفْظِ فِي قَوْلِهٖ : ﴿وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ﴾ لَا يُوجِبُ الْقَصْرَ عَلٰى كُلِّ الْغُزَاةِ، فَلِهٰذَا الْمَعْنٰى نَقَلَ الْقَفَّالُ فِي تَفْسِيرِهٖ عَنْ بَعْضِ الْفُقَهَاءِ أَنَّهُمْ أَجَازُوا صَرْفَ الصَّدَقَاتِ إِلٰى جَمِيعِ وُجُوهِ الْخَيْرِ مِنْ تَكْفِينِ الْمَوْتٰى وَبِنَاءِ الْحُصُونِ وَعِمَارَةِ

الْمَسَاجِدِ، لِأَنَّ قَوْلَهُ : ﴿وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ﴾ عَامٌّ فِي الْكُلِّ .

''جان لیجئے کہ فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ﴾ کے ظاہری الفاظ اس بات کا تقاضا نہیں کرتے کہ یہاں صرف مجاہدین مراد ہیں، اسی مفہوم کو علامہ (محمد بن علی بن اسماعیل) قفال رحمہ اللہ (۳۶۵ھ) نے اپنی تفسیر میں بعض فقہا سے نقل کیا ہے کہ وہ زکوٰۃ کو تمام اُمور خیر میں خرچ کرنے کی اجازت دیتے ہیں، مثلاً (انتہائی ضرورت کے پیش نظر) مردوں کو کفن دینا، قلعے تعمیر کرنا اور مساجد کی تعمیر کرنا، کیونکہ فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ﴾ عام ہے، سب کو شامل ہے۔''

(تفسير الرّازي : 87/16)

سوال: عذاب قبر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل اور امتحان گاہ ہے، جہاں دنیا میں اپنے کئے دھرے کا نتیجہ سامنے آجائے گا۔ اگر کسی نے اپنے اعمال کی بنیاد رضائے الٰہی پر رکھی ہوگی، اصحاب رسول ﷺ کے بیان کردہ عقائد کو اپنایا ہوگا، خاتم النبیین کی اطاعت بجا لایا ہوگا، عقیدہ، منہج اور فکر میں اسلامی روایت کو مدنظر رکھا ہوگا۔ تو اس کو جنت کے محلات میں داخلے کی خوش خبری سنا دی جائے گی، پھر اسے سلا دیا جائے گا۔

جس نے اپنے اعمال خواہشات نفسانی اور تاویلات شیطانی کے تحت سرانجام دیئے ہوں گے، اللہ تعالیٰ، قبر اور آخرت کا انکار کیا ہوگا، تو وہ بھی حسب حال اپنا بدلہ پالے گا۔ منکر نکیر کے سوال جواب کے مراحل، قبر کا تنگ ہونا، فرشتے کا ہتھوڑا مارنا، جسے سوائے جن وانس کے سب سنیں گے، سب حقیقت ہے۔ کسی بھی چیز کا انکار ممکن نہیں۔

آقائے کریم ﷺ ہر نماز کے تشہد میں قبر کے عذاب سے پناہ مانگا کرتے تھے، اپنے جاں نثاروں کو بھی اس کی تلقین کیا کرتے کہ قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے رہو، کبھی خود ان سے فرماتے: قبر سے پناہ مانگو! تو صحابہ مل کر عرض کرتے، اللہ ہم عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتے ہیں، امت کو کئی دعائیں ایسی سکھلائیں، جن میں قبر کے فتنے سے پناہ مانگی گئی۔ اہل سنت کے نزدیک عذاب قبر کے بارے میں احادیث بالاتفاق متواتر ہیں۔

عذاب قبر کے حق ہونے پر اہل سنت کا اجماع و اتفاق ہے، جس نے اہل سنت کا اجماعی و اتفاقی فہم نظر انداز کیا، وہ ذلیل اور گمراہ ہے، اس کی رائے بدعت اور گمراہی ہے۔ عذاب قبر کے ثبوت پر کئی قرآنی آیات اور متواتر احادیث موجود ہیں۔

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾(آل عمران : ١٦٩)

”اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کو مردہ مت خیال کریں، وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں۔“

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُونَ﴾(البقرة : ١٥٤)

”اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کو مردہ مت کہو، وہ یقیناً زندہ ہیں، مگر تم (ان کی زندگی کو) سمجھ نہیں سکتے۔“

❀ علامہ ابن فرس رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى عَذَابِ الْقَبْرِ وَصِحَّتِهٖ خِلَافًا لِّمَنْ نَفَاهُ مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ .

''یہ آیت عذاب قبر کے ثبوت پر دلیل ہے، اس کے برعکس معتزلہ عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں۔''

(أحكام القرآن: 120/1)

❀ آل فرعون کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا﴾ (غافر: ٤٦)

''صبح و شام ان پر آگ پیش کی جاتی ہے۔''

❀ علامہ تاج القراء کرمانی رحمہ اللہ (۵۰۵ھ) فرماتے ہیں:

فِيه أَدَلُّ دَلِيلٍ عَلٰى عَذَابِ الْقَبْرِ .

''یہ آیت عذاب قبر پر واضح دلیل ہے۔''

(غرائب التّفسير وعجائب التأويل: 1031/2، الإكليل للسّيوطي، ص 224)

❀ علامہ عبد القاہر بغدادی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ) اہل سنت کا عقیدہ ذکر کرتے ہیں:

مِنْهَا أَخْبَارٌ مُسْتَفِيضَةٌ بَيْنَ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ وَالْفِقْهِ، وَهُمْ مُجْمِعُونَ عَلٰى صِحَّتِهَا كَالْأَخْبَارِ فِي الشَّفَاعَةِ وَالْحِسَابِ وَالْحَوْضِ وَالصِّرَاطِ وَالْمِيزَانِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَسُؤَالِ الْمَلَكَيْنِ فِي الْقَبْرِ .

''بعض احادیث ائمہ حدیث اور فقہا کے ہاں مشہور و متواتر ہیں اور وہ ان کے صحیح ہونے پر متفق ہیں، جیسے شفاعت، حساب و کتاب، حوض کوثر، پل صراط، میزان، عذاب قبر اور قبر میں فرشتوں کے سوال کرنے کے بارے میں احادیث مروی ہیں۔''

(الفَرْقُ بين الفِرَق، ص 314)

سوال: مراسیل صحابہ کے بارے کیا کہتے ہیں؟

جواب: مرسل صحابی سے مراد یہ ہے کہ صحابی رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہوئے کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جبکہ اس نے براہِ راست وہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے نہ سنی ہو، بلکہ کسی دوسرے صحابی کے واسطہ سے سنی ہو، مگر وہ واسطہ ذکر نہ کرے۔ صحابہ کی مراسیل حجت ہیں۔

روافض اعتراض کرتے ہیں کہ بھلا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہما فلاں حدیث کیسے بیان کر سکتے ہیں، جبکہ وہ ان واقعات میں حاضر نہیں تھے۔ یوں وہ اکثر شریعت کو مشکوک کرنے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ صحابہ کا مرسل روایت کرنا مضر نہیں، کیونکہ صحابی اگر کسی واقعہ کا عینی شاہد نہ بھی ہو، تب بھی اس نے رسول اللہ ﷺ یا کسی ایسے صحابی سے سنا ہوتا ہے، جو اس واقعہ کا شاہد ہے اور نبی کریم ﷺ کا ہر صحابی عادل اور سچا ہے، اس کا ذکر نہ کرنے سے روایت مشکوک نہیں ہوتی۔ اسی کو مرسل صحابی کہتے ہیں۔

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ حَدِيثِ الصَّحَابَةِ مَقْبُولٌ عِنْدَ جَمَاعَةِ الْعُلَمَاءِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ.

''اہل علم کے نزدیک صحابہ کی ہر حدیث ہر صورت مقبول ہے۔''

(الاستذکار: 504/1)

❀ علامہ سرخسی حنفی رحمہ اللہ (۴۸۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ فِي مَرَاسِيلِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ

عَنْهُمْ أَنَّهَا حُجَّةٌ لِأَنَّهُمْ صَحِبُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا يَرْوُونَهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَام مُطْلَقًا يُحْمَلُ عَلٰى أَنَّهُمْ سَمِعُوهُ مِنْهُ أَوْ مِنْ أَمْثَالِهِمْ وَهُمْ كَانُوا أَهْلَ الصِّدْقِ وَالْعَدَالَةِ .

''مراسیل صحابہ کے حجت ہونے میں اہل علم کے مابین کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کی ہوئی ہے، لہٰذا وہ مطلق طور پر جو بھی رسول اللہ ﷺ سے روایت کریں، اس کے بارے میں یہی کہا جائے گا کہ انہوں نے وہ روایت خود رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے یا اپنے جیسے صحابہ سے سنی ہے اور سارے کے سارے صحابہ سچے اور عادل ہیں۔''

(أصول السّرخسي :359/1)

سوال: اہل سنت کا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا عقیدہ ہے؟

جواب: سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام انبیائے بنی اسرائیل میں آخری نبی اور رسول ہیں، آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے، مریم بنت عمران علیہا السلام کے بیٹے ہیں، رسول اللہ ﷺ سے پہلے آپ کی آمد ہوئی اور آپ علیہ السلام نے اپنے بعد رسول اللہ ﷺ کی آمد کی خوشخبری اپنی امت کو سنائی۔

یہود و نصاریٰ آپ کے متعلق بالترتیب افراط و تفریط کا شکار ہوئے ہیں اور انہوں نے آپ کے تئیں جھوٹے عقائد اپنے مذہب میں شامل کر لئے ہیں، نصرانیوں کے مطابق تو آپ الٰہ ہیں اور نصرانیوں ہی کے ایک گروہ نے آپ کو اللہ کا بیٹا قرار دے رکھا ہے، جبکہ یہود اپنی خصلت بد سے مجبور ہو کر مذبوحی حرکات پر اتر آئے، انہوں نے آپ کی والدہ سیدہ

مریم بنت عمران علیہا السلام پر جھوٹی تہمتیں رکھیں، پھر انہوں نے یہ عقیدہ پال لیا کہ ہم نے عیسی علیہ السلام کو پھانسی پر چڑھا دیا تھا۔

اسلام نے یہود ونصاری کے عقائد کا جھول واضح کیا ہے اور دنیا کو یہ حقیقت کھلے لفظوں میں بتائی ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نہ تو الٰہ ہیں اور نہ اللہ کے بیٹے ہیں اور نہ آپ کی والدہ مکرمہ چھنال قسم کی عورت تھیں، نعوذ باللہ!

وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور آپ کی ماں پاکیزہ طیبہ اور طاہرہ خاتون ہیں، آپ کی پیدائش معجزانہ طریق پر ہوئی اور پھر آپ کو پھانسی بھی نہیں دی گئی، بلکہ زندہ آسمان کی طرف اٹھالیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق یہ خوشخبری سنائی کہ وہ قیامت کے قریب آسمان سے نزول فرمائیں گے، دجال کو قتل کریں گے، اس امت کے اعزاز میں اس امت کے امام کے پیچھے نماز ادا کریں گے، اسلام غالب ہوگا، پھر آپ اپنی زندگی کے ماہ وسال مکمل کریں گے اور طبعی وفات پائیں گے۔

❀ علامہ عبدالقاہر بغدادی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ) اہل سنت کا عقیدہ ذکر کرتے ہیں:

قَالُوا بِنُبُوَّةِ عِیسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ خِلَافَ قَولِ مُنْكِرِیهِ مِنَ الْیَهُودِ وَالْبَرَاهِمَةِ، وَأَنْكَرُوا قَتْلَ عِیسٰی وَأَثْبَتُوا رَفْعَهٗ إِلَی السَّمَاءِ وَقَالُوا: إِنَّهٗ یَنْزِلُ إِلَی الْأَرْضِ بَعْدَ خُرُوجِ الدَّجَّالِ فَیَقْتُلُ الدَّجَّالَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیرَ وَیُرِیقُ الْخُمُورَ وَیَسْتَقْبِلُ فِي صَلَاتِهِ الْكَعْبَةَ وَیُؤَیِّدُ شَرِیعَةَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَیُحْیِي مَا أَحْیَاهُ الْقُرْآنُ وَیُمِیتُ مَا أَمَاتَهُ الْقُرْآنُ.

”ائمہ اہل سنت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے قائل ہیں، اس کے برخلاف یہود اور براہمہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ اہل سنت نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے قتل ہونے کی تردید کی ہے اور ان کے آسمان کی طرف اٹھ جانے کو ثابت کیا ہے۔ نیز اہل سنت کہتے ہیں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام خروج دجال کے بعد زمین پر نازل ہوں گے، دجال کو قتل کریں گے، خنزیر کو ختم کریں گے، شرابوں کو انڈھیل دیں گے، نماز میں خانہ کعبہ کی طرف رُخ کریں گے، محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی تائید کریں گے، ہر اس چیز کا احیا کریں گے، جسے قرآن نے رائج کیا ہے اور ہر اس شے کو نابود کریں گے، جسے قرآن کریم نے نابود کیا ہے۔“

(الفَرْقُ بین الفِرَق، ص 332-333)

سوال: اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر بلند ہے۔ ”علو“ اللہ تعالیٰ کی ذاتی، ازلی اور ابدی صفت ہے۔ اس بارے میں دو گروہوں نے اہل سنت والجماعت کی مخالفت کی ہے۔

ایک گروہ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور دوسرے کا مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ کائنات کے اوپر ہے، نہ نیچے، نہ جہان کے اندر ہے، نہ باہر، نہ دائیں، نہ بائیں، نہ آگے، نہ پیچھے، نہ کائنات سے متصل، نہ منفصل۔ یہ تعبیر اسلاف امت سے ثابت نہیں۔

استوا کا معنی ”بلند ہونا“ ہے، اس کا معنی غلبہ یا قدرت کرنا تحریف ہے، لغت عرب میں استوا کا معنی مستعمل نہیں ہے۔

❁ علامہ سمعانی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ قَدْ بَيَّنَّا مَذْهَبَ أَهْلِ السُّنَّةِ فِي الْاِسْتِوَاءِ؛ وَهُوَ أَنَّهٗ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَكِلُ عِلْمَهٗ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ غَيْرِ تَأْوِيلٍ وَلَا تَفْسِيرٍ.

وَأَمَّا الْمُعْتَزِلَةُ، فَإِنَّهُمْ أَوَّلُوا الْاِسْتِوَاءَ بِالْاِسْتِيلَاءِ، وَهُوَ بَاطِلٌ عِنْدَ أَهْلِ الْعَرَبِيَّةِ.

''فرمان باری تعالیٰ: ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ ''پھر وہ عرش پر بلند ہوا۔'' میں استوا کے متعلق اہل سنت کا مذہب ہم بیان کر چکے ہیں، وہ یہ کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور بغیر کسی تاویل اور تفسیر کے اس (کی کیفیت) کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔

جبکہ معتزلہ نے استواء کی تاویل استیلاء (غلبہ) سے کی ہے، یہ تاویل اہل عرب کے ہاں باطل ہے۔''

(تفسير السّمعاني : 366/2)

سوال: کیا موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا، یہ کلام حقیقی تھا، مجازی نہیں، موسیٰ علیہ السلام نے خود اللہ تعالیٰ کا کلام سنا، البتہ اس کی کیفیت کیا تھی؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيمًا﴾ (النّساء : ١٦٤)

''اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام کیا۔''

❀ علامہ سمعانی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ أَنَّهٗ سَمِعَ كَلَامَ اللّٰهِ حَقِيقَةً، بِلَا كَيْفَ .

''اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا کلام سنا، البتہ اس کی کیفیت کا علم نہیں۔''

(تفسير السّمعاني :503/1)

سوال: سنی کون ہوتا ہے؟

جواب: سنی وہ ہے، جو ائمہ اہل سنت والجماعت کے منہج وعقیدہ کا پابند ہو اور ان کے اجماع کو شرعی حجت مانتا ہو۔ کتاب وسنت کے دلائل کو سلف کے فہم کی روشنی میں سمجھتا ہو، ان کے عقائد واعمال کو اپنی دلیل مانتا ہو اور ان کی مخالفت کو گمراہی خیال کرتا ہو۔

جو لوگ اہل سنت کے عقائد واعمال سے منحرف ہیں، وہ سنی نہیں ہو سکتے۔

❀ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) نقل کرتے ہیں:

سُئِلَ أَبُو بَكْرٍ الْقَاضِي عَنِ الرَّجُلِ هَلْ يَعْلَمُ أَنَّهٗ عَلٰى مَذْهَبِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ؟ فَقَالَ: إِذَا رَجَعَ عِلْمُهٗ إِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ، وَإِلٰى مَا قَالَهُ السَّلَفُ الصَّالِحُ فَهُوَ عَلٰى مَذْهَبِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ .

''ابو بکر قاضی رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ کیا کسی شخص کے متعلق معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ اہل سنت والجماعت کے مذہب پر ہے؟ فرمایا: جب اس کا علم کتاب اللہ (قرآن وحدیث) اور سلف صالحین کے اقوال کی طرف لوٹتا ہو، تو وہ اہل سنت والجماعت کے مذہب پر ہے۔''

(البحر الرّائق : 207/8)

✿ نیز نقل کرتے ہیں:

فِي الْحَاوِي مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ مَنْ فِيهِ عَشَرَةُ أَشْيَاءَ؛ الْأَوَّلُ : أَنْ لَا يَقُولَ شَيْئًا فِي اللّٰهِ تَعَالٰى لَا يَلِيقُ بِصِفَاتِهٖ، وَالثَّانِي : يُقِرُّ بِأَنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَيْسَ بِمَخْلُوقٍ، الثَّالِثُ : يَرَى الْجُمُعَةَ وَالْعِيدَيْنِ خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ، وَالرَّابِعُ : يَرَى الْقَدَرَ خَيْرَهٗ وَشَرَّهٗ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَالْخَامِسُ : يَرَى الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ جَائِزًا، وَالسَّادِسُ : لَا يَخْرُجُ عَلَى الْأَمِيرِ بِالسَّيْفِ، وَالسَّابِعُ : يُفَضِّلُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيًّا عَلٰى سَائِرِ الصَّحَابَةِ، وَالثَّامِنُ : لَا يُكَفِّرُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ بِذَنْبٍ، وَالتَّاسِعُ : يُصَلِّي عَلٰى مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ، وَالْعَاشِرُ : يَرَى الْجَمَاعَةَ رَحْمَةً وَالْفُرْقَةَ عَذَابًا .

''الحاوی میں ہے کہ اہل سنت والجماعت میں وہ شخص شامل ہوگا، جس میں دس چیزیں پائی جائیں؛ ① وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی کوئی بات نہ کرتا ہو، جو اس کی صفات کے لائق نہیں۔ ② وہ اس بات کا اقرار کرتا ہو کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، مخلوق نہیں۔ ③ وہ ہر نیک و بد (حاکم) کے پیچھے جمعہ اور عیدین پڑھنا جائز سمجھتا ہو۔ ④ وہ اس بات کا قائل ہو کہ اچھی بری تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ⑤ وہ موزوں پر مسح جائز سمجھتا ہو۔ ⑥ وہ حاکم وقت پر تلوار سے خروج کا قائل نہ ہو۔ ⑦ وہ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیگر صحابہ پر فضیلت دیتا ہو۔ ⑧ کسی اہل قبلہ کو گناہ کی وجہ سے کافر قرار نہ دیتا ہو۔ ⑩ اہل قبلہ میں سے ہر ایک کی نماز جنازہ پڑھتا ہو۔ ⑩ وہ جماعت کو باعث رحمت اور انتشار واختلاف کو باعث عذاب سمجھتا ہو۔‘‘

(البحر الرّائق : 207/8)

سوال: کیا اہل سنت جنات کے وجود کو مانتے ہیں؟

جواب: اہل سنت والجماعت ہر اس چیز پر ایمان رکھنا واجب سمجھتے ہیں، جو قرآن وحدیث اور اجماع اُمت سے ثابت ہو۔ قرآن وحدیث جس طرف پھیریں، یہ پھر جاتے ہیں، ان کے عقائد واعمال وحی پر مبنی ہیں، ان میں توسط ہے۔ افراط وتفریط اور غلو وتقصیر سے کوسوں دور ہیں۔

اہل سنت والجماعت جنات کے وجود کو مانتے ہیں، کیونکہ جنات کا وجود قرآن وحدیث اور اجماع اُمت سے ثابت ہے۔

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ اعْتِقَادُ وُجُودِهِمْ.

’’جنات کے وجود کا اعتقاد رکھنا اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔‘‘

(البِناية شرح الهداية : 286/2)

سوال: نظر بد کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جواب: اہل سنت والجماعت کے نزدیک نظر برحق ہے، اس کی حقیقت ہے، کتاب وسنت میں اس کا ثبوت ہے، اُمت کا اجماع بھی اسی پر قائم ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْعَيْنُ حَقٌّ .

”نظر برحق ہے۔“

(صحيح البخاري : 5740، صحيح مسلم : 2187)

❁ علامہ ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَيْنِ الْحَدِيثَيْنِ أَنَّ الْعَيْنَ حَقٌّ، وَأَنَّهَا تَقْتُلُ ...... هٰذَا قَوْلُ عُلَمَاءِ الْأُمَّةِ، وَمَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَقَدْ أَنْكَرَتْهُ طَوَائِفُ مِنَ الْمُبْتَدِعَةِ، وَهُمْ مَحْجُوجُونَ بِالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ عُلَمَاءِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، وَبِمَا يُشَاهَدُ مِنْ ذٰلِكَ فِي الْوُجُودِ، فَكَمْ مِنْ رَجُلٍ أَدْخَلَتْهُ الْعَيْنُ الْقَبْرَ، وَكَمْ مِنْ جَمَلٍ ظَهِيرٍ أَدْخَلَتْهُ الْقِدْرَ، لٰكِنَّ ذٰلِكَ بِمَشِيئَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى .

”ان دونوں احادیث سے ثابت ہوا کہ نظر برحق ہے اور یہ قتل بھی کر دیتی ہے۔ ...... یہ علمائے اُمت کا عقیدہ ہے اور اہل سنت کا مذہب ہے، اہل بدعت کے کئی گروہوں نے نظر کا انکار کیا ہے، ان کا رد حدیث اور علمائے اُمت کے اجماع سے ہوتا ہے، نیز نظر کے وجود پر مشاہدہ بھی ہے، کتنے بندوں کو نظر نے قبر میں اُتار دیا اور کتنے تندرست اونٹوں کو نظر نے (ذبح ہو کر) ہنڈیوں میں پہنچا دیا، مگر یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتا ہے۔“

(تفسير القرطبي : 9/226-227)

❀❀❀❀❀❀❀